aazzamm@yahoo.com

ضرغام کے جانے کے بعد میں نے دروازہ دوبارہ اندر سے بند کر لیا اور غسل خانے میں چلا گیا۔ میرے ذہن میں ابھی تک گزشتہ رات کی باتیں گونج رہی تھیں۔ لیڈی مکارنس کی طاغوتی قوتوں پر مجھے کوئی شبہ نہیں تھا لیکن مجھے میری خوابگاہ سے اور دروازے پر موجود حفاظتی دستے کے افراد کی نگاہوں سے بچا کر کس طرح نکالا گیا اور واپس پہنچایا گیا یہ بات میرے لیے تعجب خیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ لیڈی مکارنس نے میرے سلسلے میں بھی وہی عمل کیا ہو جس کے بعد مجھے دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا' یہ جو میں لیڈی مکارنس کی لائبریری میں' میں نے جن کھوپڑیوں کو گوشت پوست کی حالت میں زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کرتے سنا تھا اس کی صحت پر ابھی تک مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ سائنس نے بلاشبہ وقت کے ساتھ ساتھ بے پناہ ترقی کی ہے لیکن وہ افراد جن کو مرے ہوئے سینکڑوں سال بیت گئے ہوں ان کی کھوپڑیوں کا دوبارہ زندہ انسانوں کی شکل میں آکر بات چیت کرنا ایک ناقابل یقین عمل تھا۔ جہاں تک گراہم کی کھوپڑی کے حیرت انگیز آپریشن کا معاملہ تھا تو وہ عمل میرے لیے زیادہ پراسرار نہیں تھا۔

ہندوستان اور پاکستان میں آج بھی اس قسم کے عمل کرنے والے موجود ہیں۔ میں نے ایسی بے شمار روایتیں سن رکھی تھیں کہ اگر کوئی عامل اور کامل شخص کسی انسان کا پتلا بنا کر اس کے جسم کے مخصوص حصوں میں سوئیاں چبھو کر اسے پرانے قبرستان یا مرگھٹ میں زمین کھود کر دفن کر دے تو وہ شخص جس پر گندہ عمل کیا گیا ہے اس وقت تک اذیت اور کرب کی حالت سے دوچار رہتا ہے جب تک اس کا پتلا دوبارہ زمین سے برآمد کر کے اس میں چبھوئی گئی سوئیوں کو علیحدہ نہ کیا جائے۔

روپ نگر میں دوران ملازمت میں سفلی شعبدہ بازیوں کے ایسے کئی واقعات سے دوچار ہو چکا تھا جس پر آج بھی یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن انہیں جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا' خاص طور پر جنتا کی گرفتاری کے بعد میں نے حوالات کی آہنی سلاخوں کو موم کی طرح پگھلا ہوا دیکھا تھا۔ زمیندار حشمت خان والا معاملہ' اونکار ناتھ اور پجاری اوم پرکاش والے تمام حادثات گندے سفلی عمل کا نتیجہ تھے جس کے بے شمار عینی شاہد آج بھی روپ نگر میں موجود تھے' بہرحال گراہم کی ماسک زدہ کھوپڑی کا آپریشن میرے لیے خاصا دلچسپ رہا تھا اور میں اس کے نتائج معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین تھا۔ مجھے اس بات پر بھی تشویش تھی کہ ندیم کے کارندوں نے ابھی تک مجھے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی تھی۔

دس منٹ بعد میں تیار ہو کر ڈائننگ روم میں پہنچا تو مرجینا وہاں پہلے سے موجود تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت بھی شب خوابی کا لباس موجود تھا جس کے اوپر اس نے ایک ہلکی شال ڈال رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھانک رہا تھا۔ شاید وہ رات دیر سے سوئی تھی۔ اس وقت اس کے اندر وہ شوخی اور شرارت بھی نظر نہیں آ رہی تھی جو میں گزشتہ شام دیکھ چکا تھا۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ میں نے قریب پہنچ کر اسے صبح بخیر کے کلمات سے نوازا تو وہ اس طرح چونکی جیسے اسے کچی نیند میں جھنجوڑ کر زبردستی بیدار کر دیا گیا ہو۔

"میرا خیال ہے کہ تم رات کی اسٹارز سے خاصی دیر سے واپس آئی ہو؟"

"ہاں۔" اس نے مجھے دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس وقت اس کی مسکراہٹ میں وہ کشش نہیں تھی جو دلوں کی دھڑکنوں کو گرما دیتی ہے۔

"پھر تمہیں اتنی جلدی بیدار ہونے کی کیا ضرورت تھی۔" میں نے ٹیبل کی دوسری طرف اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا اپنا گھر ہے یہاں صرف تمہارا حکم چلتا ہے۔ تم ملازموں کو ہدایت بھی کر سکتی تھیں کہ تمہیں جگانے کی کوشش نہ کی جائے۔"

"ضرغام اسی لیے تم سے ناشتے کے لیے دریافت کرنے گیا تھا۔" وہ جماہی لیتے ہوئے بولی۔ "تم نے ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کرنے کا خیال ظاہر کیا تو اس نے مجبوراً مجھے جگانا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب؟"

"تم اپنے کمرے میں ناشتا کرتے تو اور بات تھی لیکن تمہارا ڈائننگ ٹیبل پر تنہا بیٹھ کر ناشتا کرنا مجھے منظور نہیں تھا اسی لیے میں نے رات سونے سے پہلے ضرغام کو ضروری ہدایت کر دی تھی۔"

"میں تمہاری باتوں کو کیا رنگ دوں۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "تمہیں میری خواہشات کا خیال بھی دامن گیر رہتا ہے اور تم ہی نے مجھے اس پنجرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"عشق کی انتہا انسان کو اکثر دیوانگی کی آخری حدوں تک لے جاتی ہے لیکن اگر تم مجھ سے دل برداشتہ ہو کر یہاں سے جانا چاہتے ہو تو اب میں تمہیں یہاں رکھنے پر

مجبور بھی نہیں کروں گی۔"

"میں خواب دیکھ رہا ہوں یا تم دیوانگی کی سرحدوں سے واپس لوٹ آئی ہو۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"اس وقت شاید میں حقیقت پسندی کی بات کر رہی ہوں۔" وہ ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی پھر جب ضرغام ناشتے کے لوازمات میز پر چننے کے بعد مرجینا کے اشارے پر واپس چلا گیا تو اس نے میرے لیے چائے تیار کی اور کپ میری جانب بڑھاتے ہوئے بڑی ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"مجھے اپنی حیثیت کا احساس ہو چکا ہے۔ میں شاید عورت نہیں۔ صرف ایک کیبرے ڈانسر ہوں جس کا کام بہکے ہوئے شرابیوں کا دل بہلانا ہے' رقص کرتے وقت میں دیکھتی ہوں کہ بڑے بڑے سرمایہ دار' سیاست داں اور زہد و تقویٰ کی تعلیم دینے والے مبلغ بھی میرے جسم کی ایک ایک حرکتوں پر دیوانہ وار مرمٹنے کو تیار رہتے ہیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے میرے اوپر سرمایہ لٹانے کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ایک لوہے دار ہڈی بے شمار کتوں کو اس کے حصول کی خاطر لہولہان کر دیتی ہے۔ میں ان کی نگاہوں کی بوالہوسی کا اندازہ لگانے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔ وقت' حالات اور پیشے کی نوعیت نے مجھے تجربہ کار کر دیا ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے کہ رات کی تاریکی گناہوں کو ختم کر دیتی ہے' اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ لوگ صرف ایک رات کے لیے تو مجھے اپنی آغوش کی زینت بنانے کی خاطر مجنوں اور فرہاد کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیتے ہیں لیکن صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر ہزار قسم کے بہانے تراشنے لگتے ہیں' انہیں اپنی شرافت اور عزت میری عصمت سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ وہ شرافت کا لبادہ اوڑھ کر انسانوں کی بھیڑ بھاڑ میں بہ آسانی گم ہو جاتے ہیں لیکن میں شاید اپنی پیشانی سے تباہی کے اس داغ کو نہیں مٹا سکتی جو تمہارے معاشرے اور مہذب سماج کا ایک انمول تحفہ ہے۔"

"میں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" میں نے اس کی گفتگو سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔ "آج تو تم خاصی ہوشمندی کی باتیں کر رہی ہو۔"

"ہوش زندگی میں ہر شخص کو ایک بار ضرور آتا ہے۔" وہ چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے بڑے فلسفیانہ انداز میں بولی۔ "کسی کو اس وقت جب وہ سنبھل کر زندگی کی شاہراہوں پر ثابت قدم ہو جاتا ہے اور کوئی اس وقت ہڑبڑا کر سنبھلنے کی کوشش کرتا ہے جب توبہ کے دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ واپسی کے سارے راستے مسدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور وہ گھٹ گھٹ کر لمحہ بہ لمحہ موت سے قریب تر ہونے لگتا ہے۔"

"تمہیں سنبھلنے سے کس نے روکا ہے۔" میں نے اس کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی خاص مجبوری لاحق ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔" وہ اداس لہجے میں بولی پھر ناشتا کرنے میں مصروف ہو گئی۔ کچھ دیر تک ہم خاموشی سے بیٹھے زندگی کی حرارت کو برقرار رکھنے کی خاطر پیٹ کا ایندھن بھرتے رہے پھر میں نے دبی زبان میں کہا۔

"آج تمہاری باتیں مجھے بھلی معلوم ہو رہی ہیں۔"

"صرف باتیں؟" وہ زہرخند سے بولی۔

"کیا تمہارے کہنے کے بموجب میں اب واقعی آزاد ہوں۔" میں نے اس کے جملے کی گہرائی سے بوکھلا کر جلدی سے گفتگو کا موضوع بدل دیا۔

"ہاں۔ تم جب چاہے جا سکتے ہو لیکن اگر رات کی تاریکی میں جاؤ تو زیادہ مناسب ہوگا۔" اس نے سپاٹ آواز میں کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کوئی میری رہائش گاہ سے نکلتے دیکھے۔ تمہارے اچانک منظر عام سے غائب ہو جانے کے بعد گراہم اور ایڈی کو خاص تشویش لاحق ہے۔ ان کے آدمی تمہاری تلاش میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں اس کا اندازہ کس طرح ہوا؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کل رات بھی وہ دونوں سر جوڑے بیٹھے تمہاری اچانک گمشدگی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے لیکن ـــ" وہ کہتے کہتے رک گئی۔

"لیکن کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"گراہم کے ساتھ جو حادثہ پیش آیا ہے اس نے کلب اسٹارز کے تمام بڑوں کو پریشان کر دیا ہے لیکن ایڈی۔ شاید اس نے اس حادثے کا کوئی خاص اثر نہیں لیا۔"

"گراہم کو کیا حادثہ پیش آیا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔ لوگوں کا فی الحال یہی خیال ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میں خود بھی ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکی' جو

aazzamm@yahoo.com

کچھ ہوا وہ اس قدر اچانک ہوا کہ میرے علاوہ ایڈی بھی ایک لمحے کو پریشان ہو گیا۔"

میرے دل کی دھڑکن بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ مرجینا نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"گراہم اپنے خاص کمرے میں بیٹھا ایڈی سے تمہارے ہی سلسلے میں بات کر رہا تھا جب اس نے اچانک کراہ کر اپنے سر پر ہاتھ رکھا پھر وہ اس طرح دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑ کر چیخنے لگا جیسے کسی شدید ذہنی دباؤ میں مبتلا ہو۔ اس پر دیوانگی کی سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ ایڈی نے [illegible] وقت ڈاکٹر کو فون کیا پھر ڈاکٹر نے . . . گراہ[illegible] کو پکڑ کر سر سے ہٹایا تو میں جھرجھری لے کر [illegible] اس کے سر کے مختلف حصوں سے خون کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا۔ اس عالم میں اس نے ایڈی کو بھی نہیں پہچانا تھا۔ ڈاکٹر نے اسے فوری طور پر ہسپتال کے آئی سی یو میں منتقل کروا دیا ہے۔"

"برین ہیمرج۔" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے لیکن ڈاکٹر نے رات گئے معائنے اور ضروری ٹیسٹ کرانے کے بعد کچھ اور کہا ہے۔" مرجینا نے بے پروائی سے کہا۔ "اس کا خیال ہے کہ گراہم کی کچھ حساس نسیں پنکچر ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔"

"ایڈی کا اب میرے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن شاید وہ اب بھی تمہارا پیچھا آسانی سے نہیں چھوڑے گا۔" مرجینا بولی۔ "اس کا شمار ان دہشت گردوں میں ہوتا ہے جو ایک بار کسی بات کا ارادہ کر لیں تو موت بھی ان کو اس ارادے کی تکمیل سے نہیں روک سکتی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ ایڈی کا قیام کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس کے بارے میں کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔" مرجینا نے کہا۔ "وہ ضرورت سے کچھ زیادہ محتاط زندگی گزارنے کا عادی ہے۔ کسی ایک جگہ ٹک کر نہیں ٹھہرتا لیکن تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا تم ایڈی سے ٹکرانے کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو۔ وہ اپنا سایہ دیکھ کر بھی چونک اٹھنے کا عادی ہے۔ جمی کی موت نے اسے اور خطرناک بنا دیا ہے۔"

"تم جمی کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"شاید وہ ایڈی کا کوئی اہم آدمی تھا جو پولیس کی نظروں میں آ گیا تھا۔" مرجینا نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ایڈی نے میری موجودگی میں گراہم سے کہا تھا کہ وہ جمی کی موت کا انتقام لیے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم میری ایک اچھی دوست ثابت ہو سکتی ہو۔" میں نے مرجینا کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں یہاں سے جانے کے بعد بھی تمہیں یاد رکھوں گا۔"

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔"

"کیا تمہارے پاس میک اپ کا سامان موجود ہو گا؟"

"چیل کے گھونسلے میں ماس نہ ہو۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے میک اپ کرنے کے بعد ہی باہر قدم نکالوں تاکہ ایڈی یا اس کے آدمی مجھے شناخت نہ کر سکیں۔"

"اچھا خیال ہے۔ ویسے تمہیں اس سلسلے میں بھی کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا ہو گا۔" وہ مجھے دلچسپ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ "تمہارا ایسا میک اپ کروں گی کہ تم بھی خود اپنے آپ کو پہچاننے میں دھوکا کھا جاؤ گے لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"جب تک میں اس شہر میں ہوں تم مجھ سے فون پر رابطہ ضرور قائم رکھو گے۔" وہ جذباتی لہجے میں بولی۔ "وقت پڑنے پر کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھی تمہارے کسی کام آ سکوں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے خلوص دل سے کہا پھر ناشتا کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مرجینا کسی سوچ میں مستغرق نظر آنے لگی۔ شاید میرے جانے کے خیال نے اسے آزردہ خاطر کر دیا تھا۔ اس کیفیت میں، میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

میں نے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا۔ مرجینا نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس وقت میرے چہرے کی ظاہری ساخت میں اس قدر نمایاں تبدیلیاں آ چکی تھیں کہ میں خود اپنے آپ کو نہ پہچان سکا۔ مجھے یقین تھا اس حلیے میں شاید ندیم اور اس کے ساتھی بھی مجھے شناخت نہ کر سکیں گے۔ ندیم کا خیال ذہن میں ابھرتے ہی میرے اندر ایک تجسس آمیز سی ہلچل پھیل گئی۔ ہوٹل میں آخری بار

گفتگو کے دوران اس نے حالات کے پیش نظر فوری طور پر واپسی کا مشورہ دیا تھا۔ اس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش بھی کی تھی کہ وہ میری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل نہیں رہتا۔ اس کے تعین کردہ افراد ہر وقت چوکس رہ کر میری نگرانی کرتے رہتے ہیں اور اسے پل پل کی خبروں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ تو کیا ندیم کو ابھی تک میرے اغوا کی اطلاع نہیں ملی تھی جو اس کی جانب سے میری بازیابی کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ مرجینا الجیب کی اسٹارز میں ایک کیبرے ڈانسر کی حیثیت سے کنٹریکٹ پر آئی تھی لیکن بہت جلد گراہم سے بے تکلف ہو گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے پیشے کی نوعیت کے اعتبار سے اس میں کوئی عار نہ سمجھا ہو۔ دولت کے حصول اور اپنی بقا کے لیے دنیا کے بڑے بڑے ہوٹلوں کے مالکان اور دیگر ایسے تمام اداروں سے جہاں سے اس کا تجارتی تعلق ہو اس کا پیشہ ورانہ تعلقات خوشگوار رکھنا ضروری تھا۔ دولت کے حصول کی خاطر ہی وہ اپنے جسم کی نمائش اور ہیجان انگیز رقص کا مظاہرہ کرنے پر مجبور تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خوبصورت اور حسین فنکارہ تھی۔ اسے لوگوں کا دل جیتنا آتا تھا، وہ مکڑی کی طرح لوگوں کو شکار کرنے کی خاطر ان کے اطراف خوبصورت جال بننے کے فن میں بھی مہارت رکھتی تھی۔ دولت کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ مجھے بھی گراہم کے اشارے پر ختم کر سکتی تھی۔ مرجینا کو اس بات کا احساس ضرور ہو گا کہ دنیا کے تمام فنکاروں کی طرح جب اس کی عمر ڈھلنے لگے گی اور جسم کے اعضا اس کا ساتھ چھوڑنے لگیں گے تو اس کے چاہنے والوں میں بھی کمی ہو جائے گی۔ وہ فنکار جنہیں اس بات کا احساس ہوتا ہے وہ وقت کو رائگاں نہیں جانے دیتے۔ اس کے ایک ایک پل اور ایک ایک لمحے کو کیش کرتے رہتے ہیں تاکہ انہیں بعد میں پچھتاووں کا شکار نہ ہونا پڑے۔

گراہم اور ایڈی میرے دو بڑے دشمن تھے۔ جمی کی موت کے بعد وہ مجھے ہر قیمت پر اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔ مرجینا کی اسٹارز میں پرفارم کر رہی تھی، وہ میری قدر و قیمت سے واقف تھی اگر چاہتی تو منہ مانگے دام وصول کر کے مجھے میرے دشمنوں کے حوالے کر سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ حالات کی سنگین نوعیت کو بھانپتے ہوئے وہ مجھے خطرات کے سمندر سے نکال لائی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ مجھ سے مانوس ہو گئی تھی۔ میرے خیال میں پیشے کے اعتبار سے وہ کسی کے دام عشق میں گرفتار ہونے والی اسامی نہیں تھی لیکن شاید قدرت میرے اوپر مہربان تھی۔ مرجینا نے نہ صرف مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا بلکہ اسی نے مجھے گراہم کی دیوانگی سے باخبر کیا تھا۔ لیڈی میکلارنس نے جو کچھ کیا تھا گراہم پوری طرح اس کا شکار ہو گیا تھا۔ مرجینا کو ان حالات کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا لیکن وہ اچانک میرے اوپر بہت زیادہ مہربان ہو گئی تھی۔ میں اپنی ذات سے اس کی دلچسپی کو کوئی نام نہیں دے سکا لیکن میں نے یہ ضرور طے کر لیا تھا کہ وہ جب تک لندن میں رہے گی میں اس سے رابطہ ضرور رکھوں گا۔

میں آئینے کے سامنے سے ہٹا تو میں نے مرجینا کو اپنی طرف متوجہ پایا۔ وہ بڑے انہماک اور حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بڑی مہارت کے ساتھ میرا میک اپ کیا تھا لیکن اب شاید میری جدائی کا احساس اس کی آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ اس نے مجھے کن حالات اور کن وجوہات کی بنا پر اغوا کیا تھا یہ وہی بہتر جانتی تھی۔ میں صرف اتنا جانتا تھا کہ اس کے بروقت ایکشن نے مجھے ایک بڑے نقصان سے بچایا تھا۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں تھی، اگر کوئی شکوہ تھا تو ندیم سے تھا جس نے پلٹ کر میری کوئی خبر نہیں لی تھی۔

"تم یہاں سے نکل کر کہاں جاؤ گے؟" مرجینا نے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"ابھی میں نے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا۔"

"میری طرف سے تمہارے اوپر کوئی بندش نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "تم ہر طرح سے آزاد ہو لیکن چاہو تو کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتے ہو۔"

"جو لوگ موقعے سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ اکثر خسارے میں رہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے یقین ہے کہ گراہم کی دیوانگی نے اس وقت ایڈی کی تمام تر توجہ . . . اسی کی جانب مبذول کر رکھی ہو گی۔" میں نے بڑے سفاک انداز میں کہا۔ "میرے ایک دشمن کو قدرت نے سزا دی اور دوسرے کو میں موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اس وقت حالات میرے حق میں سازگار ہیں، میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔"

"سوچ لو۔ ایڈی سے ٹکرانا تمہارے لیے لوہے کے چنے چبانے سے زیادہ سخت مرحلہ ثابت ہو گا۔"

"مجھے موت اور خدا دونوں پر کامل یقین ہے۔" میں

aazzamm@yahoo.com

نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "خدا کے حکم کے بغیر کوئی بچ بھی نہیں کھڑک سکتا اور موت کا جو وقت لکھا جا چکا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔"

"میری ایک درخواست مانو گے۔" مرجینا نے کہا پھر خود ہی وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ "میرے گھر سے تمہارا پیدل نکلنا تمہارے دشمنوں کے کان کھڑے کر سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ کسی کو تمہارے بارے میں کوئی شبہ لاحق ہو اس لیے تم جہاں بھی چاہو ضرغام تمہیں میری اس گاڑی میں چھوڑ آئے گا جسے میں خاص خاص موقعوں پر استعمال کرتی ہوں۔"

میں نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کی پیشکش قبول کر لی۔ اس نے بلاشبہ بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مجھے ایک نیک مشورہ دیا تھا۔ میں جانے کے لیے بڑھا پھر مجھے ندیم کا خیال آگیا۔ میں نے پلٹ کر مرجینا سے کہا۔

"کیا میں تمہارے فون سے ایک ضروری کال کر سکتا ہوں۔"

پھر مرجینا کی اجازت سے میں نے اپنے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ ندیم سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے دیر نہیں ہوئی۔ یہ بھی میری خوش قسمتی تھی کہ کال ندیم ہی نے ریسیو کی تھی اگر نسیم نے ریسیور اٹھایا ہوتا تو شاید میں کوئی گفتگو کیے بغیر ہی سلسلہ منقطع کر دیتا۔

"میں نے تمہیں صرف یہ اطلاع دینے کے لیے فون کیا ہے کہ ابھی میں زندہ ہوں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس وقت کہاں سے بول رہے ہو؟" ندیم نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جہنم سے۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔

"کفران نعمت کی باتوں سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔" ندیم نے بے پروائی سے کہا۔ "جنت میں رہ کر جہنم کی باتیں کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔ کاش تمہاری جگہ میں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک اٹھا۔

"تم جہاں مقیم ہو اس کے لاکھوں پرستار وہاں سے صرف بند پھاٹک کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر پلٹ جاتے ہیں اور تم اسے جہنم کہہ رہے ہو۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔"

"تم نے سب کچھ معلوم ہونے کے باوجود کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔" ندیم نے اس بار گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ تم جہاں ہو وہاں بہت زیادہ محفوظ ہو۔ باہر کے حالات جس تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں تمہیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے۔"

"تم شاید آکٹوپس کے ذہنی توازن کھو بیٹھنے کی بات کر رہے ہو۔"

"کیا؟" ندیم نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تمہیں اس کی اطلاع کس طرح ملی؟ کیا مرجینا نے بتایا ہے؟"

"یہ بھی درست ہے لیکن میری چھٹی حس نے مجھے اسی وقت چونکا دیا تھا جب وہ پہاڑ کا تودا (گراہم) سے نوشی کرتے کرتے اچانک اذیتناک حالات کا شکار ہوا تھا۔"

"اگر تمہیں صورت حال کا علم ہو چکا ہے تو پھر میں تمہیں اس جنت سے باہر قدم نکالنے کا مشورہ نہیں دوں گا جسے تم جہنم کا نام دے رہے ہو۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "آکٹوپس اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے اور اڈی کسی خون آشام درندے کے مانند لندن کے گلی کوچوں میں تمہاری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔ وہ جمی کی موت کا حساب بے باق کرنے کی خاطر پاگل ہو رہا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ شکار کھیلنا میری ہابی ہے اور شکاری وہی ہوتا ہے جو شیر کی کچھار میں گھس کر اسے اپنی گولی کا نشانہ بنا دے۔"

"میں تمہیں اس قسم کی کسی حماقت کا مشورہ نہیں دوں گا۔"

"مجھے اب تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کھوس آواز میں جواب دیا۔ "اب میں نے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"کیا تم صرف چوبیس گھنٹے اور انتظار نہیں کر سکتے۔"

"نہیں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "اب میں ایک لمحہ بھی ضائع کرنے کو تیار نہیں ہوں۔"

پھر اس سے پیشتر کہ ندیم کوئی جواب دیتا میں نے لائن کاٹ دی۔ بہرحال میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا کہ ندیم میری طرف سے بے خبر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس کے آدمی شب و روز میری نگرانی پر مامور ہوں گے۔ مرجینا سے اجازت لے کر میں باہر آیا تو پورٹیکو میں دروازے سے لگی ہوئی سیاہ رنگ کی ایک اسپورٹس کار کھڑی ہوئی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ضرغام پہلے سے موجود تھا۔ میں مرجینا سے رخصتی مصافحہ کرنے کے بعد گاڑی میں بیٹھا تو ضرغام نے پوچھا۔

"کہاں چلنا ہے جناب؟"

"ننگی اسٹارز۔" میں نے سرد آواز میں کہا تو سیاہ رنگ کی اسپورٹس کار حرکت میں آگئی۔ عمارت کے پھاٹک سے باہر نکلتے ہوئے ضرغام نے مجھے شیشے چڑھانے کی گزارش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ گاڑی مکمل طور پر بلٹ پروف ہے اس لیے مجھے کسی قسم کی پریشانی لاحق نہیں ہونی چاہیے۔ ضرغام ڈرائیونگ کے معاملے میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ اس نے مجھے ننگی اسٹارز کے پارکنگ لاٹ تک پہنچانے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ میں نے راستے میں ہی اس بات کا اندازہ لگایا تھا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا تھا۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ کا عمل تھا۔ گراہم کو گزشتہ رات جو سانحہ پیش آیا تھا اس نے ننگی اسٹارز کے روز مرہ کے ہنگاموں پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔ میں نے احتیاطاً اپنا آٹومیٹک چیک کیا جو اس وقت بھی میری پتلون میں موجود تھا۔ فاضل میگزین میں نے دوسری جیب میں رکھا تھا کہ خطرے کی صورت میں اسے نکالنے میں دیر نہ ہو۔

اسپورٹس کار سے نیچے اتر کر میں نے روایتی انداز میں جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور لفٹ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ شراب کی ملی جلی مہک اور قہقہوں کی آوازوں نے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔

میں قدم بڑھاتا ہوا عمارت میں داخل ہوا پھر لفٹ میں سوار ہو کر تھرڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔ لفٹ میں میں تنہا نہیں تھا میرے ساتھ پانچ افراد اور بھی تھے۔ لفٹ کی چوڑائی اور لمبائی پانچ فٹ اور نو فٹ سے کسی طرح کم نہیں ہوگی۔ دو افراد سامنے کے حصے سے ٹیک لگائے کھڑے تھے جن میں ایک مقامی اور ایک غیر ملکی باشندہ تھا۔ میں درمیان میں جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔ دروازے کے قریب ایک بدیسی شخص جو ڈیل ڈول کے اعتبار سے کسی بن مانس سے کم نہیں تھا ایک مقامی لڑکی کے ساتھ کھڑا باتوں میں مصروف تھا۔

لفٹ دوسری منزل پر رکی تو ہمارے درمیان ایک فرد کا اور اضافہ ہو گیا۔ وہ مجھے کچھ جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ خاص طور پر اس کی آنکھیں میری توجہ کا سبب بنی تھیں۔ میں ان آنکھوں کو پہلے بھی کہیں بہت قریب سے دیکھ چکا تھا۔ کہاں؟ مجھے یاد نہیں آرہا تھا۔ دروازہ بند ہونے کے بعد لفٹ دوبارہ چلی لیکن تیسری منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ غیر متحرک ہو کر رک گئی۔ پاور آف ہو جانے کے ساتھ ہی لفٹ کے اندر گھپ اندھیرا اچھل گیا۔ میری چھٹی حس میں بس اچانک ہی کسی نادیدہ خطرے کا احساس ابھر آیا۔ میں نے بڑی تیزی سے اپنی جگہ تبدیل کی۔ دوسرے ہی لمحے ایک ہلکی سی "چچ" کی آواز ابھری اس کے ساتھ ہی کوئی کراہتا ہوا دھم سے فرش پر گرا تھا۔ لڑکی کی چیخ کی آواز نے اس بات کی نشاندہی بھی کر دی کہ مرنے والا شاید اسی کا گرانڈیل ساتھی تھا۔

"وہاٹ نان سینس۔" انگریز باشندے کی آواز میرے بائیں جانب سے ابھری پھر مجھے ایسا ہی لگا جیسے دو آدمی آپس میں گتھم گتھا ہو گئے ہوں۔ میں نے ایک بار پھر اپنی پوزیشن اندھیرے میں بدلی اور جیب سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا۔ جو کچھ ہو رہا تھا میں اسے محض اتفاقیہ سانحہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ سب کچھ سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ شاید میرے دشمنوں کو ننگی اسٹارز میں میرے داخلے کی اطلاع کسی طرح مل گئی تھی اور انہوں نے جلدی میں مجھے لفٹ کے اندر ہی شکار کر لینے کا منصوبہ بنا ڈالا تھا۔

جو دو فرد آپس میں گتھم گتھا ہوئے تھے اب ان کی زبان سے مغلظات بھی نکلنا شروع ہو گئی تھی۔ ان کی پوزیشن بار بار تبدیل ہو رہی تھی۔ ایک بار وہ دونوں مجھ سے ٹکرا گئے تھے انگریز باشندہ بوکھلا کر "ہیلپ ہیلپ" کی آوازیں لگا رہا تھا۔ میں تیزی سے پنجوں کے بل اٹھا اور اندازے سے دروازے کی جانب کھسکنے لگا، پھر میرا ہاتھ کسی کے جسم سے ٹکرایا تھا۔ وہ وہی لڑکی تھی جو دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ میرا ہاتھ اپنے جسم سے ٹکراتے ہی اس نے چیخنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنا ایک ہاتھ اس کے منہ پر پوری قوت سے جما دیا اور دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے قدرے آگے کی جانب بنا دیا اور خود دیوار سے لگ گیا۔ اب وہ میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔ اس نے خود کو میری گرفت سے آزاد کرنے کی جدوجہد شروع کی تو میں نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ "بے بی زندگی چاہتی ہو تو منہ سے کوئی آواز نکالنے کی حماقت نہ کرنا۔" میری دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ لڑکی نے اپنی جدوجہد ایک دم ختم کر دی لیکن میں اس کی گہری گہری سانسوں کے زیر و بم کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

لڑکی خاموش ہو چکی تھی لیکن اس کی سانسیں اب بھی تیز تیز چل رہی تھیں' میری سرگوشی کا خاطر خواہ اثر ہوا تھا' شاید اس کے ذہن میں یہی خیال ابھرا کہ اس کے ساتھی کو میں نے ہی کسی سائلنسر لگے پستول سے ہلاک کیا ہو گا۔ وہ بظاہر پہلی نظر میں مجھے کوئی کال گرل نہیں لگی تھی لیکن مجھے اس کے کردار کے بارے میں کوئی خوش فہمی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ نیک اور شریف ہوتی تو مقامی ہونے کے باوجود ایک دیسی باشندے کے ساتھ جو اس کے مقابلے میں دیو قامت ہی لگ رہا تھا اس طرح نہ ہنس بول رہی ہوتی' اس کے علاوہ کیسینو میں کسی شریف لڑکی کے آنے کا سوال ہی نہیں تھا' دونوں کی عمروں میں اتنا تضاد تھا کہ لڑکی کو اس گرانڈیل شخص کی گرل فرینڈ بھی نہیں سمجھا جا سکتا تھا' وہ یقیناً اس لڑکی کو کسی معقول معاوضے کے عوض ہی گنی اسٹارز تک لانے میں کامیاب ہوا تھا لیکن اب شاید وہ اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ جس طرح وہ کراہتا ہوا دھم سے لفٹ کے فرش پر گرا تھا اس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا' بہر حال وہ مقامی لڑکی اب میرے لیے ڈھال کا کام دے رہی تھی۔

جو افراد آپس میں متصادم تھے ان کی زبان سے بدستور گالیوں کا طوفان جاری تھا۔ ان میں سے ایک وہی تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا اور دوسرا شخص وہی ہو سکتا تھا جو میرے ساتھ پہلے سے لفٹ میں موجود تھا۔

دوسرے فلور سے لفٹ کی روانگی کے بعد پاور فیل ہو جانے کے بعد لفٹ کا درمیان میں رک جانا محض ایک اتفاقیہ امر نہیں تھا' اس کیسینو میں یقیناً ایسے بریک ڈاؤن کے اتفاقیہ حالات سے نمٹنے کے لیے اسٹینڈ بائی جنریٹر ضرور ہو گا' بہر حال جو کچھ ہو رہا تھا وہ یقینی طور پر کسی سوچی سمجھی اسکیم کے پیش نظر ہو رہا تھا۔

اندھیرے میں ٹیپ ٹیپ کی آوازیں بدستور تھوڑے تھوڑے وقفے سے جاری تھیں' آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت پوری طرح جمی ہوئی تھی' ایک بار دونوں افراد گھپ اندھیرے میں لڑکی سے بھی ٹکرائے تھے جس سے اس کی دل کی دھڑکنیں اور سانسوں کا زیر و بم کچھ اور تیز ہو گیا تھا۔

"تمہارا ساتھی کون تھا؟" میں نے لڑکی کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"...............وہ مجھ سے ایک گھنٹا قبل آپ بار روم میں ملا تھا اور پھر........"

"پھر تم دولت کی لالچ میں اس کے ساتھ یہاں چلی آئیں۔"

"ہاں۔ آں۔"

"کیا تم اسے پہلے سے جانتی ہو؟"

"نہیں........"

"گنی اسٹارز آنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟"

"اسی موٹے آدمی نے جو شاید اب اس دنیا میں نہیں ہے

تاریخی ناول

دنیا کے نامور فاتحین	قمر تسکین	-/100
شیر مصر	قمر تسکین	-/100
شمشیر اسلام	قمر تسکین	-/100
ترک مرد میدان	قمر تسکین	-/100

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

لیکن... تم کون ہو؟" لڑکی نے سہمے ہوئے مدھم لہجے میں سوال کیا۔

"میں تمہارا دشمن نہیں لیکن اگر تم نے میری مرضی کے خلاف شور مچانے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے کہ تمہیں بھی اپنے ساتھی کے ہمراہ دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہونا پڑے۔"

"ن۔ نہیں۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں جواب دیا۔ "میں ایسا ہی کروں گی جیسا تم کہو گے۔"

تاریکی کے باوجود میرا ذہن پوری طرح جاگ رہا تھا۔ مرجینا نے میرے چہرے پر جو میک اپ کیا تھا اس کے باوجود شاید میرے دشمنوں نے مجھے پہچان لیا تھا لیکن وہ شخص کون تھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ اس کی آنکھیں میری جانی پہچانی تھیں' میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکا تھا پھر اچانک مجھے یاد آیا' میں نے اس شخص کو ایڈی کے ساتھ اس وقت کھڑے ہوئے دیکھا تھا جب پہلی بار میں تن تنہا گراہم سے ملنے گنی اسٹارز آیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کسی زہریلے ناگ جیسی خوفناک چمک تھی جو میرے ذہن کے گوشوں میں محفوظ ہو کر رہ گئی تھی اور اس وقت وہ جس شخص سے اندھیرے میں موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا وہ یقیناً ندیم کا کوئی سادہ لباس والا تھا جسے میری نگرانی پر مامور کیا گیا تھا لیکن ایک سوال اب بھی تشنہ رہ جاتا تھا' اس نے مجھے شناخت کس طرح کر لیا تھا جو وہ میرے ساتھ ہی لفٹ میں سوار ہوا تھا؟ کیا وہ محض اتفاق تھا یا کسی نے میری نشاندہی کر دی تھی؟ میرے میک اپ میں ہونے کا راز مرجینا یا ضرغام کے علاوہ کسی اور کو نہیں معلوم تھا پھر وہ راز افشا کس طرح ہوا؟ کیا مرجینا اس سازش میں شریک تھی یا پھر ضرغام

نے گاڑی سے اترنے کے بعد پہلے سے موجود ایڈی کے کسی آدمی کو میری موجودگی سے آگاہ کر دیا تھا۔

چند لمحوں تک گالیوں کی آواز بلند ہوتی رہی پھر کوئی دوسرا شخص بھی کراہ کر خاموش ہو گیا' شاید وہ بھی اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا لیکن مرنے والا کون تھا؟ ایڈی کے گروہ کا وہ شخص جو دوسرے فلور سے ہمارے ساتھ ہوا تھا یا پھر وہ شخص جو اس کے ساتھ خطرے کی بو سونگھتے ہی الجھ پڑا تھا' بہر حال میں اب پوری طرح ہر قسم کی رسک لینے کو تیار تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر کسی نے میری طرف آنے کی کوشش کی تو میں اسے بے دریغ ٹھنڈا کر دوں گا۔ لڑکی کا نازک جسم اب بھی میری گرفت میں بری طرح لرز رہا تھا۔ کوئی دوسرا موقع ہوتا تو شاید میں اس کے جسم کی حرارت سے ضرور لطف اندوز ہوتا لیکن جب انسان موت اور زندگی کے دوراہے پر کھڑا ہو تو اس وقت لڑکھڑانے کی حماقت بھی نہیں کرتا' میری بھی یہی کیفیت تھی۔ میں نے صرف اپنے بچاؤ کی خاطر اسے بطور ڈھال استعمال کر رکھا تھا۔

"بلیک ڈریگن۔" کسی نے مدھم آواز میں ندیم کا مخصوص کوڈ استعمال کیا۔ "آپ کہاں ہیں؟"

"میں خیریت سے ہوں لیکن تم نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔" اس کی سرسراتی ہوئی آواز ابھری۔ "گنی اسٹارز میں ایڈی کے کارندے بہت چوکس ہیں' وہ یہاں آنے والے ہر اجنبی کو کھنگال رہے ہیں' میں نے بھی ان ہی کی لائن پر عمل کرتے ہوئے ایک رسک لیا تھا۔"

"کیا تم نے اسے ختم کر دیا......" میں نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اسے صرف بے ہوشی کی حالت سے دوچار کیا ہے۔" اس نے بڑی بے جگری سے جواب دیا۔ "آپ یہ میرے ساتھ ہی واپس جائے گا' باس کے یہ احکام ہیں کہ فی الحال ہر قسم کے خون خرابے سے گریز کیا جائے۔"

"کیا ایڈی کے آدمیوں کے چوکس ہونے کے باوجود تم اسے آسانی سے اپنے ساتھ لے جانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔"

"یہ میرا کام ہے جسے مجھ ہر قیمت پر انجام دینا ہے لیکن اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟"

"کیا تم مجھے ایڈی کے بارے میں کچھ بتا سکو گے؟" میں نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ وہ اس وقت کہاں مل سکے گا؟"

"گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد اندرونی افراد میں افراتفری سی پھیل گئی ہے' ابھی تک اس کی اطلاع یہاں مستقل آنے جانے والوں کو نہیں ہوئی ورنہ شاید وہ ادھر کا رخ بھی نہ کرتے۔"

عظیم جرنیل بوناپارٹ کی زندگی اور کارناموں پر مشتمل ایک دلچسپ کتاب-----

نپولین بوناپارٹ

قیمت: -/75 روپے

★ ---- پروفیسر ایم اشرف

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"میں نے تم سے ایڈی کے بارے میں دریافت کیا تھا۔"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ گراہم کے بعد عارضی طور پر ایڈی اور اس کے آدمی ہی گنی اسٹارز کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔" اس شخص نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "گراہم کو اچانک اور حیرت انگیز طور پر جس صورت حال سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کے بعد ایڈی صرف ایک بار ہسپتال میں دکھائی دیا تھا اس کے بعد سے کسی کو نظر نہیں آیا۔ ممکن ہے حالات کے پیش نظر وہ انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہو۔"

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی دوسرا سوال کرتا لفٹ پاور آ جانے سے دوبارہ روشن ہو گئی۔ میں نے لڑکی کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ میرے سامنے کھڑا ہوا مقامی باشندہ ابھی تک اسی جگہ کھڑا تھا جہاں میں نے اسے لفٹ میں سوار ہونے کے بعد دیکھا تھا۔ لڑکی اور وہ دونوں اس شخص کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہے تھے جس نے دوسرے کسی بے ہوش آدمی کو کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ لفٹ کے فرش پر لڑکی کے ساتھ نظر آنے والا بھاری بھرکم شخص اوندھے منہ پڑا تھا لیکن وہ مرا نہیں تھا اس کو تاکنا"

aazzamm@yahoo.com

بے ہوش کر دینے والا "ڈارٹ" مار کر بے بس کر دیا گیا تھا جس سے میں نے فوری طور پر یہی اندازہ لگایا تھا کہ ایڈی نے اپنے آدمیوں کو مجھے زندہ گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے ہوں گے' شاید وہ جی کا ور عرف جی کا انتقام اپنی مرضی کے مطابق لینا چاہتا تھا۔

لفٹ اب تیسرے فلور کی طرف جا رہی تھی۔ لڑکی مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کہ ہم جنس باہم جنس پرواز کے مصداق وہ باور آتے ہی تیزی سے اپنے ہم وطن کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ غیر ملکیوں کی یہ فطرت ان کی بے پناہ آزادیوں کے باوجود قابل تعریف ہے کہ وہ دکھ درد میں ہمیشہ ایک دوسرے کے کام آتے ہیں اور دل کھول کر ایک دوسرے کے لیے رفاہی کاموں میں مدد کرتے ہیں' میرے لیے یہ وقت غیر ملکیوں کی فطرت کی مدح سرائی کا نہیں تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی آخری فیصلہ کرنا تھا' میں نے اس شخص کو بغور دیکھا جو دوسرے فلور سے لفٹ میں سوار ہونے والے ایڈی کے ساتھی کو کسی آٹے کی بوری کی طرح بے پروائی سے کاندھے پر لادے کھڑا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟" غیر ملکی نے سوال کیا۔

"ضرورت سے زیادہ پی لی تھی اس لیے مشکل سے قابو میں آیا ہے۔"

"اور یہ...... تو زمین پر پڑا ہے۔" اس نے بلیک ڈارٹ گن کا کوڑ استعمال کرنے والے کو مشکوک نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں نے سائلنسر لگے ہوئے کسی اسلحے کی آواز سنی تھی اور یہ فرش پر گرا تھا۔"

"خیال ہے تمہارا۔" جواب بے پروائی سے دیا گیا۔ "کیا تم اس کی جسامت اور ڈیل ڈول کو نہیں دیکھ رہے' اگر اسے قتل کیا گیا ہوتا تو اس وقت لفٹ کے فرش پر خون ہی خون ہوتا۔"

دلیل معقول تھی اس لیے مقامی شخص نے دوسرا کوئی سوال نہیں کیا۔ لفٹ کے اوپر والی سیاہ پٹی پر تین کا ہندسہ ابھرا اس کے ساتھ ہی لفٹ رک گئی۔ دونوں ملکی باشندوں نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا تھا لیکن میرے نامعلوم ساتھی نے انہیں روک دیا۔

"تم دونوں کو میرے ساتھ واپس نیچے چلنا ہوگا۔" اس کا لہجہ یکلخت بڑا سفاک ہو گیا۔ "اگر تم نے کسی مزاحمت یا آواز بلند کرنے کی کوشش کی تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

دونوں کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے' شاید انہوں نے اس کی سنجیدگی میں اپنی زندگی کی سلامتی سمجھی تھی۔ میرے پاس اب وقت نہیں تھا' لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی میں باہر آ گیا۔ ڈارٹ گن کو میں نے دوبارہ [illegible] جیب میں واپس رکھ لیا تھا۔ مجھے فوری طور پر کوئی قدم اٹھانا تھا اس سے کہ اس [illegible] کا اندیشہ بھی پیش نظر تھا کہ لفٹ کے پہنچنے کے بعد اگر ایڈی کے ساتھیوں کو حالات کا اندازہ ہو گیا تو وہ یقیناً چوکس ہو جائیں گے۔ میں نے تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن دو سیاہ سوٹ والوں نے جو وہاں پہلے سے تعینات تھے مجھے روکا' ان دونوں کی جیبوں سے سرخ رومال جھانک رہے تھے' یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس خانقی دستے کے بظاہر مہذب افراد ہیں جو گاہکوں کے لیے مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن وہ کتنے مہذب اور شریف تھے اس کا اندازہ مجھے بہت پہلے ہو گیا تھا۔ شرافت کے لباس میں ان کا تعلق اس گروہ کے اجرتی بدمعاشوں اور غنڈوں سے تھا جو خطرے کی بو سونگھتے ہی اپنے شکار کی جانب آدم خور درندوں کی طرح جھپٹتے تھے اور پل بھر میں ان کی تکا بوٹی کر ڈالنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

"ہم تھرڈ فلور پر آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔" ان میں سے ایک نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ "کیا آپ تنہا تشریف لائے ہیں؟"

"ہاں...... لیکن مجھے یہاں نیچے سے اوپر تک کوئی ایسا نوٹس بورڈ نظر نہیں آیا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہو کہ تی اسٹارز میں تنہا آنے والوں پر کوئی پابندی عائد ہے۔" میں نے ان کی مداخلت پر برا مناتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم معافی کے خواستگار ہیں جناب۔" دوسرا بولا۔ "مگر میرا خیال ہے کہ آپ شاید اس فلور پر پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں۔"

"میں تمہارے خیال کی تردید نہیں کروں گا۔" میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "میں دو روز پہلے ہی بمبئی سے یہاں ایک ضروری کنٹریکٹ سائن کرنے کے لیے آیا تھا اور آج فرصت ملتے ہی یہاں آ گیا۔ کیا تمہارا تعلق اس فلور کی انتظامیہ میں سے ہے؟"

"جی ہاں۔"

"خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔" میں نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں میری رہنمائی کرنے میں خاصے معاون اور مددگار ثابت ہو گے۔"

"کیوں نہیں۔" پہلے والے نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم تھرڈ فلور پر آنے والے ہر مہمان کو خوش آمدید کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

"مجھے بتائیں سر۔" دوسرے نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "ہم آپ کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟"

"کیا تم میرے لیے کسی خوب صورت پارٹنر کا بندوبست کر سکتے ہو؟" میں نے کسی اوباش شخص کی طرح مدھم لہجے میں دریافت کیا۔

وہ کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں دبے موبائل [illegible] روشن ہو کر اسپارک کرنے لگی۔

"ہیلو۔" اس نے میری بات کا جواب دینے کی بجائے موبائل کو کان سے لگا لیا۔ اس کا دوسرا ساتھی بدستور اپنی تیز نظروں سے میری اصلی شخصیت کا ایکسرے کرنے میں مصروف تھا۔ موبائل والا شخص ایک لمحے تک دوسری جانب سے کہی جانے والی بات کو بغور سنتا رہا۔ میں نے اس کے چہرے کے اچانک بدلتے ہوئے تاثرات کو بطور خاص نوٹ کیا تھا۔

"محترم......" اس نے موبائل پر گفتگو ختم کرنے کے بعد مجھ سے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ کو یہاں تک پہنچنے میں کسی زحمت کا سامنا تو نہیں ہوا؟"

"آئی سی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا تمہیں لفٹ میں ہونے والے حادثے کی رپورٹ مل رہی تھی لیکن اس میں بظاہر حیرت کی کوئی بات نہیں ہے' نائٹ کلبس اور کیسینو میں اس قسم کے واقعات اکثر رونما ہوتے رہتے ہیں۔ بہرحال' میں خوش ہوا کہ تمہاری انتظامیہ پوری طرح ہر معاملات پر نظر رکھنے کی عادی ہے۔"

"کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں۔" دوسرے نے پوچھا۔

"راج کشن۔" میں نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اب مجھے یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

"کوئی خاص وجہ؟"

"جہاں اتنی پابندیوں سے گزرنا پڑے وہاں انسان کھل کر انجوائے نہیں کر سکتا۔"

میں نے جانے کے ارادے سے لفٹ کی جانب قدم اٹھایا تھا لیکن وہ دونوں تیزی سے ایک بار پھر میرے راستے میں حائل ہو گئے۔

"اب کیا مصیبت ہے؟" میں نے جھلاہٹ کا اظہار کیا۔

"مجھے افسوس ہے جناب لیکن حالات کچھ ایسے ہی ہیں کہ ہمیں تمام نئے آنے جانے والوں پر کڑی نگرانی رکھنی پڑ رہی ہے۔"

"میں نے اسی لیے یہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"ہم آپ کی دوراندیشی کی داد دیتے ہیں لیکن جانے سے پہلے آپ کو ہمارے ساتھ ایک کمرے تک چلنا ہوگا۔" پہلے نے روکھے انداز میں کہا۔

"کیوں......؟" میری آواز میں برہمی تھی۔

"ہم یہ دیکھنا پسند کریں گے کہ آپ کی اصلیت کیا ہے؟" دوسرا بولا۔ "ممکن ہے آپ نے میک اپ کر رکھا ہو' بہرحال اگر ہمارا اندیشہ غلط نکلا تو ہم آپ سے دست بستہ معذرت کر لیں گے۔"

میرے لیے فی الحال مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا' میں نے ان کو باری باری غصے سے دیکھا پھر ان کے اشارے پر بائیں جانب والی مختصر اور پتلی گیلری کی جانب قدم اٹھانے لگا جس کے آخر میں ایک اسٹور روم واقع تھا جس میں دنیا جہاں کا کاٹھ کباڑ بھرا تھا' اسی اسٹور روم میں ایک ٹوٹی ہوئی میز پر ایک بوتل موجود تھی۔

"تالی سن۔" دوسرے شخص نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنے ساتھی کو مخاطب کیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اگر مسٹر راج کشن نے اپنا نام درست بتایا ہے اور ان کے چہرے پر کوئی میک اپ نہیں ہے تو اس بوتل کا محلول ان کی راست گوئی کو ثابت کر دے گا' دوسری صورت میں ہمیں ہمارا وہ شکار بھی مل سکتا ہے جس کی بگ باس کو تلاش ہے۔"

"اوہ......" میں نے ان دونوں کو دھوکا دینے کی خاطر بڑی بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ تم دونوں یقیناً کسی غلط فہمی کا شکار ہو جس کے لیے بعد میں کف افسوس ملنے کے سوا تمہیں کچھ اور حاصل نہیں ہوگا۔"

حالات نے اچانک ایسی مخدوش صورت اختیار کر لی تھی کہ میرے پاس سوائے اس کے کوئی دوسرا چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ میں انہیں اندھیرے میں رکھ کر کوئی جوابی کارروائی کر سکوں' ہمیں گیلری سے گزر کر اس اسٹور روم تک آتے ہوئے کسی اور نے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اپنی طرف سے کوئی ایسی حماقت نہیں کی جو انہیں قبل از وقت ہوشیار کر دیتی' شاید اسی لیے انہوں نے ابھی تک کسی اسلحے کی نمائش نہیں کی تھی جبکہ مجھے یقین تھا کہ ان کے پاس انتہائی جدید قسم کا کوئی نہ کوئی خطرناک ہتھیار ضرور ہوگا۔ وہ بدقماش لوگ تھے اور ہر وقت کسی بھی خطرناک پچویشن سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری طرح ہوشیار رہنے کے عادی تھے۔

"جانتے ہو کہ اگر تمہارے چہرے پر کسی قسم کا میک اپ ہوا تو اس کی سزا کیا ہوگی؟" دوسرے شخص نے انتہائی سفاک لہجے میں مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بدترین حالات سے دوچار ہو سکتے ہو۔"

"میرا خیال ہے تم اپنا اور میرا دونوں کا قیمتی وقت برباد کر رہے ہو' میں نے اس کیسینو میں آ کر یقیناً حماقت ہی کا ثبوت دیا ہے۔ شہر میں اور بھی بے شمار تفریح گاہیں موجود ہیں۔ بہرحال تم اپنی تسلی کر لو لیکن مجھے تمہاری یہ مہمان نوازی ہمیشہ یاد رہے گی۔"

"ہمیں افسوس ہے مگر ہم اپنی تسلی کرنے کے لیے مجبور ہیں۔"

"جلدی کرو۔" میں نے غصے سے تلملا کر کہا۔ "میرا قیمتی وقت مت ضائع کرو۔"

پہلے شخص نے آگے بڑھ کر بوتل اٹھائی' میں اس طرح کھڑا ہو گیا کہ اس کی پشت اپنے ساتھی کی طرف تھی' میں ان دونوں پر آسانی سے نظر رکھ سکتا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا'

aazzamm@yahoo.com

مجھے ان کے ہاتھوں موت گوارا نہیں تھی۔ میں کمانڈو ایکشن کے لیے پوری طرح تیار تھا' پہلے شخص نے بوتل کے محلول سے ایک موٹا کپڑا بھگویا پھر وہ میری جانب بڑھا تھا۔ میرے لیے وہ گھڑی آن پہنچی تھی جس کا انتظار تھا۔ پہلا شخص جیسے ہی میرے قریب آیا میں نے ذرا سا اچھل کر اپنے سیدھے گھٹنے کو پوری شدت سے اس کے پیٹ میں مارا۔ وہ "اوغ" کہتا ہوا دہرا ہو گیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور جیب سے نکال لیا۔ یہ سب کچھ جس اتنی برق رفتاری سے پلک جھپکتے ہوا کہ انہیں سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

"خبردار۔" میں نے ان دونوں کو بڑے خوں خوار انداز میں للکارا۔ "اگر تم میں کسی نے منہ سے ذرا آواز نکالی تو میں بے دریغ تمہارے جسم کو چھلنی کر دوں گا۔"

"کون ہو تم......؟"

"وہی جس کی تمہارے چوہے ایڈی کو تلاش ہے۔"

"تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکو گے۔" دوسرے شخص نے مجھے جھانسا دینے کی کوشش کی۔ "ہاں' اگر تم ہمیں چھوڑنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں ایک خفیہ راستے سے اس طرح کیسینو سے باہر نکال سکتے ہیں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی۔"

"میں یہاں سے واپس جانے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔" میں نے پہلے شخص کو جو بوتل پکڑے کھڑا تھا کراٹے کا ایک ایسا نپا تلا ہاتھ مارا کہ وہ کراہتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اب وہ تین چار گھنٹے سے پیشتر دوبارہ ہوش میں نہیں آئے گا' اب میرے لیے صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا اس نے بھاگنے کی حماقت نہیں کی لیکن وہ خوفزدہ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"میں تمہیں زندہ چھوڑ سکتا ہوں لیکن صرف ایک شرط پر۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا......؟"

"تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ اس وقت تمہارا بگ باس یعنی کہ ایڈی کہاں مل سکتا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم' شاید کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کس وقت کہاں ہوتا ہے؟"

"کوئی ایسا شخص جس پر ایڈی اعتبار کرتا ہو۔" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"میک آرتھر......" اس نے تھوڑے سے توقف سے جواب دیا۔ "جمی کے بعد آج کل وہی بگ باس کے زیادہ قریب رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی وہ مینیجر کے کمرے میں موجود ہو۔"

"کیا وہی مینیجر ہے؟"

"ہاں...... البرٹ کے آنے تک بگ باس نے کیسینو کے دیکھ بھال کی ذمے داری اسی کو سونپ رکھی ہے۔"

"ٹائی سن اور تمہارے علاوہ اس وقت تھرڈ فلور پر سیاہ سوٹ والوں کی اور کتنی تعداد موجود ہے؟"

"تین......" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"کیا آرتھر اس وقت اپنے کمرے میں تنہا ہو گا؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا' ہو سکتا ہے کہ وہ مصری کیبرے ڈانسر بھی اس کے ساتھ موجود ہو۔" اس نے قدرے نفرت سے کہا۔ "مسٹر گراہم کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہ آج کل اپنا زیادہ وقت آرتھر کے ساتھ ہی گزارتی ہے۔"

"ایک اہم بات اور۔" میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم لوگوں کو گلی اسٹارز میں میرے آنے کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی۔"

"نہیں......" وہ بڑی صاف گوئی سے بولا۔ "بگ باس کو اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم دوبارہ گلی اسٹارز میں آنے کی حماقت کرو گے مگر اس کے باوجود ہمیں بڑی سختی سے یہ احکام ملے ہیں کہ ہر آنے جانے والے پر کڑی نگرانی رکھی جائے۔"

"کیا تم سب کے ساتھ یہی سلوک کر رہے ہو جو تم دونوں نے میرے ساتھ کیا ہے؟"

وہ خاموش رہا' اس کی آنکھوں میں اچانک ابھرنے والے الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کوئی خاص بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"یہاں ہمیں نام سے نہیں نمبر سے یاد کیا جاتا ہے' میرا نمبر آٹھ ہے' ویسے میرا نام ڈسمنڈ ہے۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے اب جانے دو ورنہ میرے دوسرے ساتھی مجھے تلاش کرتے ہوئے یہاں تک بھی آ سکتے ہیں۔"

میں نے اسے غور سے دیکھا' وہ قد و قامت اور جسامت کے اعتبار سے مجھ سے بہت زیادہ ملتا جلتا تھا۔ صرف ہمارے چہرے ایک دوسرے سے مختلف تھے' میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کر لیا پھر اس پر عمل کرنے میں' میں نے زیادہ دیر نہیں لگائی' آٹومیٹک کی زد پر میں نے اسے ہاتھ اٹھا کر قریب آنے کو کہا۔

"سوچ لو' مجھے مار کر بھی تم فائدے میں نہیں رہو گے۔" ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے یہاں سے فرار ہونے کے خفیہ راستے سے آگاہ کر سکتے ہو؟"

"ہاں......" اس کی آنکھوں میں امید کی ایک کرن روشن ہوئی پھر اس نے مجھے وہ راستہ بتا دیا جس کے ذریعے کیسینو سے کسی کی نظر میں آئے بغیر باہر نکلا جا سکتا تھا۔

"میں تم پر اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اس سے پہلے میں تمہاری

تلاشی لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ میرے قریب آ گیا پھر میرے اشارے پر وہ منہ دوسری طرف کر کے کھڑا ہو گیا۔ اس کا خیال یہی تھا کہ میں اسے تلاشی لینے کے بعد چھوڑ دوں گا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا' چوٹ کھائے ہوئے زخمی سانپ کو زندہ چھوڑ دینا خود اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور میں یہ حماقت کرنے کو تیار نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کے گھومتے ہی میں نے آٹومیٹک کے دستے سے اس کی کھوپڑی پر ایک بھرپور ضرب لگائی۔ میں اس نسخے کو پولیس کی ملازمت کے دوران بھی ایک دو بار استعمال کر چکا تھا۔ اس وقت بھی مجھے ناکامی نہیں ہوئی' ڈسمنڈ کی کھوپڑی میں یقیناً متعدد تارے روشن ہو کر گھپ اندھیروں میں مدغم ہو گئے ہوں گے۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے طے شدہ پروگرام کے تحت اپنے اور اس کے لباس کو تبدیل کیا پھر اس کا موبائل اٹھا کر باہر آ گیا۔ گیلری میں اس وقت میرے علاوہ کوئی دوسرا سیاہ سوٹ والا نہیں تھا' اپنے چہرے کو چھپانے کی خاطر میں نے رومال کو جیب سے نکال کر ہاتھ میں دبا لیا تاکہ بوقت ضرورت اس کا استعمال کیا جا سکے۔ تیز تیز قدم اٹھاتا میں لفٹ تک آیا' ایک نظر میں نے اندرونی ہال پر ڈالی جہاں پہلے کی طرح اس وقت بھی خاصی رونق نظر آ رہی تھی۔ میں ایک لمحے کو رکا پھر لفٹ کو کال کیا اور اس کے اوپر آنے کے بعد میں بڑی بے پروائی سے اندر داخل ہوا اور گراؤنڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔ میرا ذہن اس وقت بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

*

جو سودا موت سے نجات حاصل کرنے کے لیے کیا جائے وہ ہمیشہ کھرا ہوتا ہے' اس میں کھوٹ کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں' ٹائی سن کا انجام دیکھنے کے بعد ڈسمنڈ کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ اس کے ستارے بھی گردش میں آ چکے ہیں' ممکن ہے اس نے ایڈی کے سلسلے میں دروغ گوئی سے کام لیا ہو لیکن میک آرتھر کے سلسلے میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہو سکتا تھا۔ آرتھر کے بارے میں زبان کھولتے وقت اس کی نگاہوں میں نفرت کا احساس جھلک رہا تھا۔ بظاہر ڈسمنڈ یا نمبر آٹھ بھی گراہم ہی کا ملازم تھا' گراہم کے بعد اسے اور اس کے ساتھیوں کو ایڈی کے اشاروں پر چلنا پڑ رہا تھا۔ سیاہ سوٹ والے خود بھی دہشت گرد اور خطرناک گروہ کے افراد تھے' ان کے لیے زندگی اور موت کی کوئی اہمیت نہیں تھی' وہ مارنے یا مر جانے کے اصول پر چلنے کے عادی تھے جس کے لیے انہیں بھاری معاوضہ ملتا تھا۔

گراہم کے بعد وہ ایڈی کو مجبوراً برداشت کر رہے تھے' یہ میرا ذاتی خیال تھا' دلیل بہت مضبوط تھی۔ انہیں یقیناً اس بات کا علم رہا ہو گا کہ ایڈی کا شمار ان چند جرائم پیشہ اور دہشت گردوں میں ہوتا تھا جس کی تلاش میں عالمی پولیس کو بھی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ وہ پولیس کے سامنے بھی گردن اکڑا کر اور سینہ تان کر چلنے کا عادی تھا۔ پولیس کی فائل پر اس کا نام ضرور موجود تھا لیکن ان کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں تھا جس کی بنا پر وہ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال سکتے۔ وہ کسی چھلاوے سے کم نہیں تھا۔ بڑی بڑی وارداتوں میں وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ پیش پیش رہتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ ابھی تک پولیس کے ہتھے نہیں چڑھ سکا تھا۔ وہ ہر واردات بڑے سائنٹفک انداز میں کرتا تھا اور اپنے پیچھے کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑتا تھا جس پر چل کر قانون اس کی گردن دبوچ سکے۔ گراہم کے سیاہ سوٹ والوں کو یقیناً اس بات کا علم رہا ہو گا کہ ایڈی کس قماش کا بدمعاش ہے چنانچہ وہ اس کے اشاروں پر چلنے کو مجبور تھے لیکن میک آرتھر...... شاید گراہم کے آدمیوں نے اسے دل سے قبول نہیں تھا۔

ڈسمنڈ کی گفتگو سے مجھے یہی اندازہ ہوا تھا' ویسے اس بات کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مرجینا کی شخصیت ڈسمنڈ اور آرتھر کے درمیان تنازعے کا سبب بن گئی ہو۔ ممکن تھا کہ ڈسمنڈ اسے کباب میں ہڈی سمجھ رہا ہوں اس لیے اس نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے گریز نہ کیا ہو اور اسی وجہ سے اس نے مجھے وہ خفیہ راستہ بھی بتا دیا جس کے ذریعے میں کسی کی نظروں میں آئے بغیر کیسینو کے اندرونی حصوں میں داخل ہو سکتا تھا۔

لفٹ سے باہر آ کر میں نے سرسری طور پر حالات کا جائزہ لیا' سب کچھ بالکل نارمل نظر آ رہا تھا۔ میں سیاہ سوٹ میں ملبوس ہونے کے بعد کیسینو کی انتظامیہ ہی کا ایک فرد نظر آ رہا تھا لیکن چہرے پر میک اپ ہونے کی وجہ سے کسی وقت بھی میرا بھید کھل سکتا تھا چنانچہ میں نے روشنی میں آنے کی حماقت نہیں کی۔ تاریکی کا سہارا لینے کی خاطر مجھے ایک طویل چکر کاٹنا پڑا جس کے بعد میں عمارت کی پشت پر اس حصے تک پہنچ گیا جہاں سے اوپر کو راستہ جاتا تھا۔ میں پوری طرح محتاط تھا' میرے ایک ہاتھ میں ڈسمنڈ کا موبائل تھا' دوسرا ہاتھ میں نے جیب میں پڑے ہوئے آٹومیٹک کے دستے پر جما رکھا تھا تاکہ اسے بروقت استعمال کیا جا سکے۔

عمارت کی پشت پر پہنچنے کے بعد میں نے الیکٹرک سب اسٹیشن سے ملحقہ اس کمرے میں داخل ہونے میں کسی جلدی کا مظاہرہ نہیں کیا' بظاہر وہاں میرے سوا کوئی اور نظر نہیں آ رہا تھا لیکن میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس چور راستے کی نگرانی پر کسی شخص کو تعینات نہ کیا گیا ہو۔ میری چھٹی حس بار بار مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی تھی کہ کوئی نہ کوئی' کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہو گا' اس نے کوئی ایسی پوزیشن حاصل کر رکھی

aazzamm@yahoo.com

ہوگی جہاں سے وہ دوسروں کی نظر میں آئے بغیر بہ آسانی ادھر آنے جانے والوں پر نظر رکھ سکے۔ ابھی میں اس خیال کی تصدیق کی خاطر قرب و جوار کا جائزہ لینے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اچانک پشت پر واقع ایک تناور درخت کی اوٹ سے ایک شخص نکل کر میرے قریب آگیا۔ وہ بھی سیاہ سوٹ میں ملبوس تھا اور یقینی طور پر میرے بھی اسی لباس میں ہونے کی وجہ سے دھوکا کھا گیا تھا۔ میں اس وقت قدرے تاریکی میں تھا اس لیے اس بات کے امکانات زیادہ روشن نہیں تھے کہ آنے والا فوراً ہی میرے چہرے کے میک اپ کو بھانپ لے گا۔

"کون ــــــ؟" درخت کی اوٹ سے برآمد ہونے والے نے میرے قریب آکر مدھم آواز میں سوال کیا۔

"نمبر آٹھ ــــــ" میں نے ڈیسمنڈ کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے سرگوشی کی۔ "تمہارا دوسرا ساتھی کہاں ہے؟"

"دوسرا ساتھی۔" وہ چونکا اور مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کے جواب سے مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا تھا وہ نشانے پر نہیں لگا تھا۔ بہرحال میں نے فوراً ہی حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"کیا ٹالی سن تمہاری طرف نہیں آیا؟"

"نہیں ــــــ" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس کی ڈیوٹی تو تمہارے ساتھ فوری طور پر تھی۔"

"ہاں ــــــ لیکن آرتھر نے اسے تمہارے ساتھ مل کر نگرانی کرنے کے آرڈر جاری کردیے تھے۔" میں نے اپنا چہرہ چھپانے کی خاطر رومال سے چہرہ صاف کرتے ہوئے کہا۔ مجھے ہر لمحہ اس بات کا اندیشہ لاحق تھا کہ کہیں وہ میرے میک اپ کے راز سے آگاہ نہ ہوجائے۔ اس کے ہاتھ میں نظر آنے والی خودکار رائفل اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے کسی پر بھی شبہ ہونے کی صورت میں بے دریغ گولی ماردینے کے اختیار بھی حاصل ہوں گے۔

"کوئی خطرہ ــــــ؟" اس نے دبی زبان میں پوچھا پھر اس طرح دائیں بائیں دیکھنے لگا جیسے خطرہ اس کے سر پر موجود ہونے کے بجائے کہیں آس پاس ہی منڈلا رہا ہو۔ وہ خاصا تناور شخص دکھائی دیتا تھا لیکن اس وقت میرے سیاہ سوٹ سے دھوکا کھا رہا تھا۔

"شاید آرتھر کو فون پر کوئی ایسی اطلاع ملی ہو جس نے اسے زیادہ محتاط رہنے پر مجبور کردیا ہو۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن ٹالی سن کو اگر میرے ساتھ نگرانی کے احکامات ملے تھے تو وہ کہاں غائب ہوگیا؟" اس کے لہجے میں اب تشویش کا عنصر بھی شامل تھا۔

"کیا آرتھر اپنے کمرے میں موجود ہے؟" میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے دریافت کیا پھر مختلف انداز میں بولا۔ "لیڈی کی اور بات تھی لیکن یہ آرتھر ــــــ اسے ہضم کرنا اب میرے اختیار سے باہر ہوتا جارہا ہے۔ خدا جانے البرٹو کب تک چارج سنبھالے گا، سنا ہے وہ مسٹر گراہم کے مقابلے میں زیادہ نرم دل واقع ہوا ہے۔"

"میں نے بھی یہی سنا ہے لیکن تم آرتھر کے خلاف کیوں ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ تم بھی اس کی وجہ سے واقف ہو۔" میں نے بدستور ناگوار انداز میں جواب دیا۔

"کیبرے ڈانسر مرجینا ــــــ؟" اس کا لہجہ معنی خیز ہوگیا۔

"ہاں ــــــ" میں نے مختصراً جواب دیا، صرف اس لیے وقت ضائع کررہا تھا تاکہ وہاں کسی اور کی موجودگی کے امکان پر غور کرسکوں اس کے علاوہ میں یہ بھی دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آرتھر کہاں ہے؟ آرتھر کی غیر موجودگی کی صورت میں میرا اوپر جانا کسی نادیدہ خطرے کا سبب بھی بن سکتا تھا۔

"ڈونٹ بی سو سنٹی مینٹل۔" اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "یہ کیبرے ڈانسرز بھی کسی کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہوتیں، مسٹر گراہم کی بات اور تھی لیکن وہ گراہم کے بعد اب مسٹر آرتھر کو صرف اس لیے شیشے میں اتارنے کی خاطر کوشاں ہوگی کہ کسی طرح اپنے کنٹریکٹ کی مدت میں اضافہ کراسکے۔"

"کیا اس وقت بھی وہ آرتھر ہی کے کمرے میں ہوگی۔" میں نے اپنے لہجے میں رقابت کے جذبے کو واضح کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میری اطلاع کے مطابق وہ پروگرام شروع ہونے سے پہلے اپنا بیشتر وقت اسی کے ساتھ گزارتی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر رائفل کو اپنی ٹانگ کے ساتھ ٹکا کر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر نکالتے ہوئے بولا۔ "دوسری ڈانسرز کے مقابلے میں مرجینا خاصی اونچی چیز معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری دال آسانی سے نہیں گلے گی۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، میرے پاس اب کسی فوری ایکشن کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ لائٹر کی روشنی میں وہ یقیناً میری اصلیت سے واقف ہوجاتا چنانچہ میں نے اسے اس کا موقع نہیں حاصل ہونے دیا۔ قبل اس کے کہ وہ لائٹر روشن کرتا میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کسی آہنی شکنجے کی طرح اس کی گردن میں ڈال دیا۔ وہ میرے سیدھے ہی ہاتھ پر کھڑا تھا اور میں نے اپنا ہاتھ سامنے کی جانب سے اس کی گردن میں ڈالا تھا اس لیے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا، اس کی گردن پیچھے کی جانب جھکتی چلی گئی۔ میں اگر زیادہ قوت استعمال کرتا تو اس کی گردن کا منکا ٹوٹ بھی سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، یکے بعد دیگرے دو معمولی جھٹکے دیے جس کے بعد وہ میری آہنی گرفت میں پھڑپھڑایا پھر اس کے ہاتھ پیر ساکت و بے جان ہوگئے، وہ بے ہوشی سے دوچار

ہوچکا تھا۔ میں نے تیزی سے اسے رائفل کے ساتھ گھسیٹ کر تناور درخت کی آڑ میں لے جاکر اس طرح اس کو تنے سے ٹکا کر بٹھا دیا جیسے وہ آرام کرنے کی غرض سے بیٹھا ہو۔ رائفل کا چیمبر خالی کرنے کے بعد میں نے اسے بھی بے ہوش شخص کے قریب ہی درخت سے ٹکا دیا تھا۔

میں نے ایک ممکنہ خطرے سے نجات حاصل کرنے کے بعد ادھر ادھر دیکھا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کمرے تک پہنچ گیا جس کے اندر سے اوپر جانے کے لیے وہ چور راستہ موجود تھا جس کی نشاندہی ڈیسمنڈ نے کی تھی۔ اوپر جانے والے گول زینے پر مدھم پاور کا ایک بلب ٹمٹما رہا تھا، احتیاطاً میں نے کسی فوری ٹکراؤ سے نمٹنے کے لیے اپنا آٹومیٹک نکال کر اس کے دستے پر اپنی گرفت مضبوطی سے جمالی۔ سیڑھیوں سے گزر کر میں اس کے اختتام پر واقع واحد دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا، دروازے سے کان لگا کر میں نے اندر کی سن گن لینے کی کوشش کی جہاں سے کسی عورت اور مرد کے ملے جلے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر میں نے دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھ کر اسے آزمایا، وہ لاک نہیں تھا۔ میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہورہی تھی، میں وہاں لیڈی کو ٹھکانے لگانے کی غرض سے آیا تھا لیکن اس کی غیر موجودگی میں بس اچانک ہی میں نے میک آرتھر سے ٹکرانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ آرتھر کے ذریعے میں لیڈی پر یہ بات واضح کرنا چاہتا تھا کہ میں اب اس کے خوف سے کسی چوہے کے بل میں چھپ کر نہیں بیٹھوں گا۔

میں نے بس ایک لمحے کو انتظار کیا پھر دروازہ کھول کر تیزی سے طوفانی انداز میں داخل ہوگیا جہاں مرجینا ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مالک کے ساتھ سامنے صوفے پر بیٹھی ہنس بول رہی تھی، میرے خیال کے مطابق وہ میک آرتھر ہی تھا۔ میں جس انداز میں داخل ہوا تھا اس سے وہ دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ آٹومیٹک کا رخ اپنی جانب دیکھ کر آرتھر نے کسی حماقت کا ثبوت نہیں دیا تھا، بظاہر اس نے اپنے اعصاب پر قابو پانے میں بڑی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، شاید وہ مجھے ابھی تک اپنے اسٹاف کا کوئی آدمی سمجھ کر شناخت کرنے کی کوشش کررہا تھا، البتہ میں نے مرجینا کی آنکھوں میں حیرت اور الجھن کے ملے جلے آثرات ضرور پڑھ لیے تھے۔ میرے چہرے کا میک اپ اسی کی کارگزاری کا مرہون منت تھا اس لیے اسے مجھے پہچاننے میں یقیناً کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا ہوگا۔ اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے کہنا چاہ رہی تھی۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا، یہاں تمہارے لیے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔" لیکن میں نے ان دونوں کو ایسی ہی نظروں سے گھورا تھا جیسے میری ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی کوئی شناسائی نہ رہی ہو۔

پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک جسے میں آرتھر سمجھا تھا بدستور مجھے گھورے جارہا تھا۔ میرے ہاتھ میں موجود آٹومیٹک دیکھ کر وہ ابھی تک الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ اس وقت آرتھر اپنی ریوالونگ چیئر پر نہیں تھا۔ جو لوگ غلط قسم کے کام کے عادی ہوتے ہیں ان کے دفتروں کے اندر جہاں وہ بیٹھتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی چور بٹن یا سوئچ ضرور ہوتا ہے جس کے استعمال سے وہ باہر والوں کو اندرونی پیش خطرے سے بہ آسانی مطلع کردیتے ہیں لیکن اس وقت کم از کم وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ میرے بارے میں اپنے گرگوں کو درپیش خطرے سے آگاہ کرسکتا۔ اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ اگر میں واقعی اس کے خیال کے مطابق اسی کے اسٹاف کا کوئی آدمی تھا تو پھر مجھے چور راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

"کون ہو تم ــــــ؟" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے خشک لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"کیا آپ اپنے عملے کے افراد سے بھی واقف ہیں؟" میں نے ڈیسمنڈ کی آواز میں ہی جواب دیا۔

"نہیں ــــــ" وہ بڑی رعونت سے بولا۔ "میں ہر کس و ناکس سے ملنا پسند نہیں کرسکتا، خاص طور پر حفاظتی دستے کے افراد کو مسٹر لیڈی ہی ہینڈل کرتے ہیں۔"

"لیکن وہ اس وقت کیسینو میں موجود نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو میں آپ کو زحمت نہ دیتا۔" میں نے قدرے اکھڑے لہجے میں جواب دیا۔ میک آرتھر کی بات سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ گارڈز آن ڈیوٹی کے تمام افراد سے واقف نہیں ہے اس لیے میرے میک اپ کا بھانڈا جلدی نہیں پھوٹے گا۔

"کیا کام ہے؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "یہ تم نے اپنا پستول میرے اوپر کیوں تان رکھا ہے؟"

"اس لیے مسٹر آرتھر کہ تم کوئی چالاکی نہ کرسکو۔" میرا لہجہ یکلخت سرد ہوگیا۔ "محبت اور جنگ میں ہر حربے کا استعمال جائز ہوتا ہے، اگر تم نے شرافت کی زبان نہیں سمجھی تو پھر مجھے گولی کی زبان میں تم سے گفتگو کرنا پڑے گی۔"

"تم نے شاید اس وقت یا تو زیادہ پی رکھی ہے یا اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔ "اگر تم نے زیادہ چڑھالی ہے تو پھر لیڈی کے عتاب سے تمہیں کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔ میں بھی نہیں، اس لیے کہ وہ ڈیوٹی کے اوقات میں کسی کو پینے کی اجازت نہیں دیتا اور تم کو یہ بھی بخوبی علم ہوگا کہ کیسینو میں اگر کوئی چڑیا بھی اس کی مرضی کے خلاف پر مارے تو اسے اس کی ہوا لگ جاتی ہے۔"

"پھر تو مسٹر لیڈی کو اس بات کا علم بھی ضروری ہوگا کہ تم میرے راستے کی دیوار بننے کی کوشش کررہے ہو۔"

aazzamm@yahoo.com

"کیا مطلب؟"

"میں مرجینا کو کیسینو کے اندر کسی اور کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا۔ مسٹر ابراہم کی اور بات تھی۔"

"لیکن میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو؟" مرجینا نے انجان بنتے ہوئے گھبرا کر کہا۔ "شاید آج میں تمہیں پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"میں اسی لیے تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرانے آیا ہوں۔" میں نے کسی پیدائشی عاشق کا رول ادا کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ "آج کے بعد تم مسٹر آرقر سے دور ہی رہو گی۔ میرا نام شہباز ہے، اس نام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو اور یہ بھی نوٹ کر لو کہ ڈھونڈنے چاہتا ہے، اسے کسی دوسرے کے پہلو میں برداشت نہیں کر سکتا، چاہے وہ اس کا باس ہی کیوں نہ ہو۔"

"گیٹ آؤٹ۔" آرقر غراتا ہوا اٹھا تھا لیکن میرا الٹا ہاتھ سیدھے شانے کی جانب اٹھنے کے بعد اس قدر تیزی اور شدت سے لہرایا کہ آرقر لڑکھڑاتا ہوا دوبارہ صوفے پر ڈھیر ہو گیا، اس کے ہونٹ سے خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی تھی۔ مرجینا نے اچھل کر ایک طرف ہونے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"یو۔۔۔۔۔ باسٹرڈ۔" آرقر آپے سے باہر ہو گیا۔ شاید اسے مرجینا کی موجودگی میں اپنی بے عزتی کا زیادہ احساس ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ بڑے غصے میں اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس بار میرا سیدھا ہاتھ پوری قوت سے اس کی گردن اور شانے کے جوڑ پر پڑا اور وہ اٹھنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کے بجائے لڑاتا ہوا فرش پر الٹ گیا۔

"مسٹر آرقر۔۔۔۔۔" میں نے اسے بڑے سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "یہ بھی اچھا ہوا کہ تم اپنے ماتحتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہو ورنہ پہلی ہی نظر میں تاڑ جاتے کہ میں وہ نہیں ہوں جو تمہیں نظر آ رہا ہوں۔"

"کون ہو تم۔۔۔۔؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے مردہ سی آواز میں دریافت کیا۔ دوسری ضرب اتنی بھرپور تھی کہ وہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"وہی جس کی ایڈی کو بڑی شدت سے تلاش ہے۔" اس بار میں نے اپنی اصلی آواز میں کہا تو آرقر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے بڑی جلدی سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی خاطر ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یہ تمہارا اور مسٹر ایڈی کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں درمیان میں نہیں آتا۔"

"کیا میں جا سکتی ہوں؟" مرجینا نے خوفزدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"زیادہ چالاک بننے کی کوشش نہ کرو۔" میرے لہجے میں سفاکی آ گئی۔ "اگر تم نے کوئی حماقت کرنے کی کوشش کی تو مجھے مجبوراً ایک گولی ضائع کرنا پڑے گی اس لیے کہ میں حسین عورتوں کو کسی زہریلی ناگن سے بھی زیادہ زہریلا اور خطرناک سمجھتا ہوں اور ناگنوں کو سر کچلنے میں ایک خاص لذت محسوس کرتا ہوں۔ کیا تم پسند کرو گی کہ میں آرقر سے نمٹنے سے پہلے تمہارے جسم کو خاک میں ملا دوں۔"

"نن۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔" مرجینا نے خوفزدہ ہو کر تھرتھرانے کی بڑی جاندار اداکاری کرتے ہوئے گڑگڑا کر کہا۔ "مجھے مت مارنا۔ تم جیسا کہو گے ویسا ہی ہو گا۔ یقین۔۔۔۔۔ میں آئندہ سے مسٹر آرقر سے دور ہی رہوں گی۔"

"آرقر۔۔۔۔۔" میں آرقر سے مخاطب ہوا۔ "تمہارے حفاظتی دستے کے تین افراد اس وقت کیسینو کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے ہیں۔ میں جان کی بازی لگا کر تمہارے آفس تک پہنچا ہوں۔ اگر زندگی چاہتے ہو تو مجھے صرف اتنا بتا دو کہ ایڈی اس وقت کہاں ملے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ شاید اس کا علم کسی کو بھی نہ ہو گا۔" اس نے جلدی سے جواب دیا۔ "ایڈی جمی کی موت کے بعد سے بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔"

"ایسی صورت میں مجھے تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا تاکہ ایڈی کے انتقام کی آگ دو آتشہ ہو جائے، جنگلی سور کا شکار کھیلنا میری ہابی بھی ہے۔"

"لل۔۔۔۔۔ لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" آرقر ہکلانے لگا۔

"کیا تم اب جان چکے ہو کہ میں کون ہوں؟"

"ہاں۔ تم۔ تم شاید شہباز ہو۔"

"تمہاری پہلی غلطی یہی ہے کہ تم میرے نام سے واقف ہو۔" میں نے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "اس کے علاوہ مجھے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جمی کی جگہ اب تم نے لے لی ہے، ایڈی آج کل تمہیں اپنا دست راست سمجھ رہا ہے اور میں نے طے کر لیا ہے کہ ایڈی کے ان تمام سیدھے الٹے ہاتھوں کو کاٹ کر اسے اپاہج کر دوں گا جس کے بل بوتے پر وہ اکڑنے کی کوشش کرتا ہے۔"

"لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟" وہ گڑگڑانے لگا۔ "اگر ایڈی مجھ پر اعتماد کرتا ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"مرجینا۔۔۔۔۔" میں نے مرجینا کو تحکمانہ انداز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم میری خاطر مسٹر آرقر کے ہاتھ پاؤں باندھنے کا کام انجام دے سکو گی۔"

مرجینا سہمے ہوئے انداز میں اٹھی پھر اس نے میرے حکم کی تعمیل میں دیر نہیں لگائی۔ آرقر نے بھی حالات کے پیش نظر کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی البتہ اس نے بے بس ہونے کے بعد بھی اپنے بچاؤ کے لیے ایک آخری کوشش اور کی۔

"تم اگر مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں منہ مانگا انعام دے سکتا ہوں۔" اس کے لہجے میں التجا تھی۔

"تمہارا اندازہ غلط ہے آرقر۔ میں نے تمہیں اغوا یا تاوان کی خاطر کوئی سزا دینے کا پروگرام نہیں بنایا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "جس روز ایڈی میرے ہاتھ آ گیا تمہیں آزاد کر دیا جائے گا، یہ میرا وعدہ ہے۔"

"میں آزاد ہو کر تمہارے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "میرا مطلب ہے ایڈی کے معمول کے مطابق تمہیں مطلع کر سکتا ہوں۔"

"آئی ایم سوری۔ میں دشمنوں کی زبان پر اعتبار کرنے کا قائل نہیں ہوں۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر میں آرقر کو اٹھا کر کندھے پر لادنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے لرز رہے تھے لیکن اس سے پیشتر کہ میں اپنے ارادے میں کامیاب ہوتا کسی نے پشت سے اچانک حملہ کیا اور آٹومیٹک میرے ہاتھ سے نکل گیا۔ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، پانسا پلٹنے کا تصور ہی میرے لیے موت سے کم نہیں تھا، مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ انہوں نے مجھے گولی مارنے سے دریغ کیوں کیا تھا جبکہ ایڈی میرے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ میرے قدم لڑکھڑا کر رہ گئے، میں نے گرتے گرتے پلٹ کر دیکھا تو وہ حملہ آور جو تعداد میں تین تھے کوئی غیر نہیں تھے۔ وہ لیڈی مکارنس کے گرگے اور میرے باڈی گارڈز تھے جنہیں میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ ان میں سے ایک نے لپک کر آرقر کو اٹھایا پھر تیزی سے کمرے سے نکل گیا، واپسی کے لیے بھی اس نے خفیہ راستہ ہی استعمال کیا تھا۔ وہ سب خطرناک اور جدید خودکار اسلحے سے لیس تھے۔ میں نے ایک نظر مرجینا پر ڈالی پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں اسے زبان بند رکھنے کی تلقین کرتا ہوا خود بھی عقبی راستے سے باہر نکل گیا۔ میرے تیز تیز قدم پارکنگ لاٹ کی جانب اٹھ رہے تھے۔ اس بڑے آپریشن کے بعد میرا جلد از جلد کیسینو کی حدود سے باہر نکل جانا بہت ضروری تھا۔ مجھے امید تھی کہ کوئی نہ کوئی ٹیکسی یا کیب مجھے ضرور دستیاب ہو جائے گی لیکن پھر میری یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔ پارکنگ لاٹ میں پہنچتے ہی جو شخص تیزی سے ایک کار کی آڑ سے نکل کر سامنے آیا وہ ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

"تم۔۔۔۔۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "کیا تم مجھے چھوڑ کر واپس نہیں گئے تھے؟"

"اس کا جواب میڈم مرجینا زیادہ بہتر طور پر دے سکتی ہیں۔ فی الحال آپ کو فوری طور پر یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

ضرغام کے جواب کے بعد میں نے اس سے دوسرا کوئی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا اور گاڑی میں خاموشی سے بیٹھ گیا، پانچ منٹ بعد ہی ہم کیسینو سے خاصی دور ایک کشادہ سڑک پر سفر کر رہے تھے۔

بالِ جبریل — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال
قیمت : -/30

ضربِ کلیم — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال
قیمت : -/40

بانگِ درا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال
قیمت : -/60

شاعرِ امروز و فردا — ڈاکٹر محمد علامہ اقبال
قیمت : -/150

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"آپ کہاں جانے کا پروگرام ہے؟" ضرغام نے سوال کیا۔

"مرجینا نے تمہیں کیا ہدایت دی ہے؟"

"میرے ذمے صرف یہی کام تھا کہ جب تک آپ کو کسی رہائشی ٹھکانے تک نہ پہنچا دوں آپ کی نگرانی کرتا رہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے اب آپ کا واپس میڈم کی رہائش گاہ پر جانا مناسب نہ ہو گا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے کسی ہوٹل تک پہنچا دو، اس کے بعد تمہارا کام ختم ہو جائے گا۔"

ضرغام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ایک بار دل میں سوچا تھا کہ اسی ہوٹل میں جاؤں جس میں ندیم اور تہمینہ کا قیام تھا، اس ہوٹل کا جو کمرا میرے نام بک تھا اس کی چابی بدستور میرے پاس تھی لیکن میں نے مصلحت کی بنا پر وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد میں ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں اپنے لیے کمرا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے ہوٹل کے رجسٹر میں اپنا نام زاہد بن عبید لکھوایا تھا اور خود کو مراکش کا باشندہ ظاہر کیا تھا۔ کاؤنٹر کلرک کے استفسار پر میں نے اسے بتایا تھا کہ میرا ایک ملازم کچھ دیر بعد میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ لے آئے گا جسے میرے کمرے تک پہنچا دیا جائے۔

aazzamm@yahoo.com

میں اس وقت اعصابی طور پر بری طرح تھکن محسوس کر رہا تھا اس لیے کمرے کو اندر سے بولٹ کرنے کے بعد بستر پر نیم دراز ہو کر لیڈی ملکارنس کے بارے میں سوچنے لگا جس کے باڈی گارڈز نے عین وقت پر کیسینو پہنچ کر میری ایک مشکل آسان کر دی تھی۔ آرتھر کو اغوا کرتے وقت میں نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اسے کہاں رکھا جائے گا۔ ابھی میں لیڈی ملکارنس کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ کمرے میں رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی اور میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ مجھے ابھی وہاں پہنچے پندرہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے پھر میرا پتا کسی اور کو کس طرح ہو گیا؟

"ہیلو۔۔۔ زاہد بن عبید۔" تیسری گھنٹی پر میں نے ریسیور اٹھا کر بدلی ہوئی آواز میں کہا۔

"بلیک ڈریگن۔" دوسری جانب سے ندیم کی مانوس آواز سنائی دی۔

"تمہیں میری اس ہوٹل میں موجودگی کا علم کس طرح ہو گیا؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے تم اس بات کو بھول رہے ہو کہ تمہیں لندن آنے کی دعوت میں نے دی تھی۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں تمہاری طرف سے ایک لمحے کو بھی غافل رہتا ہوں۔" ندیم نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت تمہارا سایہ تمہارے وجود کا ساتھ چھوڑ دے لیکن میں یا میرے ماتحت ایک پل کے لیے بھی تم سے دور رہیں یہ ناممکن ہے۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ میک آرتھر کو کون لوگ لے گئے ہیں؟"

"امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہو؟" ندیم نے میری بات کا برا منانے کے بجائے خندہ پیشانی سے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات سے انکار ہے کہ آرتھر کو اٹھا لے جانے والے لیڈی ملکارنس کے آدمی تھے۔ وہی لیڈی ملکارنس جو بالکل کالا کے انداز میں تم پر مہربان ہوتی جا رہی ہے۔ ویسے ایک بات کہوں تم نے ایک اہم محکمے سے متعلق رہنے کے باوجود کیسینو میں کسی اچھی کارکردگی کا ثبوت نہیں دیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔۔۔"

"تمہاری پہلی حماقت یہ تھی کہ تم نے کیسینو سے واپسی سے قبل اپنے اس لباس کو قطعی فراموش کر دیا جو ڈمشڈ یا نمبر آٹھ کے جسم پر موجود تھا، بہرحال اب تمہیں اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، میرے آدمیوں نے نہ صرف تمہارا لباس ضائع کر دیا ہے بلکہ اس اسٹوڈیو کو نذر آتش کر دیا جس میں تمہیں تمہاری اصلیت دریافت کرنے کے لیے لے جایا گیا تھا۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ تم نے آرتھر کو اغوا کرنے کا پروگرام بناتے ہوئے اس بہت ہی اہم نکتے پر غور نہیں کیا تھا کہ تم اسے اپنے ساتھ کہاں لے جاتے؟ کیوں، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ضروری نہیں ہے کہ میں جس محکمے سے متعلق رہ چکا ہوں وہاں کے سارے افراد ہی شرلاک ہومز کی طرح مدبر اور باصلاحیت ہوں۔"

"گویا تمہیں اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے۔"

"مرجینا کے بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے ندیم کے جملے کی کاٹ کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا وہ اپنی زبان بند رکھے گی؟"

"اس سے پوچھنے کے بعد ہی بتا سکتا ہوں۔" ندیم نے پھر طنزیہ لہجے میں کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "اگر اسے تمہیں پھنسوانا ہی مقصود ہوتا تو وہ اس وقت ہی ایڈی سے منہ مانگے دام وصول کر سکتی تھی جب تم اس کی رہائش گاہ پر تھے۔ اس کے علاوہ تم ضرغام کو کیوں فراموش کر رہے ہو جو مرجینا ہی کے اشارے پر کیسینو میں آخری وقت تک موجود تھا۔"

"تمہیں ایک اہم کام کرنا ہے۔" میں نے ایک بار دل ہی دل میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے موضوع بدلا۔ "میرا بریف کیس اور ہینڈ بیگ بھجوا دو۔"

"مجھے تمہارے اور ہوٹل کے کاؤنٹر کلرک کے درمیان ہونے والی گفتگو کی اطلاع مل چکی ہے۔ گھبراؤ مت، تمہارا مطلوبہ سامان روانہ کیا جا چکا ہے لیکن تم نے ایک تیسری غلطی اور بھی کی ہے۔"

"وہ کیا۔۔۔۔۔؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں تم نے خود کو مراکش کا باشندہ لکھوا کر کسی ذہانت کا ثبوت نہیں دیا۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "زاہد بن عبید کا نام اختیار کرنے کے سلسلے میں تم بہت سارے معقول جواز پیش کر سکتے ہو لیکن اگر کسی نے تم سے مراکش میں بولی جانے والی زبان میں گفتگو کی تو کیا تم اس کا جواب دے سکو گے۔۔۔۔؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی۔" میں نے اطمینان کا اظہار کیا۔

"اس غلط فہمی کو ذہن سے نکال دو، لیڈی ملکارنس کی وجہ سے ابھی تک انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے تمہاری نگرانی پر مامور ہیں، ہو سکتا ہے کہ انہیں بھی اس کا علم ہو چکا ہو کہ تم اس وقت کہاں مقیم ہو، ویسے اس کے امکانات بہت کم ہیں اس لیے کہ جب مرجینا کے آدمیوں نے تمہیں اغوا کیا تھا اس وقت شاید پاول کے آدمی تمہارا ٹریک کھو چکے تھے اور اس وقت تم جس میک اپ میں ہو اس میں پاول کے فرشتے بھی تمہیں شناخت نہیں کر سکتے۔ مرجینا میک اپ کے معاملے میں اپنا جواب نہیں

رکھتی۔"

"کیا تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے کسی خیال سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"صرف دو بار ملاقات ہوئی ہے لیکن جس انداز میں وہ تم پر ریجھی ہے اس انداز میں میری پذیرائی نہیں ہوئی۔"

"اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔" میں نے شوخی سے جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"موجودہ میک اپ میں تمہارا میرے ہوٹل آنا دوراندیشی کے منافی ہوگا۔" ندیم نے کہا پھر توقف سے بولا۔ "تم کل رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان مجھ سے بلیو برڈ نائٹ کلب میں مل سکتے ہو۔ ہو سکتا ہے اس وقت میں بھی کسی خاص میک اپ میں ہوں۔"

"ایڈی کے بارے میں تمہاری کیا رپورٹ ہے؟"

"فی الحال اس کا خیال ذہن سے نکال دو۔ وہ کوئی آبی پرندہ نہیں ہے جسے تم سر پر جھاڑ جھنکاڑ باندھ کر آسانی سے شکار کر لو گے۔" ندیم نے کہا۔ "اس سلسلے میں بھی تم سے کل رات ہی بات ہوگی۔"

پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا، میں دوبارہ بستر پر نیم دراز ہو کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ بیس منٹ بعد ہوٹل کے ایک ملازم نے میرا سوٹ کیس اور ہینڈ بیگ میرے کمرے تک پہنچا دیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد میں نے آپریٹر سے ڈائریکٹ لائن مانگی اور ملکارنس کیسل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ لیڈی ملکارنس سے رابطہ قائم ہونے میں مجھے زیادہ دیر انتظار کی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔

"اس وقت فون کرنے کا مقصد کیا ہے؟" رسمی گفتگو کے بعد لیڈی ملکارنس نے پوچھا۔

"میں ایڈی کا پتا معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں۔۔۔۔۔؟"

"ممی کی موت کے بعد وہ کسی درندے کی طرح میری بو سونگھتا پھر رہا ہے۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "اس سے پہلے کہ وہ میرا سراغ پا سکے میں اسے ختم کر دینا پسند کروں گا۔"

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گی۔" لیڈی ملکارنس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کوئی خاص وجہ۔۔۔۔۔؟"

"دوبارہ کبھی مجھ سے کسی بات کی کوئی خاص وجہ دریافت کرنے سے پرہیز کرنا۔" اس بار وہ جھلاہٹ سے بولی۔ "کیا مناسب ہے اور کیا نامناسب اس کا اندازہ لیڈی ملکارنس سے بہتر بھلا اور کون لگا سکتا ہے؟"

"میں اس کا اعتراف کرتا ہوں لیکن۔۔۔۔۔"

"ایک بات اور ذہن نشین کر لو۔" دوسری جانب سے میرا جملہ درمیان سے کاٹتے ہوئے خشک لہجے میں کہا گیا۔ "آئندہ تم چھوٹی چھوٹی اور فضول باتوں کے سلسلے میں مجھے فون کرنے سے گریز ہی کرنا۔"

"آرتھر کے بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ سوچنا اب میرا کام ہے، تمہارا نہیں اور مجھے اس سلسلے میں تمہارے کسی مشورے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" ایک بار پھر قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز بھی سنائی دی تھی۔ میں ایک ثانیے تک ریسیور ہاتھ میں لیے لیڈی ملکارنس کے بارے میں سوچتا رہا پھر ریسیور رکھ کر دوبارہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ کچھ دیر بعد اٹھ کر لباس تبدیل کر لوں گا لیکن ذہن پر طاری ہونے والی غنودگی اور تھکن کے شدید احساس نے مجھے اس کا موقع نہیں دیا۔

*

صندل اور لوبان کی ملی جلی تیز خوشبو میری قوت شامہ سے ٹکرا رہی تھی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا، اس خوشبو کو سونگھے مجھے ایک مدت گزر چکی تھی، پورا کمرہ اس کی تیز مہک سے بھرا ہوا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ یہ خوشبو ایک اشارہ تھی ان بزرگ کی موجودگی کا جنہوں نے صندلی انگوٹھی کے گراں قدر عطیے سے مجھے نوازا تھا۔ میرے اوپر وجد کی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی، میں دیوانوں کی طرح چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن شاید میری بصارت میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ خوشبو کی مہک تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ میں عالم کیف و مستی سے دوچار تھا، سرشاری کی کیفیت میرے وجود کے گرد احاطہ کیے ہوئے تھی پھر سفید ریش بزرگ کی وہی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی، میں نے تیزی سے اپنا رخ تبدیل کیا، وہ نورانی چہرہ جسے خدا نے اپنی بے پناہ رحمتوں سے نواز رکھا تھا، میرے سامنے موجود تھا۔ بزرگ کے بدن پر اس وقت بھی کمبل موجود تھا۔ سیدھے ہاتھ میں وہی ٹیڑھی میڑھی کراماتی لکڑی موجود تھی جس کا کرشمہ میں پنڈت جمنی دھر کے سلسلے میں دیکھ چکا تھا۔ میں نے متعدد بار بزرگ سے گڑگڑا کر اس کراماتی لکڑی کی طلب کا اظہار کیا تھا لیکن میری درخواست تاحال درخور اعتنا نہیں ہوئی تھی۔

کمبل پوش بزرگ مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر اسی لکڑی کا سہارا لیے کھڑے تھے۔ ان کے چہرے کے اطراف نور کا ایک ہالہ موجود تھا لیکن ان کی پیشانی شکن آلود تھی۔ وہ جن تیز نظروں سے مجھے ایک ٹک گھور رہے تھے میں اسے خوشی کی علامت سے تعبیر نہیں کر سکتا تھا، وہ یقیناً مجھ سے خفا تھے۔ مجھ سے کوئی ایسی غلطی ضرور سرزد ہوئی تھی جو ان کی ناراضگی کا سبب بن گئی تھی۔

لندن میں موجودگی کے دوران بھی آڑے وقتوں میں مجھے ان سفید ریش بزرگ کی یاد بارہا آئی تھی جن کی عطا کردہ انگوٹھی

aazzamm@yahoo.com

نے ہمیشہ مصیبت میں میرے وجود کو استحکام بخشا تھا۔ مجھے علم تھا کہ پنڈت جیسی دھرتی کے منڈل کو توڑنے کی خاطر میں نے جو جذباتی قدم اٹھایا تھا وہی ان کی خفگی کا سبب بن گیا تھا۔ انہوں نے بارہا مجھے کاکا کہہ کر اور پنڈت جیسی دھرتی سے دور رہنے کی خاطر اشاروں کنایوں میں تلقین کی تھی لیکن میں نے ان کا کہا نہیں مانا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر خدا کے اس برگزیدہ اور عمر رسیدہ بندے کو دیکھ رہا تھا جس کی بزرگی کا سایہ میرے اوپر کسی گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں کی طرح موجود تھا۔ ان کی صندلی انگوٹھی اس وقت بھی میری انگلی میں موجود تھی' اسی انگوٹھی کی برکتیں تھیں جس نے کاکا کی پراسرار کالی قوتوں کو بھی میرے دل کا احوال جاننے سے معذور کر دیا تھا اور لیڈی مکارنس بھی میرے دل کا حال جاننے سے مجبور تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ کوئی لازوال طاقت میرے وجود پر سایہ فگن ہے جس کے راز کو وہ ہر قیمت پر جاننے کے لیے مضطرب تھی' وہی صندلی انگوٹھی تھی جس نے لیڈی مکارنس کو میری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کیا تھا' اس نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اقرار کیا تھا کہ میری ذات میں اس کی دلچسپی صرف اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ اس لازوال قوت کا کھوج لگانے میں کامیاب نہیں ہو جاتی جس نے ابھی تک کاکا کی طرح اس کی پراسرار نگاہوں کو بھی میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچنے سے روک رکھا تھا۔ لیڈی مکارنس نے بڑے واضح الفاظ میں بتایا تھا کہ جب تک وہ پراسرار اور حیرت انگیز قوت میرے ساتھ ہے دنیا کی کوئی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔

مجھ پر کئی بار ایسے آڑے وقت آئے تھے جب موت اور زندگی کا فاصلہ میرے اوپر بہت تنگ ہو گیا تھا لیکن اس صندلی انگوٹھی کی کرامت نے معجزاتی طور پر مجھے فساد اور شر سے محفوظ رکھا تھا' میں کئی بار موت کے منہ میں جاتے جاتے بال بال بچا تھا۔ اسی انگوٹھی نے لیڈی مکارنس کی توجہ میری جانب مبذول کی تھی اور اب لیڈی مکارنس کی پراسرار قوتیں بھی میرے دشمنوں کے مقابلے پر میرا ساتھ دے رہی تھیں۔ میرے ذہن میں گزرے وقتوں کے ناساعد حالات موجزن تھے اور نگاہیں کمبل پوش بزرگ کے نورانی چہرے پر مرکوز تھیں۔

ادھر خاموشی کا یہ عرصہ قائم رہا پھر بزرگ نے مجھے سپاٹ لہجے میں مخاطب کیا۔

"مردود۔۔۔۔۔ یہ آنکھیں پھاڑے پھاڑے مجھے کیا گھور رہا ہے؟"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کر دیا۔" میں نے اپنے جذبات کی ترجمانی کی۔ "مجھے یقین تھا آپ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہیں کریں گے۔"

"پھر تو نے خیالی پلاؤ پکانا شروع کر دیا۔" بزرگ نے حسب معمول ڈنکے چھپے اشاروں میں کہا۔ "شگوفے اڑانے کی عادت ابھی تک نہیں گئی۔"

"میں آپ کی بات کا مقصد نہیں سمجھا میرے محترم۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔

"دیگ کے نیچے سے لکڑیاں کھینچ لے ورنہ سارا پلاؤ جل بھن کر راکھ ہو جائے گا۔ شعبدہ بازوں کی طرح ہوا میں قلابازی چھوڑ دے ورنہ کسی سر کے بل زمین پر گرا تو بھیجا پاش پاش ہو جائے گا۔"

"میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں بابا۔ مجھے کھل کر اپنی باتوں کے مفہوم سے آگاہ کر دیں۔" میں گڑگڑانے لگا۔

"عقل زنگ آلود ہو گئی لیکن ابھی تک سمندر کے کنارے کنارے گھوم رہا ہے۔" بزرگ نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "کسی صحرا کی طرف دوڑ لگا دے' کسی ویرانے میں جا کر مٹی میں لوٹ لگانی شروع کر دے۔ بیڑا پار ہو جائے گا۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے میرے بزرگ۔"

"میری مان تو چھچھوری کی طرح ہوا میں اڑنا چھوڑ دے ورنہ چکر گھنی ہو کر رہ جائے گا۔ سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا۔ عقل خود بخود روشن ہو جائے گی۔"

"آپ کی باتیں میرے لیے معما ہیں۔" میں نے انکساری سے کہا۔ "میں اس کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔"

"جنت میں جائے گا؟" اس بار بزرگ نے سنجیدگی سے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "وہاں تجھے انواع و اقسام کے میوے ملیں گے اگر بتیسی سلامت رہی تو اسے آسانی سے چبا لے گا ورنہ سب کچھ آخ تھو ہو جائے گا۔"

"مجھے اپنی لکڑی عنایت کر دیں بابا۔ مجھے اس کی شدید ضرورت ہے۔"

"جنت کو پکڑ لے جلدی کر۔" بزرگ کے لہجے میں وحشت کے آثار پیدا ہونے لگے۔ "اگر قدموں کے نیچے سے نکل گئی تو ساری زندگی پچھتائے گا۔ گھڑی کی سوئیاں دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر چمگادڑ کی طرح لٹک جا۔"

"میں سمجھا نہیں میرے محترم۔"

"شاید نیلی چھتری والے کو یہی منظور ہے۔" بزرگ نے چھت کی جانب دیکھ کر ایک سرد آہ بھری پھر مجھے گھورتے ہوئے بولے۔ "مردود۔۔۔۔ اندھے۔۔۔۔ نابینا۔۔۔۔ اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ مورتیوں کے پیچھے بھاگتا چلا جا۔ اندھیروں میں بھٹکتا رہ۔ بار بار لقا کبوتر کی طرح فضا میں قلابازی لگاتا رہ۔ چھتری کی طرف مت دیکھ کہ وہ تیرے بغیر ویران ہو رہی ہے۔ بدبخت! آسمان کے اوپر موجود بادل کے اس ٹکڑے کو بھی ایک نظر پلٹ کر دیکھ لے جو تیرے اوپر سایہ کیے ہوئے ہے۔ بارش شروع ہو گئی تو بس بھیگے کپڑے نچوڑتا رہے گا۔ انگلی پر لٹکے

لٹکے خشک ہو جائے گا۔"

"خدا کے لیے مجھے بتا دو بابا کہ تمہارا اشارہ کس طرف ہے؟" میں نے دوبارہ گڑگڑا کر کہا۔

"مشاہدہ۔" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح قہقہے لگانے شروع کر دیے پھر یکلخت سنجیدگی اختیار کر کے دائیں بائیں گھورتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں کہا۔ "کالی پری لال دیو سے چھکارا پا کر پھر چلبلی بازی کرنے آ رہی ہے۔ ابھی سے ٹھمکا لگانا شروع کر دو۔ وہ روٹھ گئی تو پھر تیرا کیا بنے گا؟ کٹے ہوئے کنکوے کی طرح آسمانوں پر ڈولتا رہے گا۔"

"مجھ پر رحم کرو بابا۔ تمہاری باتوں کا مفہوم سمجھنا میرے بس کی بات نہیں۔"

"نیم کی پتی چبانا شروع کر دے۔ نبولی کھایا کر۔ سارے جراثیم اتنا قتل ہو جائیں گے۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔" بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک بار پھر قہقہے لگاتے ہوئے کہا پھر خلاؤں میں گھورتے ہوئے بڑے دردناک لہجے میں بولے۔ "میں تک۔۔۔ تک۔۔۔ کی آواز سن رہا ہوں۔ تو بھی کان کھڑے کر لے۔۔۔ سوتا رہ گیا تو لاوا پھٹے گا بچارے۔ قلابازی کھا کر پلٹ جا' ناک کی سیدھ میں دوڑ لگانا شروع کر دے۔"

"حالات نے مجھے جکڑ رکھا ہے میرے محترم۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ "میرے دشمن میرے اوپر عرصہ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ موت میرے تعاقب میں ہے۔ مجھے کچھ نہیں سجھائی دیتا۔ مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"بازار سے قطب نما خرید کر چبا لے۔ ساری سمتیں روشن ہو جائیں گی۔ کیا سمجھا؟"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔ "وقت کی رفتار نے میرے اوپر تمام دروازے بند کر رکھے ہیں۔"

"بھٹکا ہے اندھے۔" بزرگ نے ایک لمحے کے لیے سنجیدگی اختیار کی پھر دیوانوں کی طرح چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے بولے۔ "آہستہ بول۔ کسی نے سن لیا تو سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل جائے گی۔ میری بات مان لے۔ بغل بجاتا ہوا جنگل دروازے سے نکل جا۔ اللہ بھلا کرے گا۔"

"میری انگلی تھام کر مجھے منزل کا راستہ دکھا دو بابا۔ میں منت کرتا ہوں۔"

"چٹنی منہ سے لگا لے۔ وقتی طور پر آرام آ جائے گا۔" بزرگ کی آنکھیں یک لخت غصے سے لال ہو گئیں۔ ان کے چہرے پر جلالی کیفیتوں کا رنگ بڑی تیزی سے گہرا ہو رہا تھا۔ مجھے گھورتے ہوئے حقارت سے بولے۔ "روشنی سے تیری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ اندھیروں میں ٹاک ٹوئیاں مارنا چھوڑ دے۔ ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ قلمی لبادوں کو تار تار کر دے۔ ناخن

روزنامہ "امروز" میں چھپنے والے
فکاہیہ اور شگفتہ کالموں کا انتخاب

گستاخی معاف

★ ---- مظفر بخاری

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

بڑھا کر خود کو لہولہان کر۔ زخموں کو چاٹا کر۔ خون کی مہک مشک و عنبر سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ تتلیوں کے پیچھے دوڑ لگانے سے باز آ جا۔ غور سے دیے اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھ۔ کالی آندھی کے جھکڑ نیچے اتر رہے ہیں۔ دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے ان کا راستہ کاٹ دے۔ چراغ کی لو ٹمٹما رہی ہے۔ دیے کا تیل ختم ہو جائے تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آتیں۔ سب کچھ منتشر ہو جاتا ہے۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں ابھریں۔ پکوڑا خالی چلے گا تو اس سے قلقاریوں کے بجائے چیخ چیں۔ چیخ چوں کی آوازیں سنائی دیں گی۔ لیکن تو۔ تو کان میں گندگی ٹھونس کر بین کی جھنجری بجانا شروع کر دے۔"

کمبل پوش بزرگ کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں لیکن میں اتنا ضرور سمجھ رہا تھا کہ ان کی آمد خالی از علت نہیں ہے۔ وہ جو خدا کے محبوب اور نیک بندے ہوتے ہیں خدا ان کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نواز دیتا ہے' روشن ضمیر کر دیتا ہے پھر ان کے لیے کون و مکان کے فاصلے باقی نہیں رہتے' ان کے قلب روشن ہو جاتے ہیں' ان کی چشم بصیرت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ گھپ اندھیروں کے باوجود وہ تاحد نظر دیکھنے کی قوت حاصل کر لیتے ہیں' وہ ارض و سما کی گردش کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں لیکن اس مقام پر پہنچنے کے بعد ان کی زبانوں پر تالے ڈال دیے جاتے ہیں' وہ خدا کے راز کو دنیا والوں پر آشکار کرنے کی

aazzamm@yahoo.com

جرأت سے محروم کر دیے جاتے ہیں' انہیں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستی کی راہ پر گامزن کرنے کی خاطر صرف اشاروں کنایوں میں گفتگو کی اجازت ہوتی ہے' کل کیا ہونے والا ہے اس کے اظہار سے ان کی قوت گویائی سلب کر لی جاتی ہے۔"

"میرے محترم۔" میں نے ان کے دل کے بھید کو پالینے کی کوشش کی۔ "میں جس راہ پر چل رہا ہوں کیا وہ قدرت کو منظور نہیں ہے۔"

"عاقبت نااندیش۔۔۔ ناسمجھ۔۔۔ اب بزرگوں کے ساتھ بھی کبڈی کھیلنے کی کوشش کر رہا ہے۔" کمبل پوش بزرگ نے میری بات کا مفہوم جان لیا تھا' جلالی حالت میں گھورتے ہوئے بولے۔ "گھوڑے دان پر جا کر رقص شروع کر دے۔ پیٹ بھرنے کے لیے گندگی میں سے بھی دانہ چگنے کی عادت ڈال لے یا پھر لنگوٹی باندھ کر جس طرف سینگ سمائیں قلانچیں بھرنا شروع کر دے۔ زقند لگانے کی عادت ڈال لے ورنہ ایک راستہ اور بھی ہے۔ بالی عمریا اور بیلی کریا کے بحر ذخار میں ناک دبا کر غوطہ لگا دے۔ جھٹکے لگا کر۔"

"میری ذہانت کا امتحان نہ لو بابا۔" میں نے گڑگڑا کر التجا کی۔ "میں بہت گناہ گار آدمی ہوں' تمہاری بلندیوں کو نہیں چھو سکتا۔ تمہیں اپنی بزرگی کا واسطہ' مجھے میرے انجام سے باخبر کر دو۔۔۔ نہیں تو میں بھٹک جاؤں گا۔"

"وہ دیکھ۔۔۔ وہ سامنے۔۔۔" کمبل پوش بزرگ نے دیوانوں کی طرح ایک جانب انگلی اٹھا کر سرگوشی کی۔ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے۔ جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔۔۔ سن۔۔۔ غور سے سن۔۔۔ طوفان اٹھنے کی آوازیں۔۔۔ شائیں۔۔۔ شائیں' آ رہی ہیں' اب سب ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گا۔۔۔ غور سے دیکھ۔۔۔ کسی بدبخت نے کتے کی دم سے پٹاخے باندھ کر اسے آگ دکھا دی ہے اور وہ بدنصیب منہ اٹھائے بھاگے جا رہا ہے۔ پکڑو۔۔۔ پکڑو۔۔۔ دوڑو۔۔۔ کہیں نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے۔"

پھر بزرگ نے دروازے کی سمت دوڑ لگا دی اور پلک جھپکتے میں میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ کمرے میں بھری ہوئی صندل اور لوبان کی خوشبو آہستہ آہستہ سمٹ رہی تھی' میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ میں نے تیزی سے اٹھ کر بزرگ کے تعاقب میں دوڑنا چاہا تو منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ میں نے آنکھیں کھولیں' کمرے میں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا پھر ٹیلی فون کی گھنٹی کی تیز آواز کمرے میں گونجی تو میں چونک اٹھا۔ میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ اتنی رات گئے کون مجھے فون کر سکتا ہے؟ میں نے سوچا پھر تیزی سے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔۔۔" میں نے دل کی دھڑکنوں کو سمیٹتے ہوئے کہا۔ "زاہد بن عبید۔"

"تم ابھی تک سوئے نہیں۔" دوسری جانب سے لیڈی مکارنس کی آواز سنائی دی۔

"سو گیا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک آنکھ کھل گئی۔" میں نے خود کو سنبھالا۔

"ہاں۔ میں تمہاری آوازیں سن رہی تھی مگر تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔"

"کیا میری آوازیں آپ تک پہنچ رہی تھیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"لیڈی مکارنس کے لیے کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔ تم کون سی زبان بول رہے تھے میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی مگر ایک بات میں بڑے یقین سے کہہ سکتی ہوں۔ کچھ دیر پہلے تم کمرے میں اکیلے نہیں تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے ایک بار پھر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ یقین کریں' میں نے جب سے کمرے میں قدم رکھا ہے اس وقت سے بالکل تنہا ہوں۔ آپ چاہیں تو اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرا سکتی ہیں۔"

"میں تصدیق کر چکی ہوں۔" لیڈی مکارنس نے بڑے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے تم کو کسی اور کی موجودگی کا علم نہ ہو یا پھر تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ بہرحال میں نے ابھی اپنی ہار تسلیم نہیں کی' ایک نہ ایک دن میں اس معمے کو ضرور حل کر لوں گی جو تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔"

"لیڈی مکارنس۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ نے جو آوازیں سنی تھیں وہ کس قسم کی تھیں؟"

"رات خاصی بھیگ چکی ہے۔ اپنے ذہن پر کسی قسم کا بوجھ نہ ڈالو' آرام سے سو جاؤ' ابھی مجھے اور تمہیں بہت سارے اہم کام سرانجام دینے ہیں۔"

دوسری جانب سے سلسلہ منقطع ہونے کی ہلکی سی کلک کی آواز ابھری تو میں نے بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا لیکن میرے ذہن میں ایک سوال بازگشت بن کر گونجنے لگا۔

کیا لیڈی مکارنس نے کمبل پوش بزرگ اور صندلی انگوٹھی کا راز پا لیا تھا یا وہ ابھی تک اندھیروں میں ہی بھٹک رہی ہے؟

٭

دوسری صبح میں بیدار ہوا تو رات کی باتیں میرے ذہن میں گونجتی رہیں۔ ندیم اور لیڈی مکارنس سے ہونے والی گفتگو کی

روشنی میں مجھے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ دونوں میری طرف سے غافل نہیں تھے لیکن مجھے سب سے زیادہ فکر کمبل پوش بزرگ کی لاحق تھی وہ ایک عرصے کے بعد مجھے نظر آئے تھے اور ہمیشہ کی طرح ڈھکے چھپے جملوں میں اپنی حدیث بیان کر کے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ ان کی باتیں میرے لیے کسی معمے سے کم نہیں تھیں۔ میں نے ہر طرح سے ذہنی جمناسٹک کر کے ان کی گفتگو کا مفہوم جاننے کی کوشش کی لیکن ان کے آخری جملوں "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے اور جنت آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔" کا اشارہ مجھے نجانے کیوں اندر ہی اندر پریشان کر رہا تھا۔ میں نے بہت غور و خوض کیا' ہر زاویے سے ان معنی خیز جملوں کے راز کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن شاید کامیابی میرے مقدر میں نہیں تھی۔ کاش میں ان جملوں کا مفہوم جان لیتا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد میں ہوٹل سے رخصت ہو گیا' میں نے اپنا لباس تبدیل کر لیا تھا لیکن میرے چہرے پر ابھی تک وہی میک اپ تھا جو مرجینا نے اپنی قیام گاہ سے رخصت کرتے وقت کیا تھا۔ میں بلاوجہ لندن کی سڑکوں اور تفریح گاہوں کی سیر کرتا رہا' شام کی چائے میں نے ایک دوسرے ہوٹل میں پی' گلی اسٹارز سے میری واپسی کے بعد وہاں کیا گزری تھی مجھے اس کا مطلق کوئی علم نہیں تھا چنانچہ میں نے ایک فون بوتھ سے جو قدرے غیر آباد علاقے میں واقع تھا مرجینا کو فون کیا۔ میں اس سے بعد کی صورت حال کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔

"ہیلو۔۔۔" دوسری جانب سے کسی مرد نے فون ریسیو کیا تھا' مجھے اس کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ ضرغام تھا۔

"ضرغام۔۔۔" میں نے اپنے دل کی مزید تسلی کرنے کی خاطر اسے نام لے کر مخاطب کیا۔ "مجھے مرجینا سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

"ہولڈ کریں۔۔۔"

میں فون بوتھ کے اندر سے بھی اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ ندیم نے اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی کہا تھا کہ چیف انسپکٹر پاول کے سادہ لباس والے غالباً اس وقت سے میرا ٹریک کھو چکے تھے جب مرجینا کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔ مجھے کسی حد تک اس بات کا علم تھا کہ پاول میری ذات میں کیوں دلچسپی لے رہا ہے لیکن ابھی تک وہ کھل کر میرے سامنے نہیں آیا تھا' شاید ابھی تک اس کے سادہ لباس والے وہ تمام کوائف حاصل نہیں کر سکے تھے جو پاول کو میرے سلسلے میں مطلوب تھے۔

"ہیلو۔۔۔ مرجینا اسپیکنگ۔" دوسری جانب سے مرجینا کی مانوس آواز سنائی دی تو میرے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"میں تم سے کچھ ضروری معلومات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" اس نے کہا۔ "تم غالباً ان حالات کی تفصیل جاننے کے لیے بے قرار ہو جو گلی اسٹارز سے تمہارے جانے کے بعد رونما ہوئے تھے۔۔۔ کیوں؟ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے۔"

"نہیں۔۔۔" میں اسے سراہتے ہوئے جواب دیا۔ "تم بلاشبہ ایک ذہین اور دوراندیش شخصیت کی مالک ہو۔"

"تم نے کیسینو میں آ کر اچھا نہیں کیا۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"تمہاری قسمت اچھی ہے جو ابھی تک کیسینو کے اجرتی بدمعاش تمہاری اصلیت کے راز سے واقف نہیں ہو سکے۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا۔ "صرف ٹائی سن اور ڈومنڈ نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھا تھا جو میں نے تمہارے چہرے پر کیا تھا لیکن تمہارے جانے کے بعد کسی تیسرے شخص نے اس اسٹور کو آگ لگا دی جس وہ دونوں بے ہوشی کی حالت سے دوچار تھے۔ آگ لگنے کے بعد ان کے جسم جل کر کوئلے کی شکل اختیار کر چکے تھے اس لیے وہ تمہاری نشاندہی نہیں کر سکے تھے' تیسرے شخص کو جسے تم نے چور راستے سے آ کر کمرے تک پہنچنے سے پہلے بے ہوش کیا تھا اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ بھی تمہارے حلیے کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اسٹور میں آگ کس نے لگائی تھی؟"

"وہ بھی تمہاری طرح میرا کوئی مہربان ہی تھا۔"

"کیسینو کے عملے کے افراد پاگل کتوں کی طرح ہر طرف تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔" مرجینا نے سنجیدگی سے کہا پھر تیزی سے پوچھا۔ "وہ لوگ کون تھے جو آر قرا کو کندھے پر ڈال کر لے گئے تھے' کیا وہ بھی تمہارے ساتھی تھے؟"

"ہاں۔۔۔" میں نے مبہم انداز میں کہا۔

"اس وقت تم کہاں سے بول رہے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ کیا تم نے ہوٹل سے ہی مجھے کال کیا ہے؟"

"نہیں۔۔۔ میں اس وقت ہوٹل سے بہت دور ہوں۔"

"میرا ایک مشورہ مانو گے۔"

"تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے کیا مشورہ دینا چاہتی ہو؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم ابھی تک اسی میک اپ میں ہو۔"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔"

"میری مانو تو وہ ہوٹل بدل دو لیکن کسی اور ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے تمہیں ایک بار پھر مرجینا کے قرب کو برداشت کرنا ہوگا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔ "تمہارا موجودہ حلیے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے' ہو سکتا ہے کسی اور نے تمہیں اس میک اپ میں دیکھ

aazzamm@yahoo.com

لیا ہو۔ اگر تم پسند کرو گے تو میں تمہارے چہرے پر کوئی اور میک اپ کر دوں گی۔"

"میں بھی اسی لائن پر سوچ رہا ہوں۔" میں نے اس کی بات کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں اپنے اصلی روپ میں واپس آجاؤں۔"

"سوچ لو..... اصلی حلیے میں آنے کے بعد ایڈی اور اس کے شکاری کتے بہ آسانی تمہارا پیچھا پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میں ایڈی یا موت سے خوفزدہ نہیں ہوں۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "کیا میں کل دوپہر میں تم سے مل سکتا ہوں۔"

"میں ضرغام کو کل گیارہ بجے تمہارے پاس بھیج دوں گی۔ وہی تمہیں میرے پاس لے آئے گا اور تمہارے لیے کسی اور ہوٹل کا بندوبست بھی کردے گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے تم بھی کسی مصیبت کا شکار ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب.....؟"

"ہو سکتا ہے کہ گلی اسٹارز کے اجرتی بدمعاش تمہاری بھی کڑی نگرانی کر رہے ہوں اور......"

"اس کی فکر مت کرو......" مرجینا نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اول تو ایسی کوئی بات نہیں ہوگی اور اگر ہوئی بھی تو وہ تمہیں شناخت نہیں کریں گے۔ رہا میرا معاملہ تو تم پریشان نہ ہو۔ میں جانتی ہوں کہ کسی پچویشن کو کس طرح ہینڈل کیا جاتا ہے۔"

"کیا گلی اسٹارز والوں کو اس بات پر حیرت نہیں ہوئی ہوگی کہ ہم نے صرف آرتھر کو کیوں اغوا کیا اور تمہیں کیوں نظرانداز کروایا؟"

"انہیں اس بات پر کوئی تعجب نہیں ہوا شاید اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ تمہارا شکار میں نہیں بلکہ آرتھر تھا۔"

"ایک اہم بات اور......" میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا ایڈی کے زرخرید کتوں نے تم سے میرے حلیے کے بارے میں نہیں پوچھا تھا؟"

"پوچھا تھا لیکن میں نے انہیں تمہارا جو حلیہ بتایا ہے شاید میں نے خواب میں بھی اس شکل کے آدمی کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"میں ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

"کچھ حساب ایسے ہوتے ہیں جو صرف دوستوں کے دل میں ہوتے ہیں۔ بہرحال، وقت کا خیال رکھنا، ضرغام کل ٹھیک گیارہ بجے تمہیں لینے پہنچ جائے گا۔" اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور جواب میں، میں بھی ریسیور کو کپ پر لٹکانے کے بعد فون بوتھ سے باہر آگیا۔ قرب و جوار میں مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا جس پر میں اپنے تعاقب کیے جانے کا شبہ کر سکتا۔

ندیم نے مجھے گیارہ اور بارہ بجے رات کے درمیان بلیو برڈ نائٹ کلب میں ملنے کو کہا تھا جو سینٹرل لندن میں پکاڈلی اسٹریٹ پر واقع تھا۔ میں وہاں دس بجے ہی پہنچ گیا۔ پکاڈلی اسٹریٹ کے خوب صورت اور حسین ہنگاموں سے لطف اندوز ہوتا ہوا میں یونہی بازار کی سیر کرتا رہا۔ چڑکی خوب صورت عمارتیں جس پر کندہ نقش و نگار قابل دید تھے، ان عمارتوں پر جھل مل کرتے ہوئے نیون سائن کی رنگ برنگی روشنیاں ایک عجیب سماں پیش کر رہی تھیں۔ پکاڈلی کا علاقہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، یہاں زیر زمین بازار، تفریحی مراکز اور ہر قسم کی دلچسپیاں لوگوں کو جوق در جوق اپنی جانب کھینچتی ہیں۔ اس علاقے میں ہر قسم کی عیاشی بھی میسر ہے، سب کچھ کھلے انداز میں بغیر کسی شرم و حیا کے برملا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرے پر انگلیاں نہیں اٹھاتا اس لیے کہ سب ہی اپنی اپنی دھن میں مست ہوتے ہیں، اتنی فرصت کسی کے پاس نہیں ہوتی جو وہ کسی اور کی نقل و حرکت پر غور کر سکے۔ یہاں کچھ ایسی خاص جگہیں بھی ہیں جہاں سوانا باتھ اور اسٹیم باتھ بھی ہوتا ہے۔

پکاڈلی اسٹریٹ کے علاقے میں سرشام ہی سے خوب صورت اور نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، خاص طور پر پکاڈلی کے عقبی حصے میں جو وہاں کا ریڈ لائٹ ایریا ہے وہاں برطانوی اور غیر ملکی حسینائیں اپنے شکار کی تلاش میں گھومتی رہتی ہیں، جس کی جیب گرم ہو وہ کھل کر عیاشی کر سکتا ہے۔

میری ان باتوں کا میری کہانی یا داستان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں اپنے پڑھنے والوں کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ہم انگریز قوم کو جتنا مہذب سمجھتے ہیں وہ قریب سے اس کے بالکل برعکس نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنی عیاشی اور تفریحات کے لیے ایسے ایسے اڈے بنا رکھے ہیں جو انسانیت کے نام پر کسی بدنما داغ سے بھی زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایسے ایسے خوب صورت اسٹیک بار، نائٹ کلبس اور بنا رکھے ہیں جس کی تفصیل کو قلم بند کرنا بھی شرافت کے منافی ہے۔ خاص طور پر برائیٹن بیچ کا علاقہ تو اپنی مثال آپ ہے، یہاں بوس و کنار نہ صرف بیک سرعام ہوتے و کھلے کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ اسی علاقے میں باقاعدہ اور قانونی طور پر ایک نیوڈ کلب (NUDE CLUB) بھی واقع ہے جہاں صرف ننگے لوگوں کا داخلہ ہی ممکن ہوتا ہے۔ اس کلب میں داخلے کے لیے ممبر ہونا ضروری ہے، بھاری فیس ادا کرنے کے بعد آپ اس تہذیب کا بطور مطالعہ کر سکتے ہیں جہاں ہر نوجوان، بوڑھا، بچہ، عورتیں اور لڑکیاں باہمی رشتوں سے بے نیاز ہو کر مادر زاد برہنہ گھومتے پھرتے اور چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ وہ اس بے غیرتی میں کوئی

عار نہیں سمجھتے۔ ماں باپ، بیٹی، بھائی اور بہن سب ہی کپڑوں کی قید سے آزاد نظر آتے ہیں۔ کوئی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ ... ایک عام انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا اور یقین کر لینے سے قاصر ہے لیکن اس کڑوی حقیقت سے کوئی انکار بھی نہیں کر سکتا۔

بہرحال میں تقریباً ایک گھنٹے تک پکاڈلی کی رنگینیوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر ٹھیک گیارہ بجے میں ٹکٹ لے کر بلیو برڈ نائٹ کلب میں داخل ہو گیا جہاں مستیاں اور بہکتے ہوئے نظارے اپنے پورے شباب پر تھے۔ لڑکیوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی تھی جن کے جسم پر نظر آنے والا لباس نہ ہونے کے برابر تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے بہکی بہکی مصنوعی اداؤں اور مہکتے ہوئے جسموں کے ہجوم سے گزرتا ہوا ایک ایسے گوشے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں ایک دو میزیں خالی تھیں لیکن ان پر بھی ریزرو کی تختیاں موجود تھیں۔ بیٹھنے کے لیے کوئی ایک نشست بھی خالی نہیں تھی۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا لیکن اسی وقت ایک کاؤبوائے ٹائپ کے شخص نے میرا راستہ روک لیا۔ اس کے جسم پر جینز کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ نظر آرہی تھی، سر پر ایک بڑا ہیٹ موجود تھا، اس کی داڑھی جھاڑ جھنکار کے مانند بڑھی ہوئی تھی۔ پہلی نظر میں، میں اسے کسی ساحلی علاقے میں رہنے والا مچھیرا ہی سمجھا تھا۔ میں نے اس سے کترا کر نکل جانے کی کوشش کی تو اس نے بڑی بے تکلفی سے میرا ہاتھ تھام لیا اور ہونٹوں کے درمیان پھنسے ہوئے موٹے سگار کو تقریباً چباتا ہوا بولا۔

"مایوس مت ہو مائی ڈیئر۔ جن میزوں پر ریزرو کی تختیاں رکھی ہوئی ہیں ان میں سے ایک میرے لیے مخصوص ہے۔ کیا تم میرے ساتھ بیٹھ کر ایک جام پینا پسند کرو گے؟"

میں چونک اٹھا، وہ آواز ندیم کے سوا کسی اور کی نہیں تھی لیکن اس وقت وہ جس حلیے میں تھا اس میں، میں تو کیا شاید تسنیم بھی اسے ندیم کی حیثیت سے شناخت نہیں کر سکتی تھی۔

ندیم کو اس حلیے میں دیکھ کر مجھے حیرت ہی ہوئی تھی۔

لیڈی مکارنس کے علاوہ خود گراہم نے بھی ایک بار مجھ سے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ جب تک اس کے اور ندیم کے درمیان کاروباری تعلقات استوار ہیں، گراہم کے اجرتی بدمعاش اور قاتل اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے مگر اب گراہم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ وہ ہسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ جس کی موت نے ایڈی کو میرا خطرناک ترین دشمن بنا دیا تھا۔ وہ اور اس کے گرگے لندن کے شہری اور نواحی علاقوں میں ہر جگہ میری بو سونگھتے پھر رہے تھے۔ اب میک آرتھر کے اغوا کے بعد تو وہ اور زیادہ بلبلا اٹھا ہوگا۔

گراہم نے ایڈی کی خدمات حاصل کرنے کے بعد اسے مارٹن اور بارڈو کی موت کی کہانی سے بھی ضرور باخبر کیا ہوگا۔ ایڈی کو یقیناً اس بات کا علم بھی ہوگا کہ میرے اور ندیم کے درمیان کس قسم کے تعلقات تھے۔ ایسی صورت میں وہ براہ راست ندیم کو بھی تھوڑی بہت زک پہنچا کر اپنے دل کا غبار ہلکا کر سکتا تھا اور اگر ندیم کو اس بات کا یقین تھا کہ گراہم کی طرح ایڈی بھی اس وقت تک اس کے اوپر ہاتھ ڈالنے کی حماقت نہیں کرے گا جب تک گلی اسٹارز کے تمام شیئرز گراہم کی تحویل میں نہیں پہنچ جاتے۔ تو پھر اسے اس وقت میک اپ میں ہونے کی کیا ضرورت درپیش آگئی تھی؟ کیا اس نے وہ میک اپ محض مجھے دشمنوں کی نگاہوں سے محفوظ کرنے کی وجہ سے کیا تھا؟ اسے آواز کے ذریعے شناخت کر لینے کے بعد ہی میں اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔ ندیم نے ریزرو کی تختی اوندھا دی تھی اور عجیب مضحکہ خیز انداز میں سگار چبا چبا کر اس کے کش لگا رہا تھا۔

میز پر بیٹھنے کے بعد اس سے پیشتر کہ ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا ایک خوبصورت لڑکی جس نے مختصر لباس پہن رکھا تھا اور خاصی بدمست نظر آرہی تھی انتہائی بے تکلفی سے سگریٹ کا دھواں اڑاتی ہمارے درمیان آکر کھڑی ہو گئی۔ وہ یقیناً کال گرل ٹائپ ہی کی کوئی لڑکی تھی جنہیں قمار خانوں اور شبینہ کلبوں میں مستقل طور پر یا کمیشن پر رکھا جاتا تھا۔ ان کا کام یہی ہوتا تھا کہ وہ گاہکوں کو پھانس کر انہیں پینے پلانے پر آمادہ کریں۔ اس کی عمر زیادہ نہیں تھی۔ چہرے کے نشیب و فراز میں بھی ایک معصوم قسم کی تازگی موجود تھی۔ وہ کوئی مقامی ہی دکھائی دے رہی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے کرسی پر اپنے خوبصورت اور حسین وجود کو گراتے ہوئے ندیم سے پوچھا۔ "کیا تم میری کمپنی پسند کرو گے؟"

"تمہارا خوبصورت سا نام کیا ہے؟" ندیم نے کسی پروفیشنل عیاش کے سے انداز میں پوچھا۔

"تم جس نام سے جی چاہے پکار لو۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بڑے فلسفیانہ لہجے میں بولی۔ "نام بدل جانے سے میری حیثیت میں کوئی فرق نہیں آجائے گا۔"

"بلیو برڈ میں کب سے ہم جیسے بھولے بھالے گاہکوں کا شکار کھیل رہی ہو؟" ندیم نے معنی خیز انداز میں سرگوشی کی۔

"تم..... اور بھولے بھالے" وہ سگار کا دھواں اڑانے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر بولی۔ "میں نے تمہیں آج یہاں پہلی بار دیکھا ہے لیکن تم وہ نہیں ہو جو بظاہر دکھائی دے رہے ہو۔ ایک نمبر کے گھاگ معلوم ہوتے ہو۔"

"اور تم؟"

"میں بلیو برڈ میں آٹھ سال سے کال گرل کا دھندا کر رہی ہوں۔ کیا تم یقین کرو گے؟"

aazzamm@yahoo.com

"تمہاری عمر اس وقت کیا ہوگی؟"

"پینتیس سال۔" وہ سگار کا کش لگا کر ندیم کے چہرے پر دھواں چھوڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم عمر پوچھ کر کیا کرو گے تجربے کی بات کرو مائی ڈیئر۔ آٹھ سال کا تجربہ اس پروفیشن میں کم ہی لڑکیوں کو ہوتا ہے لیکن وہ اتنی سیکسی اور کمسن نظر نہیں آتیں جتنی میں نظر آرہی ہوں۔ چھوڑو ان فضول باتوں کو۔ یہ بتاؤ پیو گے کیا۔ اسکاچ' برانڈی' وسکی یا بیئر؟"

"بیئر از نو فیئر (بیئر پینے میں خطرہ نہیں)" ندیم نے اس کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آئی نو۔ وسکی از آلویز رسکی۔" وہ ایک آنکھ کی پلک جھپکا کر کاروباری لہجے میں بولی۔ "لیکن بیئر میں کمیشن زیادہ نہیں ملتا۔"

"اس کی فکر مت کرو۔" ندیم نے ایک بڑا نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں بڑی بے تکلفی سے دباتے ہوئے کہا۔ "میں ہمیشہ ایڈوانس دینے کا عادی ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا؟"

"میں رقابت پسند نہیں کرتا۔" ندیم بولا۔ "تم کال گرلز ایک وقت میں کئی گاہکوں کو الو بناتی ہو لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا اور جو چیز مجھے پسند نہ ہو اسے میں برداشت نہیں کرتا۔"

"خاصے پرانے کھلاڑی نظر آتے ہو اور خطرناک بھی۔ پرانی کہانیوں کے ان خطرناک بلیک ڈریگن کی طرح جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ جب وہ سانس لیتے تھے تو ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔"

میں بلیک ڈریگن کے حوالے پر چونکا۔ وہ ندیم کا مخصوص کوڈ تھا جو ایک دوسرے کو شناخت کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ میرا اندازہ غلط ثابت نہیں ہوا۔ وہ کال گرل بھی ندیم کی کوئی پرانی واقف کار تھی جس نے کوڈ ورڈ میں اپنی شناخت کرادی تھی۔

"تم واقعی حسین بھی ہو اور دور اندیش بھی۔" ندیم نے جیب سے ایک سگریٹ کیس نکال کر میز پر رکھ دیا پھر ایک عجیب قسم کا لائٹر نکال کر اسے سگریٹ کیس پر رکھتے ہوئے بولا۔ "کیا تمہیں بارٹینڈر پر اعتماد ہے؟"

"ہاں۔ میں اسے بہت دنوں سے جانتی ہوں اور پھر اس طرح اسے کمیشن بھی اس کی توقع سے زیادہ ملے گا۔ بڑا خبیث اور لالچی آدمی ہے ہر لڑکی سے کمیشن بھی لیتا ہے اور......"

"پھر وسکی کی بوتل کا آرڈر دے دو۔" ندیم نے لہرا کر جواب دیا تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔

"کیا تم اس لڑکی کو پہلے سے جانتے ہو؟" میں نے لڑکی کے جانے کے بعد ندیم سے دریافت کیا۔

"تمہیں اس بات کا شبہ کس طرح ہوا؟"

"تمہارا کوڈ ورڈ۔"

"مجھے خوشی ہے کہ اب تم بالغ ہوتے جارہے ہو۔" ندیم نے مسکرا کر جواب دیا پھر ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کا جائزہ لینے لگا۔

لڑکی کی واپسی میں پندرہ منٹ لگے تھے۔ اس بار وہ تنہا نہیں تھی۔ ایک سروس کرنے والا بیرا بھی اس کے ساتھ تھا جس نے ٹرے میں پینے پلانے کے تمام لوازمات سجا رکھے تھے۔ وہ تمام چیزیں میز پر رکھ کر چلا گیا تو ندیم نے لڑکی سے پوچھا۔

"کیا اس وقت بھی اس کے گروہ کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے؟"

"نہیں۔" لڑکی نے بڑے ناز و ادا سے تین جام تیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کل ایک مرغا آیا تھا۔ میں نے اسے دانہ ڈال دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے ذریعے ہم اپنے مطلوبہ آدمی تک پہنچ جائیں۔"

میں اپنے پڑھنے والوں کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں نے شراب کو کبھی منہ نہیں لگایا لیکن ندیم کے اشارے پر میں نے اپنا جام اٹھا کر ایک چسکی لی۔ بوتل کے اندر اناناس کا جوس تھا لیکن اوپر بلیک ڈاگ کا باقاعدہ لیبل موجود تھا۔ ندیم نے شاید پہلے ہی سے تمام اہتمام کر رکھا تھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ جس شخص کو تم نے گھاس ڈالی ہے وہ آسانی سے زبان کھول دے گا؟"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں اور پھر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے لے کر بڑے بڑے ڈاکوؤں تک نے کسی نہ کسی حسین عورت ہی کے دام میں گرفتار ہو کر مات کھائی ہے۔" لڑکی نے پراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں جانتی ہوں کہ مرد کس نازک وقت پر دل اور ہوس کے ہاتھوں مجبور ہو کر سب کھایا پیا اگل دیتا ہے۔"

"تم اس قدر خاموش کیوں بیٹھے ہو؟" اس بار ندیم نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا میں گفتگو کر سکتا ہوں؟" میں نے کن انکھیوں سے لڑکی کی طرف دیکھا جو چپس کھانے میں مشغول تھی۔

"میں نے شاید تمہیں تفصیلی گفتگو کی خاطر یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔" ندیم نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اس حسین تتلی پر اعتماد کر سکتے ہو۔ اپنے ہی قبیلے کی ایک ہوشیار اور دور اندیش لڑکی ہے جو اب تک بے شمار کارہائے نمایاں انجام دے چکی ہے۔"

"مرجینا کا خیال ہے کہ مجھے اپنا موجودہ میک اپ فوری تبدیل کر کے کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو جانا چاہیے۔"

"اس کا مشورہ نہایت مناسب اور معقول ہے۔ اس نے کل دوپہر گیارہ بجے ضرغام کو تمہارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ میرا مشورہ بھی یہی ہے کہ تمہیں مرجینا اور ضرغام دونوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔ دونوں ہی بہت کام کے آدمی ہیں۔"

"ضرغام کے میرے پاس آنے کی اطلاع تمہیں کس نے دی؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"مرجینا نے اس سلسلے میں فون پر مجھ سے تبادلہ خیال کیا تھا۔" ندیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ تمہارے سلسلے میں بہت جذباتی ہو رہی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس نے کھل کر کچھ نہیں کہا لیکن میرا اندازہ یہی ہے کہ وہ تمہارے دام الفت میں بری طرح پھنس کر رہ گئی ہے۔"

"میں آپ کو پیشگی مبارکباد دیتی ہوں۔" لڑکی نے جو اب خاصی بہکنے لگی تھی مجھے شوخ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "لندن کے بڑے بڑے لارڈز اور امراء بھی مرجینا کو اپنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں لیکن شاید وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔"

"مجھے ایڈی کا پتا درکار ہے۔" میں نے لڑکی کی بات اور اس کی معنی خیز مسکراہٹ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"جلد بازی سے کام مت لو۔" ندیم نے گلاس اٹھا کر بالکل عادی شرابیوں جیسے انداز میں ایک گھونٹ لیا پھر سگار کا دھواں اڑاتے ہوئے بولا۔ "میرے اپنے آدمی بھی اس کی تلاش میں ہیں لیکن ابھی تک وہ بھی اس کا کوئی سراغ نہیں پا سکے۔ شاید وہ حالات کے پیش نظر انڈر گراؤنڈ ہو گیا ہے۔ جمی کی موت، گراہم کی دیوانگی اور اب میک آرتھر کی لاش۔ ان تینوں واقعات نے اسے اور زیادہ محتاط کر دیا ہے۔"

"میک آرتھر کی لاش۔" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "لیکن اسے تو......"

"پرانی بات ہے۔" ندیم نے کہا۔ "آج صبح میک آرتھر کی لاش کنگ اسٹارز کے عقبی حصے میں پڑی پائی گئی ہے۔ اس کے جسم پر کسی قسم کی خراش کا کوئی معمولی سا نشان بھی نہیں تھا۔ پوسٹ مارٹم کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق اس نے ضرورت سے زیادہ پی لی تھی جو اس کی موت کا سبب بن گئی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے ندیم کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آرتھر کا ایسا ہی انجام مناسب تھا؟"

"ہاں۔ لیڈی ٹلاورنس نے آرتھر کی لاش کا تحفہ جس انداز میں پیش کیا ہے وہ حقیقی طور پر اس کی ذہانت کی دلیل ہے۔"

ندیم مجھ سے گفتگو بھی کرتا جارہا تھا اور لوگوں کو دکھانے کی خاطر لڑکی سے چھیڑ خانی کرنے میں بھی مصروف تھا۔ میں کچھ دیر خاموش بیٹھا آرتھر کے انجام کے بارے میں سوچتا رہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟"

"ایڈی میرا شکار ہے اس لیے اس کی کمین گاہ کا علم ہو جانے کے بعد تم سب سے پہلے مجھے اس کی اطلاع دو گے۔ تم یا تمہارے آدمی اسے ٹھکانے لگانے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"اس کا فیصلہ ایڈی کے منظر عام پر آنے یا اس کا سراغ مل جانے کی صورت میں ہی کیا جا سکتا ہے۔"

"تم مجھے جتنا بزدل یا ڈرپوک سمجھ رہے ہو میں اس کے بالکل برعکس ہوں۔" میں ٹھوس لہجے میں بولا۔ "یہ اور بات ہے کہ میں نے آج تک بلاوجہ کسی انسان کا شکار نہیں کیا لیکن ایڈی ایسا خطرناک درندہ ہے جس کو بخش دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ میرے جسم میں پٹھانوں کا گرم لہو دوڑ رہا ہے۔ تم مجھے صرف ایڈی کا پتا بتا دو اس کے بعد میں جانوں اور میرا دشمن۔"

"ایک بات کہوں مائی ڈیئر۔" اس بار لڑکی نے بے تکلفی سے میرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر نشیلے لہجے میں کہا۔ "ایڈی کا خیال اپنے ذہن سے کھرچ کر نکال دو۔ وہ کم از کم تمہارے بس کا نہیں ہے۔"

میں نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے خشک انداز میں لڑکی کو گھورا۔ "میں لڑکیوں کو منہ لگانے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ہائے۔" لڑکی نے بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ "شاید تمہاری اسی ادا نے مرجینا کو تمہارا غلام بنا دیا ہے۔ یو آر رئیلی ویری سوئٹ اینڈ چارمنگ۔ تم کو شاید قدرت نے چاہے جانے کے لیے ہی تخلیق کیا ہے۔"

میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی حدت تیز ہو گئی۔ میں نے لڑکی کو حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک لمبے تڑنگے شخص نے جو صورت ہی سے کوئی تھرڈ ریٹ بدمعاش نظر آرہا تھا اور ہم سے ایک میز چھوڑ کر تیسری میز پر ایک کال گرل کے ساتھ بیٹھا راز و نیاز میں مصروف تھا تیزی سے اٹھ کر ہماری میز کے قریب آیا اور آتے ہی لڑکی سے کہا۔

"ہنی۔ تم کتنی دیر میں فارغ ہوگی؟"

"اپنی میز پر جاؤ۔" ندیم کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نے حقارت سے کہا۔ "میں کاروباری اوقات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتی۔ خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو جس نے شادی کرنے کے پندرہ روز بعد ہی میری ماں کو طلاق دے دی تھی۔ اسی کی مہربانی نے آج مجھے اس محفل کی زینت بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ چلے جاؤ۔ میں اس وقت مصروف ہوں۔" لڑکی نے آخری جملہ اتنی اونچی آواز میں کہا تھا کہ قریب [illegible] ہوئے افراد کے علاوہ [illegible] کے دیگر افراد بھی چونک اٹھے تھے۔

"تم نے اپنی مصروفیت کی جو قیمت وصول کی ہے میں اس سے دگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

"شٹ اپ اینڈ گیٹ لاسٹ۔" لڑکی نے ایک بار پھر بلند آواز میں اسے نفرت سے جواب دیا۔

"سوچ لو ہنی۔" نووارد کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ "تم اپنے لانگ فیلو جیسی کنگ آف دی نائٹ کلبس سے دشمنی مول لے کر اچھا نہیں کر رہی ہو۔ تمہیں اس وقت کی بے رخی تمہارے اندازے سے بھی زیادہ مہنگی پڑ سکتی ہے۔"

لڑکی جسے ہنی کہہ کر مخاطب کیا جا رہا تھا کچھ سخت جواب دینا چاہتی تھی لیکن اسی وقت ندیم جو ایک لمحہ پہلے بالکل بے پروا نظر آ رہا تھا حیرت انگیز پھرتی سے اٹھا پھر اس کا ہاتھ پوری شدت سے بجلی کے مانند لہرایا اور لانگ فیلو لڑکھڑاتا ہوا برابر والی میز کے لوگوں پر جا گرا پھر اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر کوئی جوابی کارروائی کرتا' بلیرڈ کے دو ویٹر جو خاصے گٹھے ہوئے جسم کے مالک تھے تیزی سے لپکے اور لانگ فیلو کو اس طرح گھسیٹتے ہوئے کلب سے باہر لے گئے جیسے قصائی کسی مردہ جانور کو گھسیٹتا ہے۔ ایک لمحے کے لیے کلب کے ماحول میں جو افراتفری کی فضا قائم ہوئی تھی وہ دوسرے ہی لمحے دور ہو گئی۔ ہنی کے چہرے سے ابھی تک نفرت اور حقارت کے تاثرات مترشح تھے۔

"بھول جاؤ اسے۔" ندیم نے بے پروائی سے پے در پے دو تین گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "آئندہ وہ تم سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

"عشق پر کسی کا زور نہیں چلتا۔" میں نے ہنی کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "مرجینا کا عشق بھی تمہارے لانگ فیلو ہی کی طرح شاید ون وے ٹریفک کے اصولوں پر چل رہا ہے۔"

ہنی نے مجھے ایک پل کے لیے گھور کر دیکھا پھر اناناس کے جوس سے شراب کا ذائقہ کشید کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئی۔

"پاول کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اس بار میں نے ندیم کو مخاطب کیا۔ "کیا یہ درست ہے کہ وہ میرا ٹریک کھو بیٹھا ہے یا جان بوجھ کر اس نے اپنے آدمیوں کو دور رہنے کی ہدایت کر دی ہے۔"

"پاول کے پاس تمہارے خلاف کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر وہ قانونی چارہ جوئی کر سکے۔" ندیم نے کہا۔ "اسے زیادہ اہمیت نہ دو۔ وہ صرف لیڈی مکارنس کی وجہ سے تمہارے اندر دلچسپی لے رہا ہے۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اس بات کا اعتراف تمام مقامی لوگوں کو ہے کہ لیڈی مکارنس کی پراسرار نگاہیں دیوار کی دوسری جانب بھی دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ایسی شکل میں پاول کا جان بیگو والا روپ کیا معنی رکھتا ہے۔"

"تم ایک بات اہم بات کو فراموش کر رہے ہو۔"

"وہ کیا؟"

"خود لیڈی مکارنس نے بھی ابھی تک جان بیگو کے چہرے سے نقاب ہٹا کر اسے انسپکٹر پاول کے اصلی روپ میں لانے کی کوشش نہیں کی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ "تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ ان دونوں کی ملی بھگت ہوگی؟"

"ہو بھی سکتی ہے۔" ندیم نے نفرت کا اظہار کیا۔ "ہم جس قوم اور جس ماحول کے اندر اس وقت سانس لے رہے ہیں اس کی سیاست میں خاموشی سے نقب زنی کے ذریعے دوسروں پر حکومت کرنے کا قبیح فعل بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ یہاں اکثر و بیشتر شاہی خاندان کے مرد اور عورتوں کے بارے میں بھی کس قدر شرمناک واقعات جنم لیتے ہیں۔ ان بے ہودہ داستانوں کو اخبارات ہوا دیتے ہیں پھر کتابی صورت میں اس کی لاکھوں اور کروڑوں کاپیاں بین الاقوامی بازار پر فروخت ہوتی ہیں لیکن کوئی جوابی کارروائی کرنے کے بجائے کوئی ایک یا دونوں فریق اپنے جنسی تعلقات کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ یا خاموشی سے اپنی شہرت سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ اس قوم کے افراد سے ہر بات ممکن کہی جا سکتی ہے۔"

"ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں پہنچ گئے۔" ہنی نے کہا۔ "فی الحال ہمارا کام صرف اس قبر کو کھودنا ہے جہاں لیڈی نے اپنے آپ کو روپوش کر رکھا ہے۔"

"فکر مت کرو۔ اگر وہ ابھی تک اسی شہر میں موجود ہے تو میرے آدمی بہت جلد اسے تلاش کر لیں گے۔" ندیم نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس کو بے نقاب کرنے کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔"

"وہ کیا؟" ندیم نے مجھے غور سے دیکھا۔

"میں زاہد بن عبید کا حلیہ ترک کر کے اپنی اصل شکل میں سامنے آ جاؤں۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" ندیم نے تیزی سے کہا۔ "لیڈی نہ صرف یہ کہ نہایت عیار اور چالاک ہے بلکہ انتہائی کینہ خصلت بھی واقع ہوا ہے۔ وہ سامنے آنے کے بجائے اپنے آدمیوں کے ذریعے بھی تمہیں ٹھکانے لگوا سکتا ہے۔"

"البرٹو کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟" ہنی نے ندیم سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر اندر کی اسٹارز کا چارج سنبھال لے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس بزنس کو وائنڈ اپ کرنے کی خاطر اپنے تمام شیئرز فروخت کر دے۔ ایسی صورت میں کی اسٹارز پر مکمل میرا قبضہ ہو گا۔"

"کیا تم نے اس سلسلے میں البرٹو سے کوئی بات کی ہے؟"

"نہیں۔" ندیم مسکرایا۔ "میرے بات شروع کرنے کی صورت میں شیئرز کی قیمت میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری شکل میں مجھے یقین ہے کہ البرٹو سب سے پہلے مجھ ہی سے صلاح مشورہ کرے گا۔"

ٹھیک اسی وقت کسی جھینگر کے ٹرٹرانے کی بڑی مدھم آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی ندیم نے اپنا لائٹر اٹھا لیا۔ سگار ایش ٹرے میں رگڑنے کے بعد اس نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر جلدی سے سلگایا پھر لائٹر کو ہتھیلی پر رکھ کر کان کے قریب کر لیا۔ بظاہر یہ سب کچھ نیچرل نظر آ رہا تھا۔ لائٹر کو جلانے کے بعد سے جھینگر کی آواز بھی یکلخت ختم ہو گئی تھی۔

"میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" میں نے ندیم سے کہا۔ "کی اسٹارز کے مکمل حصول کے بعد تمہاری پریشانیوں میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

ندیم نے کوئی جواب نہیں دیا' خاموش بیٹھا کچھ سوچتا رہا۔

"میری مانو تو تم اپنے شیئرز بھی البرٹو کے ہاتھوں فروخت کر دو۔" میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

ندیم بدستور کسی خیال میں گم نظر آ رہا تھا۔ اس کی خاموشی میرے علاوہ ہنی کو بھی گراں گزر رہی تھی۔

"کیا آج کل تم نے فلسفے کی کسی دقیق کتاب کا مطالعہ شروع کر رکھا ہے؟" میں نے ندیم سے سوال کیا۔

"ہنی۔" ندیم نے اس بار بڑی سنجیدگی سے لڑکی کو مخاطب کیا۔ "میرا ایک کام کرو۔ میں تمہیں ایک نمبر دے رہا ہوں۔ کلب کے باہر جو فون بوتھ موجود ہے تم اسے استعمال کرو گی۔ کلب کے کسی فون کو استعمال کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ دوسری جانب سے جو بھی فون کال ریسیو کرے تمہیں اسے میرا کوڈ بتانے کے بعد صرف ایک جملہ کہنا ہو گا۔ پروجیکٹ نمبر ون۔۔۔ ایکشن الاؤڈ۔" ندیم نے اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد جیب سے قلم نکال کر ہنی کا ہاتھ بڑے رومانک انداز میں تھام کر اس پر کچھ لکھا اس کے بعد ہنی مسکراتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہیں اب مجھ سے زیادہ ہنی پر اعتماد ہے جو محض ایک کال گرل ہے اور پیسوں کے عوض اسے کوئی بھی خرید سکتا ہے۔" میں نے ندیم سے شکوہ کیا۔

"اول تو اس لڑکی کا نام ہنی نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ وہ بکنے والی اسامی نہیں ہے۔" ندیم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے تم نے اس بات کا اندازہ کس طرح لگایا کہ میں ہنی کو ترجیح دے رہا ہوں؟"

"پروجیکٹ نمبر ون۔۔۔ اور۔۔۔ ایکشن الاؤڈ کا کیا مطلب ہے؟" میں نے مشکوک انداز اختیار کر کے ندیم کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہیں بیٹھے بیٹھے کسی ایسی جگہ کا خیال آ گیا ہو جہاں لیڈی روپوش ہو اور تم۔"

"نہیں۔" ندیم نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں نے ہنی کو جو ہدایت دی ہے وہ ایک کال موصول ہونے کے بعد ہی ضروری تھی ہے۔"

"کال۔ میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ جھینگر کے ٹرٹرانے کی وہ مدھم آواز تم نے بھی ضرور سنی ہو گی جو ایک لمحہ پہلے ابھری تھی۔ یہ لائٹر دراصل ایک حساس ٹرانسمیٹر کا کام بھی دیتا ہے۔"

"آئی سی۔" میں نے حیرت کا اظہار کیا پھر بولا۔ "تمہیں کیا پیغام موصول ہوا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ اب تمہیں پہلی فلائیٹ سے واپس جانا ہو گا۔" ندیم بے حد سنجیدہ تھا۔

"کوئی خاص وجہ؟"

"ہاں۔ انکل کی طبیعت اچانک ناساز ہو گئی ہے۔ کل رات انہیں معمولی ہارٹ اٹیک بھی ہوا ہے۔ صورت پوری طرح کنٹرول میں ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ خطرے کی کوئی بات نہیں پھر بھی تمہارا جانا ضروری ہے۔" ندیم نے کہا۔ "تم ہوٹل واپس جا کر سامان پیک کرو۔ میں تمہاری واپسی کا فوری بندوبست کرتا ہوں۔"

"پروجیکٹ نمبر ون۔۔۔ اور۔۔۔"

"فی الحال ان چکروں میں مت پڑو۔" ندیم نے اٹھتے ہوئے کہا پھر دو بڑے بڑے نوٹ جیب سے نکال کر پلیٹ کے نیچے دبائے اور بلیرڈ سے باہر نکل آیا۔ اس کے قدموں میں اس وقت بھی لڑکھڑاہٹ تھی جو سو فیصد مصنوعی تھی۔ میں خاموشی سے اس کی کار میں بیٹھ گیا۔

میرا ذہن اس وقت بڑی سنجیدگی سے اپنے والد کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ندیم نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اٹیک معمولی نوعیت کا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس نے محض میری پریشانی کی وجہ سے فوری طور پر مجھے اصل صورت حال سے آگاہ نہ کیا ہو؟

*

ہوٹل پہنچ کر میں نے فوری طور پر آپریٹر کے ذریعے لانگ ڈسٹنس کال بک کرائی اور بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دس منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تو میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"بات کیجیے سر۔ آپ کی کال ہے۔" دوسری جانب سے آپریٹر کی آواز ابھری تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"ہیلو۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے ماؤتھ پیس میں کہا۔ مجھے اس وقت اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہو رہا تھا۔ میری پلکیں ابھی بھیگی نہیں تھیں لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے صبر کے پیمانے ایک ساتھ ٹکرا کر چھلک اٹھیں گے۔ واہمے اور وسوسے میرے دل کو ماؤف کر رہے تھے کوئی پراسرار قوت اندر ہی اندر میرا دل مسوس رہی تھی۔

aazzamm@yahoo.com

aazzamm@yahoo.com

"ہیلو۔" ریسیور پر مجھے اپنے دیرینہ ملازم احمد علی کی آواز سنائی دی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید اس وقت گھر پر کوئی اور نہیں تھا۔

"امی حضور کہاں ہیں؟" میں نے لرزتی آواز میں دریافت کیا۔

"وہ ہسپتال میں ہیں چھوٹے سرکار۔" احمد علی نے کہا۔ "کل شام بڑے سرکار کو دل کا دورہ پڑ گیا تھا لیکن۔۔۔"

"کیا؟" میں تقریباً چیخ اٹھا۔ "ڈیڈی کی حالت اب کیسی ہے؟"

"ان کی طبیعت اب بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ ابھی کچھ دیر پہلے بیگم صاحبہ کا فون بھی آیا تھا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ بڑے سرکار اب خطرے سے باہر ہیں۔ البتہ ڈاکٹروں نے انہیں آرام کی غرض سے کچھ دنوں تک ہسپتال میں رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ گھر کا خیال رکھیں۔ میں پہلی فرصت میں یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔" میں نے احمد علی سے کہا۔ "امی حضور کا فون آئے تو انہیں ضرور بتا دیجیے گا۔"

"بہتر ہے چھوٹے سرکار۔ آپ گھر کی طرف سے بالکل پریشان نہ ہوں۔"

"اور کوئی خاص بات تو نہیں ہے؟"

"جی نہیں۔" احمد علی نے کہا۔ "آپ جتنی جلدی آجائیں شہباز میاں اتنا ہی بہتر ہے۔ کل رات گئے ہوش میں آنے کے بعد سے بڑے سرکار آپ کو کئی بار یاد کر چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔" میری آواز رندھ گئی۔ "جب انسان کے دل کو کوئی دھچکا لگتا ہے تو اسے اپنے ضرور یاد آتے ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ ڈیڈی میری کمی کو بڑی شدت سے محسوس کر رہے ہوں گے۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا۔ میرے دل کی کیفیت دگرگوں ہو رہی تھی۔ جلدی جلدی واپسی کے اعتبار سے اپنا رخت سفر باندھنا شروع کیا۔ جو بات مجھ سے ندیم نے کہی تھی کم و بیش وہی بات احمد علی نے بھی کہی لیکن نہ جانے میرے دل کو کسی طرح چین کیوں نہیں آرہا تھا۔ جسم کی مشینری کا کوئی اہم پرزہ جیسے اندر ہی ٹوٹ کر میرے وجود کو کچوکے لگا رہا تھا۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اڑ کر امی اور ابو کے پاس پہنچ جاتا۔ انہیں یقیناً اس وقت میری ضرورت ہوگی۔ میں نے جلدی جلدی سامان پیک کیا پھر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے بستر کی جانب بڑھا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ندیم کی آواز ابھری۔

"تمہاری واپسی کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے ہیں۔ کچھ دیر آرام کر لو۔ فلائیٹ صبح آٹھ بجے روانہ ہوگی۔ میں اور نسیم تمہیں لینے کی خاطر ٹھیک چھ بجے آئیں گے۔"

میں نے گھڑی کی سمت نظر اٹھائی۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا عمل تھا۔

"ندیم۔" میں اپنے اضطراب پر قابو نہ پا سکا۔ "کیا آٹھ بجے سے پہلے کوئی فلائیٹ نہیں مل سکتی۔"

"جسٹ ریلیکس۔" ندیم نے میری ہمت بڑھانے کی کوشش کی۔ "میرا رابطہ برابر دوسری طرف سے قائم ہے۔ پریشانی کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ انکل کی حالت کل کے مقابلے میں آج بہت بہتر ہے۔ آٹھ سے پہلے کی صرف ایک فلائیٹ ہے لیکن اس کا روٹ زیادہ لمبا ہے۔"

ندیم سے بات ہو جانے کے بعد میرے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ضرور ہو گیا لیکن کچھ نامعلوم سے اندیشے اب بھی میرے وجود کی گہرائیوں میں سر ابھار رہے تھے۔ میں اس کی کوئی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوں لیکن اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا کہ مجھے رہ رہ کر عجیب سا احساس ہو رہا تھا جیسے کسی خطرناک طوفان کی شدتیں دبے پاؤں میری جانب قدم اٹھا رہی تھیں۔

میرے ذہن پر اس وقت ایک بوجھل بوجھل سا اثر طاری تھا۔ حالات نے مجھے بہت مضمحل کر دیا تھا۔ میں تھک سا گیا تھا اس لیے آرام کرنے کی غرض سے بستر پر نیم دراز ہو گیا پھر کب میری آنکھ لگی مجھے کچھ یاد نہیں لیکن وہ کسی کھٹکے کی آواز ہی تھی جسے سن کر میں ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ کسی خطرے کے احساس نے مجھے یکلخت ہوشیار کر دیا۔ میں اس اندیشے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں لیکن میرے ذہن میں دور کہیں سرخ بتیاں خطرے کی علامت بن کر روشن ہو رہی تھیں۔ میں نے جلدی سے دونوں تکیے گھسیٹ کر سیدھ میں کیے ان پر اس طرح چادر ڈال دی جیسے کوئی چادر منہ تک اوڑھے سو رہا ہے پھر میں نے اپنا آٹومیٹک نکالا اور لپک کر دروازے کے ساتھ والی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا جسے کھولنے کی خاطر مختلف چابیوں کو آزمایا جا رہا تھا۔ کمرے کی تیز روشنی کو بند کر کے میں نے مدھم پاور کا نائٹ بلب روشن کر دیا۔ میرے کان دروازے پر لگے ہوئے تھے جسے کھولنے والے ابھی تک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ وہ کون ہو سکتے تھے؟ میں نے سوچا۔ کیا انہیں زاہد بن عبید کی شخصیت کے پیچھے چھپے ہوئے شہباز خان کی اصلیت کا علم ہو گیا تھا لیکن کیسے۔۔۔؟

میرے ذہن میں یکے بعد دیگرے مختلف آوازیں بازگشت بن کر گونج رہی تھیں پھر مجھے یاد آیا کہ اپنی اصلیت کا اظہار میں نے خود اپنی حماقت سے کیا تھا۔ لانگ ڈسٹنس کال بک کراتے وقت میں نے زاہد عبید کے بجائے شہباز خان کا نام لے لیا تھا۔ شاید میرے دشمن سائے کی طرح میرے تعاقب میں لگے ہوئے تھے ورنہ اتنی جلدی میری حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے تھے

ہوٹل کا آپریٹر یا کوئی دوسرا ملازم ایسا ضرور تھا جو میرے دشمنوں سے ملا ہوا تھا۔ اسی نے فوری طور پر میری مخبری کر دی تھی۔ شاید انہیں اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ میں صبح آٹھ بجے کے بعد ان کی دسترس سے دور جا چکا ہوں گا اسی لیے وہ کسی فوری کارروائی پر آمادہ ہو گئے تھے۔ دروازے کے کی ہول میں بار بار مختلف چابیاں آزمانے کی مدھم آواز اس وقت میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ میرے والد ہسپتال میں تھے۔ میں ان کی تیمارداری کی خاطر جانا چاہ رہا تھا اور وہ میرا راستہ روکنے کے درپے تھے لیکن شاید وہ اس بات سے واقف نہیں تھے کہ جو رشتے خون کے ہوتے ہیں اور مقدس ہوتے ہیں ان کے درمیان دنیا کی کوئی خلیج حائل نہیں ہو سکتی۔ پانی پر لاٹھی مار کر اسے دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ طوفان کی شدتوں کے سامنے بند باندھنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پانی کا تیز و تند ریلا تمام رکاوٹوں کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔

"جلدی کرو۔" باہر سے کسی نے سرگوشی میں اپنے ساتھی سے کہا۔ "ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کاؤنٹر کلرک نے نیند کی جھونک میں ہمیں غلط چابیوں کا گچھا تھما دیا ہے۔" دوسرے نے کہا۔ "تم رکو میں دوسرا گچھا لے کر آتا ہوں۔"

"ذرا احتیاط رہنا۔" پہلے نے دبی زبان میں کہا۔ "ہمیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے یہاں اس ہوٹل میں بظاہر تنہا سمجھ رہے ہوں لیکن اس کے دوسرے ساتھی بھی کہیں قریبی کمرے میں موجود ہوں۔"

"رسک تو بہرحال لینا ہی ہے۔" دوسرے نے جواب دیا۔ "اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو بیس ہزار کے مہکتے ہوئے نوٹ ہماری جیب میں ہوں گے۔"

"تم نے جلد بازی میں سودا کرنے کی حماقت کی ہے۔" پہلا شخص بولا۔ "کسی کی زندگی کی قیمت بیس ہزار سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔"

"کسی سوئے ہوئے شخص کو مارنا ایسا کوئی دشوار کام بھی نہیں ہے مگر ہوٹل کی انتظامیہ اور پولیس خاموش تماشائی تو نہیں بنی رہے گی۔" دوسرے نے کہا۔

"تفتیش اور چھان بین ہونی یقینی بات ہے لیکن ہم کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑیں گے جو پولیس کو ہم تک پہنچنے کا موقع فراہم کرے۔"

"تم شاید ہوٹل کے آپریٹر اور نائٹ ڈیوٹی کاؤنٹر کلرک کو فراموش کر رہے ہو۔" دوسرے نے کہا۔ "اگر وہ قانون کی گرفت میں آگئے تو تھرڈ ڈگری ٹریٹمنٹ ان کو زبان کھولنے پر مجبور بھی کر سکتا ہے۔"

"میں نے اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا ہے۔" پہلے شخص نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔ "آپریٹر کو میں نے جو ڈوز دی ہے وہ اسے دو گھنٹے کے اندر اندر اوپر پہنچا دے گی۔ رہا کاؤنٹر کلرک تو یہاں سے کامیاب ہونے کے بعد ہم واپس جاتے ہوئے اسے بھی ٹھکانے لگا دیں گے۔"

دوسرے شخص نے کوئی جواب نہیں دیا پھر کسی کے قدموں کی چاپ ابھر کر دور ہوتی سنائی دی۔ شاید پہلا شخص کاؤنٹر کلرک سے چابیوں کا دوسرا گچھا لینے چلا گیا تھا۔ میرے لیے یہ موقع نہایت مناسب تھا۔ میں اچانک دروازہ کھول کر اسے بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ اس کے بعد دوسرے شخص سے بھی نمٹنا میرے لیے کوئی دشوار نہ ہوتا لیکن میں نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دو آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میرے راستے اور بھی مسدود ہو سکتے تھے۔ پولیس کی تفتیش مکمل ہونے تک میں لندن سے باہر نہیں جا سکتا تھا جبکہ میں ہر قیمت پر واپس جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

حالات نے کچھ عجیب پوزیشن اختیار کر لی تھی۔ میں اپنے دشمنوں کو منہ توڑ جواب دینے کے بجائے خود کو اس وقت بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی فیصلہ کر سکتا باہر سے کسی کے کراہنے کی آواز ابھر کر گھٹتی چلی گئی۔ اس کے فوراً ہی بعد کسی نے دروازے پر آہستہ سے دستک بھی دی تھی۔ شاید میرے تاکوں نے مجھے پھانسنے کے لیے کوئی نیا جال تیار رکھا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بڑا جان لیوا ثابت ہو رہا تھا۔ میں اپنے اعصاب کے تناؤ پر بمشکل قابو پا رہا تھا۔ دروازے پر دوسری بار پھر دستک دی گئی اس کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی کے جوتے کی ایڑی فرش پر رگڑ کھا رہی ہو۔ میں نے تیزی سے جھک کر چابی کے سوراخ سے آنکھ لگا دی پھر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ وہ ادھیڑ عمر کا شخص جو اپنے شکار کو دونوں ہاتھوں سے تھامے راہداری میں لفٹ کی جانب لے جا رہا تھا ضرغام کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ میں نے اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی پھر میں نے دیکھا ضرغام اس شخص کو بڑی پھرتی سے گھسیٹتا ہوا لفٹ کے بائیں جانب واقع ایک کمرے میں لے گیا۔

میں بدستور گھٹنوں کے بل بیٹھا چابی کے سوراخ سے باہر کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو منٹ بعد ہی میں نے لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھا پھر ایک شخص تیزی سے باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں چابیوں کا گچھا دیکھتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس شخص کا ساتھی تھا جو ضرغام کی پھرتی کا شکار ہو گیا تھا۔ لفٹ سے برآمد ہونے والا شخص بظاہر ایک ذی حیثیت شخص نظر آرہا تھا۔ پہلی نظر میں اس کا لباس اور صورت شکل دیکھ کر شاید ہی کوئی اس کے بارے میں نتیجہ قائم کر سکتا کہ اس کا تعلق جرائم پیشہ افراد کے کسی گروہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

aazzamm@yahoo.com

لفٹ کے قریب کھڑا وہ ایک لمحے تک دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ میں نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر دروازے کا ہینڈل گھما کر اس میں ہلکی سی جھری پیدا کر دی۔ ضرغام کو دیکھ لینے کے بعد میرے اندر تقویت کا احساس پیدا ہو چکا تھا۔ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ میں نے جو ٹریپ تیار کیا تھا میرا شکار اسے دیکھتے ہی بڑے پراسرار انداز میں مسکرایا تھا۔ دروازے کی جھری دیکھ کر وہ یہی سمجھا تھا کہ اس کا دوسرا ساتھی کسی طرح میرے کمرے کو کھولنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ پنجوں کے بل قدم اٹھاتا میرے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ دائیں بائیں بھی دیکھتا جا رہا تھا۔

میں اپنی جگہ پوری طرح تنا ہوا تھا۔ میرا شکار میرے دروازے کے بالکل قریب آ کر رک گیا۔ وہ میرے مقابلے میں بظاہر اتنا قوی بھی نظر نہیں آ رہا تھا کہ میں اس پر قابو پا سکتا۔ آٹومیٹک کے دستے پر میری گرفت بڑے پیشہ ورانہ انداز میں جمی ہوئی تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر دوبارہ دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کھڑے ہوئے شخص نے میرے خیال کے عین مطابق تیزی سے دروازے کو کھولتے ہوئے اندر داخل ہونے کی حماقت کی تھی۔ اس کے بعد اس کی کھوپڑی میں یقیناً بے شمار تارے ناچ گئے ہوں گے۔ ریوالور کے دستے سے کیا ہوا میرا وار اتنا بھرپور تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی دھم سے فرش پر اوندھے منہ گرا تھا۔ میں نے برق رفتاری سے دروازہ بند کیا پھر میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی کنپٹی پر ایک اور تلا ہاتھ رسید کر دیا تاکہ وہ دوبارہ جلدی ہوش میں نہ آسکے پھر اس سے پہلے کہ میں اس کی جامہ تلاشی لیتا دروازے پر پھر ہلکی سی دستک کی آواز سنائی دی۔

"کون؟" میں نے نیند میں ڈوبی آواز میں پوچھا۔

"میں ضرغام ہوں۔" دوسری جانب سے کہا گیا۔ "کیا آپ خیریت سے ہیں؟"

میں نے جواب دینے کے بجائے دروازہ کھولا تو ضرغام تیزی سے اندر آگیا پھر زمین پر اوندھے پڑے ہوئے شخص کو گھورتے ہوئے بولا۔

"مجھے اسی کی تلاش تھی لیکن آپ۔۔۔"

"میں اس وقت دروازے کے قریب ہی موجود تھا جب یہ میرے کمرے میں داخل ہونے کی خاطر مختلف چابیوں کو کی ہول میں آزما رہے تھے پھر میں نے تمہیں بھی اس وقت اس کے دوسرے ساتھی کو گھسیٹ کر ایک کمرے میں لے جاتے دیکھا جب یہ چابیوں کا دوسرا گچھا لینے نیچے گیا تھا۔"

"کیا آپ نے اپنا سفری سامان تیار کر لیا ہے؟"

"ہاں۔ میرے ساتھیوں نے یہاں ٹھیک چھ بجے پہنچنے کو کہا ہے۔"

"آپ میرا انتظار کریں۔ میں اسے بھی اپنے کمرے تک چھوڑ کر واپس آتا ہوں لیکن جب تک میں آواز نہ دوں آپ دروازہ کھولنے کی غلطی نہ کیجئے گا۔"

ضرغام دوسرے شخص کو بھی ہاتھ پکڑ کر تیزی سے کھینچتا ہوا باہر لے گیا۔ اپنی عمر کے برخلاف وہ اس وقت نوجوانوں سے بھی زیادہ طاقت اور پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ میں نے اس کے باہر جاتے ہی دروازہ دوبارہ اندر سے بند کر لیا پھر ضرغام کی واپسی کوئی پندرہ منٹ بعد ہی ہوئی تھی۔ اس بار وہ بہت جلدی میں دکھائی دے رہا تھا۔

"ہمیں اسی وقت یہ ہوٹل چھوڑ کر میڈم کے پاس چلنا ہو گا۔"

"لیکن میرے ساتھی؟"

"پروگرام اب تبدیل ہو گیا ہے۔" اس نے تیزی سے کہا۔ "آپ کے ساتھی اب میڈم مرجینا کی قیام گاہ سے آپ کو پک کریں گے۔ اس دوران آپ کے چہرے کا موجودہ میک اپ اتارنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ آپ کے سفری دستاویز پر کہیں بھی زاہد بن عبید کا نام یا تصویر موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں لیکن یہ دونوں اس وقت مجھے مارنے کے ارادے سے نہ آئے تھے۔"

"اس شکل میں بھی آپ کے چہرے کا میک اپ روانگی سے پہلے یقینی طور پر اتارا جاتا۔"

"تم اس ہوٹل میں کب سے مقیم ہو؟"

"سوری۔" ضرغام نے پھر اسی سرد مہری سے کام لیا جس کا مظاہرہ وہ پہلی ملاقات میں کر چکا تھا۔ "آپ کو میرے بارے میں جو کچھ معلوم کرنا ہے وہ میڈم سے کریں۔"

"کیا مرجینا ہی نے تمہیں اس ہوٹل میں قیام کا مشورہ دیا تھا؟"

"ہمارے پاس وقت کم ہے۔" ضرغام نے تیزی سے کہا پھر جلدی جلدی میرا سامان اٹھانے لگا۔

"تمہیں شاید ایک بات کا علم نہیں۔" میں نے اسے حالات سے باخبر کرنے کی خاطر کہا۔ "اس وقت ہوٹل کے کاؤنٹر پر جو نائٹ ڈیوٹی کلرک موجود ہے وہ بھی ان دونوں کا ساتھی ہے۔ کیا وہ ہمیں آسانی سے نکل جانے کی اجازت دے دے گا؟"

"ضرغام اپنا کام کبھی ادھورا نہیں چھوڑتا۔" ضرغام نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "میں اسے بے ہوش کر کے دونوں کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔"

"لیکن۔"

"پلیز وقت برباد نہ کریں۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ باقی باتیں راستے میں بھی ہو سکتی ہیں۔" ضرغام نے

مجھے باقی سامان اٹھانے کو کہا پھر اس نے مجھے ہوٹل سے باہر نکالنے کے لیے عقبی راستہ اختیار کیا تھا جہاں ایک سیاہ کار موجود تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر کوئی شخص پہلے سے موجود تھا۔ کار ہمارے بیٹھتے ہی سنسان سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ضرغام پچھلی سیٹ پر میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"ہوٹل کے بل ادا نہ کرنے کی صورت میں کیا میرے خلاف۔۔۔۔"

"آپ کے خلاف نہیں۔" ضرغام نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "جو بھی کارروائی ہوگی وہ مراکشی باشندے زاہد بن عبید کے خلاف ہوگی جس کا اب کوئی وجود نہیں رہ جائے گا۔"

ضرغام نے چونکہ ایک معقول دلیل پیش کی تھی اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی۔

ایک تھکا دینے والے طویل سفر کے بعد میں نے اپنے ملکی ائرپورٹ پر قدم رکھا تو میرے دل کی کیفیت ہی کچھ اور تھی چونکہ میں نے احمد علی کو اپنے پہنچنے کا وقت اور فلائیٹ نمبر وغیرہ سے آگاہ نہیں کیا تھا اس لیے میرے لیے کوئی گاڑی نہیں آئی تھی۔ میں نے ائرپورٹ سے نکل کر ٹیکسی پکڑی اور پہلے سیدھا گھر گیا اس وقت میں اپنے اصلی حلیے میں تھا۔

گھر پر اس وقت امی موجود تھیں جو میرے اچانک پہنچ جانے پر ایک لمحے کو بہت خوش ہوئیں پھر ان کی پلکوں کے گوشے نمناک ہونے لگے۔

"پریشان نہ ہوں امی حضور' اب تو میں آگیا ہوں۔" میں نے ماں کے سینے سے لپٹ کر کہا تو ایک عجیب طمانیت کا احساس ہوا۔ اپنے وطن کی مٹی کی بوباس اور ماں کی آغوش کی گرمی کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

امی والد صاحب کے لیے شام کا کھانا لے جانے کی خاطر آئی تھیں۔ میں نے جلدی جلدی غسل کر کے لباس تبدیل کیا اور امی کے ساتھ ہی ہسپتال کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس وقت شام کے کوئی ساڑھے چھ کا عمل تھا۔

"خدا نے بڑا رحم کیا ہمارے حال پر۔" امی نے راستے میں مجھے والد صاحب کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا پھر بھی اس کی اطلاع ملتے ہی میری تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ تمہارے نہ ہونے کی وجہ زیادہ سے پریشانی تھی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے ڈیڈی کی؟"

"بارہ گھنٹے تک انتہائی نگہداشت کے یونٹ (I.C.U) میں رکھنے کے بعد آج صبح ہی پرائیویٹ روم میں منتقل کیا گیا ہے۔" امی نے جواب دیا۔ "ڈاکٹروں نے اطمینان دلا دیا ہے کہ اب حالت خطرے سے باہر ہے لیکن ابھی کچھ دنوں تک انہیں ہسپتال میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"اچھا ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "جو دیکھ بھال اور طبی امداد فوری طور پر ہسپتال میں مل سکتی ہے وہ گھر پر نہیں مل سکتی اور پھر اس طرح ڈیڈی کو آرام بھی مل جائے گا۔"

"بڑی مشکلوں سے تمہارے باپ نے صرف دو روز تک ہسپتال میں رہنے کی ہامی بھری ہے ورنہ وہ تو آج ہی میرے ساتھ آنے پر آمادہ تھے جبکہ ڈاکٹر انہیں کم از کم ایک ہفتہ رکھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ مطمئن رہیں۔ میں ڈیڈی کو سمجھاؤں گا۔"

"جب سے ہوش میں آئے ہیں تمہیں کئی بار پوچھ چکے ہیں۔"

"مجھے علم ہے۔ کل رات احمد علی نے فون پر بتایا تھا۔"

ہسپتال میں جس وقت میں والد صاحب کے پاس پہنچا تو مجھے دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر وہی مخصوص مسکراہٹ ابھر آئی جو ان کی طبیعت کا خاصہ تھی 'شاید وہ دل کے دورے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ میں قدم بڑھاتا ان کے بستر کے قریب پہنچا تو بڑی خوش آواز میں بولے۔

"اچھا ہوا تم آگئے۔ کل ایک ضروری ٹینڈر بھرا ہے جس کی تفصیل تمہیں داؤد بتا دے گا۔ ریٹ بھرتے وقت عقلمندی سے کام لینا۔ اس ٹینڈر کے مل جانے کی صورت میں ہمیں لاکھوں کا فائدہ ہو گا۔"

"جہنم میں گیا فائدہ۔" امی نے جل بھن کر کہا۔ "مجھے آپ کی فکر کھائے دے رہی ہے اور آپ لاکھوں کے فائدے کی سوچ رہے ہیں۔"

"تم ہی سمجھاؤ اپنی ماں کو۔" والد صاحب نے مسکراتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "ڈاکٹروں کے کہنے پر بلاوجہ مجھے اس کمرے میں قید کر رکھا ہے۔"

"ڈاکٹروں نے آپ کو کچھ دنوں کے لیے آرام کا مشورہ دیا ہے۔" میں نے والد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بڑے پیار سے کہا۔ "اور اب تو میں آگیا ہوں۔ آپ کو کسی بات کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے اپنے سے زیادہ تمہاری اور تمہاری ماں کی فکر لاحق ہے۔" والد صاحب نے معنی خیز انداز میں امی کو کن انکھیوں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "دل کمزور ہو جائے تو اس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہر آدھے گھنٹے بعد ایک سے ایک خوبصورت نرسیں اور لیڈی ڈاکٹرز آتی رہتی ہیں۔ اگر اس عمر میں قدم بہک گئے تو تم دونوں ہی کو شکایت ہوگی۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔" امی نے جلدی سے کہا۔ "اگر کوئی ڈاکٹر یا نرس پسند آگئی ہے تو مجھے بتائیں' میں بڑے ڈاکٹر

aazzamm@yahoo.com

سے کہہ کر اس کی مستقل ڈیوٹی لگوائے دیتی ہوں تاکہ آپ کا دل بہلتا رہے۔"

"اور اگر دل کچھ زیادہ ہی بہل گیا تو؟"

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" ماں نے ایک خالص مشرقی عورت کی طرح جواب دیا۔ "آپ صحت مند رہیں' مجھے اس کے عوض آپ کی ہر شرط منظور ہے۔"

"شہباز بیٹے! تم گواہ رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ماں اپنی بات سے مکر جائیں۔"

مجھے خوشی تھی کہ والد صاحب بالکل صحت مند انسانوں کی طرح خوش دل رہے تھے۔ دل پر جو غبار تھا وہ چھٹ گیا اس کے بعد میں ڈاکٹر سے ملا جو والد صاحب کو اٹینڈ کر رہا تھا۔ اس نے بھی مجھے یہی بتایا کہ دل کا دورہ زیادہ شدید نہیں تھا اور ایک ہفتے کے بعد انہیں ہسپتال سے چھٹی مل جائے گی۔

میں ڈاکٹر سے مل کر واپس والد صاحب کی طرف جا رہا تھا کہ عابد' واسطی اور ٹونی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ مجھے انہیں دیکھ کر مسرت ہوئی۔ وہ میرے وفادار ساتھی تھے۔ میں نے انہیں ملازم کی حیثیت سے کبھی ٹریٹ نہیں کیا تھا۔ وہ بھی دفتر کا سارا کام دل جمعی سے کرتے تھے۔ میں نے انہیں ان کے شعبے میں پورا اختیار دے رکھا تھا۔ ان سے کسی قسم کی پوچھ گچھ یا باز پرس نہیں کی جاتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ نہایت دیانتداری اور پوری لگن سے اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ ٹونی کو دیکھ کر میرے ذہن میں ماضی کی کچھ تلخ یادیں تازہ ہو گئیں۔ وہ میرا سب سے جانثار آدمی تھا۔ میری ہی حمایت کی خاطر میرے دشمنوں نے اسے سیدھے ہاتھ سے محروم کر دیا تھا لیکن وہ اب بھی پوری تندہی سے اپنا کام سرانجام دیتا تھا۔

میں خاصی دیر تک ان سب کی خیریت دریافت کرتا رہا۔ وہ مجھے میری غیر حاضری میں دفتری کارکردگی کے بارے میں بتاتے رہے۔ میں نے واسطی سے اس ٹینڈر کے بارے میں پوچھا جس کا ذکر والد صاحب نے کیا تھا۔

"آپ مطمئن رہیں سر۔" واسطی بڑے پُراعتماد لہجے میں بولا۔ "حالانکہ جے شنکر کمپنی والے بھی اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن ٹینڈر یقینی طور پر ہماری ہی فرم کو ملے گا۔"

"جے شنکر کمپنی؟" میں نے سوالیہ نظروں سے واسطی کو دیکھا۔ جے شنکر کے نام سے شنکر کا پُراسرار اور منحوس وجود میرے ذہن میں ابھر آیا تھا۔

"زنجن لال کی موت کے بعد اس کا ادارہ بالکل ہی ٹھپ ہو گیا ہے۔" واسطی بولا۔ "لیکن جے شنکر کمپنی کے وجود میں آنے کے بعد ہمیں ہر ٹینڈر کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے۔"

"اس کمپنی کا مالک کون ہے؟" میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"شنکر ناتھ پانڈے۔" واسطی نے جواب دیا۔ "پہلے یہ ماڈرن کمپنی کے نام سے آئرن اینڈ اسٹیل کا کام کرتا تھا لیکن زنجن لال کے بعد اب اس نے جے شنکر کمپنی کے نام سے کنسٹرکشن کا کام بھی شروع کر رکھا ہے۔"

"کیسا آدمی ہے؟"

"میں اس سے صرف ایک بار ملا تھا۔ ہماری ملاقات ایک ٹینڈر ہی کے سلسلے میں گورنمنٹ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ بظاہر منکسار اور بااصول شخصیت کا مالک نظر آتا ہے۔ اندر کا حال خدا ہی بہتر جانے۔"

"آپ کو موجودہ ٹینڈر کے ملنے کا یقین کس طرح ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں جناب۔" عابد نے کہا۔ "جس پروجیکٹ کے لیے ٹینڈر کال کیا گیا ہے وہاں کے عملے کے اکثر افراد سے میری ملاقات ہے۔"

"آئی سی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ جے شنکر کمپنی والے ہمارے مقابلے میں کم ریٹ دیں۔"

"ہم اپنا ریٹ سب سے آخر میں داخل کریں گے سر۔" عابد نے کہا۔ "اس سے پہلے ہمیں جے شنکر کمپنی کا ریٹ معلوم ہو جائے گا۔"

"ڈیڈی کی خواہش ہے کہ یہ ٹینڈر ہماری کمپنی کے حق میں کھلے۔"

"ایسا ہی ہوگا باس۔" اس بار ماسٹر ٹونی نے کہا۔ "جب تک آپ کا یہ خادم موجود ہے کوئی اور کمپنی ماور کنسٹرکشن کمپنی سے سبقت نہیں لے جا سکے گی۔"

کچھ دیر بعد واسطی اور عابد والد صاحب کی طبیعت دریافت کر کے چلے گئے لیکن ماسٹر ٹونی ابھی تک موجود تھا۔ میں نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا کوئی بات ایسی ضرور تھی جو ٹونی کی زبان تک آتے آتے رک رہی تھی۔ وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابھی تک وہ شاید اس کا فیصلہ نہ کر سکا تھا کہ وہ بات مجھ سے کہے یا نہ کہے۔

"ٹونی۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ "تم نے میری خاطر جو اذیت برداشت کی ہے اور قربانی دی ہے اسے میں تمام زندگی یاد رکھوں گا۔"

"میں آپ کا نمک حلال ہوں جناب۔ آپ نے اس وقت میرے سر پر ہاتھ رکھا تھا جب مجھے دوسری کمپنی سے ایک جھوٹے الزام کی خاطر برطرف کر دیا گیا تھا۔" وہ جذباتی ہونے لگا۔ "آپ میرے محسن ہیں۔ آپ کی خاطر ماسٹر ٹونی اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔" میں نے اسے سراہتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن زنجن لال کی موت کے بعد اب ہمارا راستہ

صاف ہو گیا۔ وہ پُراسرار قوتیں جو ہمارے خلاف برسرپیکار تھیں وہ بھی ایک ایک کر کے جہنم واصل ہو چکی ہیں۔"

"میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں باس۔" ٹونی نے قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کس سلسلے میں؟"

"آپ کے ڈیڈی کے سلسلے میں۔" ٹونی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اگر آپ میری بات مانیں تو کسی بزرگ سے کوئی تعویذ لے کر بڑے سرکار کے ہاتھ پر ضرور باندھ دیں۔"

"کیا مطلب؟" میں ٹونی کے مشورے پر چونکا۔

"گاڈ از گریٹ سر۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کی مرضی سے ہوتا ہے لیکن آدمی اگر پری کاشن (PRECAUTION) کے طور پر اپنی حفاظت کا بندوبست کر لے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" میں نے مضطرب لہجے میں ٹونی کو وضاحت طلب نگاہوں سے دیکھا۔

"کل رات میں نے ایک ڈریم (خواب) دیکھا تھا باس۔ جیسے کسی نے بڑے سرکار کی ڈمی (DUMMY) بنا کر ان کے دل کے مقام پر کچھ بڑی بڑی کیلیں ٹھوک کر اسے کسی پرانے گریو یارڈ (قبرستان) میں دفن کر دیا ہے۔" ماسٹر ٹونی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "خدا کرے یہ سب کچھ میرا وہم ہو لیکن ٹونی کا دل کل رات سے بہت ڈسٹرب ہے۔"

"تم نے اچھا کیا جو مجھے اپنے خواب سے آگاہ کر دیا لیکن پریشان مت ہو۔ خدا جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔" میں نے ٹونی کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا پھر والد صاحب کے کمرے میں آ گیا جہاں واقعی ایک صحت مند اور خوبصورت نرس انہیں انجکشن لگانے میں مصروف تھی اور والد صاحب میری امی کو دیکھ کر عجیب انداز میں زیر لب مسکرا رہے تھے۔

اس رات میں والد صاحب کے پاس رہا اور امی کو گھر بھیج دیا۔ ڈاکٹر اور نرسیں بڑی پابندی سے اپنی ڈیوٹیاں انجام دے رہے تھے۔ رات کو اس ہارٹ اسپیشلسٹ نے بھی راؤنڈ لیا والد صاحب جس کے زیر علاج تھے۔ اس نے تفصیلی معائنے کے بعد ایک بار پھر مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ ساڑھے دس بجے رات تک میں والد صاحب کے قریب بیٹھا رہا۔ انہیں ضروری دوا کھلا کر نائٹ بلب روشن کیا اور دیگر تمام لائٹس آف کر کے اپنے بستر پر آ گیا۔ میں تھکا ہوا تھا میں نے سونے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کیوں ماسٹر ٹونی کے جملے میرے دماغ میں بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔

دوسرے روز میں دفتر گیا تو عجیب سا لگا۔ خاصی مدت کے بعد اپنے آفس میں داخل ہوتے ہوئے میری کیفیت کسی ایسے ہی ہرن جیسی تھی جو بڑے دنوں بعد اپنی ڈار سے مل کر مسرور ہو رہا ہو۔ دفتر میں میرے آنے کی اطلاع مجھ سے پہلے پہنچ گئی تھی۔ اسٹاف کا ایک ایک ممبر باری باری مجھ سے ملنے کے لیے آ رہا تھا۔ ان کے اندر خلوص تھا' پیار تھا' ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے' سب سے آخر میں میری سیکریٹری اور اسٹینو مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ وہ کسی شگفتہ اور تروتازہ پھول کے مانند کھلی کھلی نظر آ رہی تھی۔

عارفہ میری پر اعتماد ورکر تھی۔ وہ خوبصورت تھی' حسین تھی۔ شروع شروع میں جب اس نے پہلی بار میرے دفتر میں قدم رکھا تھا تو وہ کسی فاختہ کے مانند سہمی سہمی نظر آتی تھی لیکن پھر آہستہ آہستہ اس کے خدشات دور ہو گئے اور اعتماد بحال ہوتا گیا۔ نسیم کے ساتھ میرے برتاؤ کو دیکھ کر وہ مجھ سے اور زیادہ قریب ہو گئی تھی۔

"اور سناؤ عارفہ۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے شکوہ کیا۔ "تم سب سے آخر میں ملنے آئیں۔ کیا تمہیں میری واپسی کی خوشی نہیں ہوئی؟"

"مجھے زیادہ خوشی ہوئی تھی سر اسی لیے میں دیر سے آئی تاکہ آپ سے دیر تک باتیں کر سکوں۔" اس نے بے تکلفی سے کہا پھر پوچھا۔ "نسیم کیسی ہے' ندیم صاحب کے ساتھ خوش تو ہے؟"

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ خوش تو ہے۔"

"کیا بات ہے سر؟" عارفہ سنجیدہ ہو گئی۔ "خدانخواستہ کہیں۔۔۔"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔" میں نے وضاحت کی۔ "وہ دونوں ایک دوسرے سے بہت خوش ہیں۔ بڑے اچھے اور بے تکلف دوستوں کی طرح لیکن ندیم جس راستے کا مسافر ہے اس میں قدم قدم پر خطرات ہیں۔"

"اس کے باوجود انہوں نے نسیم کو تحفظ دے کر بڑا مستحسن قدم اٹھایا ہے۔" عارفہ نے دبی زبان میں نسیم کے ماضی کی سمت ایک ہلکا سا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہی کیا کم ہے وہ ابھی تک اپنی ٹہنی پر مہک رہی ہے۔ اسے شاخ سے توڑا نہیں گیا اور آپ نے تو ایسی مثال قائم کی ہے جو خواب لگتی ہے۔ اس دور میں آپ جیسے لوگ بھلا کہاں ہوتے ہیں جو کسی کو پامال کرنے کے بجائے اسے بہن جیسے مقدس رشتے سے نواز کر اس کا دائمی سہارا بن جائیں۔"

"نہیں نہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں نے جو کچھ کیا وہ اپنا فرض سمجھ کر کیا اور فرض کے راستے پر چلتے ہوئے انسان ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔ اس کے ذہن میں کوئی کراہت نہیں پیدا ہوتی۔ انسانیت تو ہر دور میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوتی ہے۔ آج بھی اس کا فقدان ضرور

aazzamm@yahoo.com

ہے لیکن تم ایک جنبش زباں انسانیت جیسے مقدس لفظ کو حرف غلط کی طرح مٹا تو نہیں سکتیں۔"

"آپ بہت عظیم ہیں سر۔" اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

"تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "میرے بعد۔ میرا مطلب ہے کہ میرے کچھ دنوں کے لیے چلے جانے کے بعد تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔"

"دفتری اوقات میں پرسنل باتیں زیب نہیں دیتیں ورنہ ایک جملہ ضرور کہتی۔"

"کہہ ڈالو ورنہ تمہیں نہ جانے کب تک انتظار کرنا پڑے۔"

"مجھے ایک بھائی کا پیار اور پرخلوص محبت پہلے حاصل تھی۔" وہ اظہار تشکر کے طور پر نظریں جھکا کر بولی۔ "آپ کے چلے جانے کے بعد ایک باپ کا پیار اور شفقت بھرا سایہ بھی مل گیا۔"

"بہت خوب۔" میں نے اسے چھیڑا۔ "اب تو تمہاری عقل داڑھ بھی نکلنے لگی ہے۔ اب شاید مجھے تمہارا بھی کوئی بندوبست کرنا پڑے گا۔"

وہ چھوئی موئی کے کسی نرم اور معصوم پودے کے مانند اپنے وجود کی پاکیزگی میں سمٹ گئی۔ اس کے چہرے پر شفق کے دھنک رنگ بکھر گئے۔ میں نے اس خوبصورت منظر کو دل کے شفاف آئینے میں محفوظ کرلیا پھر وارثی ایک فائل لیے داخل ہوا تو عارفہ آہستہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

"سر یہ ہے وہ فائل جو نئے ٹینڈر سے متعلق ہے۔" وارثی نے مجھے مختصر تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایک نظر آپ بھی دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔ ہمیں آج دوپہر تین بجے تک اس کا ٹینڈر داخل کرنا ہے۔"

"جب آپ اور والد صاحب اسے دیکھ چکے ہیں تو پھر میرے دیکھنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔" میں نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "البتہ والد صاحب کی خواہش کے مطابق یہ ٹینڈر ہماری ہی کمپنی کے نام کھلنا چاہیے۔"

"عابد صاحب اسی سلسلے میں لگے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دو بجے تک وہ اپنے ذرائع اور تعلقات استعمال کرنے کے بعد وہ ریٹ معلوم کرنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے جو بے شکر کمپنی والے دیں گے۔ میں نے باقی تمام تفصیلات کی خانہ پری کرلی ہے صرف ریٹ بھر کر ٹینڈر داخل کرنے کا کام باقی رہ گیا ہے۔"

"گڈ۔" میں نے یوں ہی سرسری طور پر فائل میں لگے ہوئے کاغذات کو الٹ پلٹ کر دیکھا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔ "آپ کے خیال میں یہ شنکر ناتھ پانڈے کس قسم کا آدمی ہے؟"

"میری براہ راست کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن سنا ہے کہ بااصول آدمی ہے لیکن۔۔۔" وارثی کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"لیکن کیا؟" میں نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات بغور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میں محسوس کر رہا ہوں کہ ادھر کچھ دنوں سے وہ ہمارے ساتھ باقاعدہ مقابلہ کرنے کی ٹھان چکا ہے۔"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اپنی کمپنی کی ساکھ قائم کرنے کے لیے انسان کو اپنے ہم عصروں کے ساتھ مقابلہ تو بہرحال کرنا پڑتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "جو آگے بڑھنے کی جدوجہد نہیں کرتے وہ ہمیشہ پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔"

"بے شنکر کمپنی میں نرنجن لال کا ایک پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے۔ میری اس کی زیادہ دوستی تو نہیں لیکن اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔" وارثی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک بار اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے نے کاروبار میں پوری طرح قدم جمانے کے بعد نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ممکن ہے یہ بات اس نے اپنی طرف سے کہی ہو مگر میں نے آپ کو بتانا فرض سمجھا اسی لیے ذکر کر دیا۔"

"آپ نے اچھا کیا جو یہ بات میرے کان میں ڈال دی۔"

وارثی کے جانے کے بعد میں دوسری فائلوں کے مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے عارفہ نے مجھے انٹر کام پر اطلاع دی کہ کوئی خاتون مجھ سے فون پر بات کرنے کی خواہش مند ہیں۔

"کیا نام ہے ان کا؟"

"میں نے دریافت کیا تھا سر لیکن جواب یہی ملا کہ وہ براہ راست آپ سے کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہیں۔"

"کام کی نوعیت کیا ہے؟"

"اس سلسلے میں بھی وہ صرف آپ کو بتانا پسند کریں گی۔" عارفہ کے لہجے میں بیزاری تھی۔

"ٹھیک ہے۔ لائن ڈائریکٹ کردیں۔" میں نے سرسری انداز میں جواب دیا پھر فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو۔ شہباز اسپیکنگ۔" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ میری نظریں اس وقت بھی ایک فائل پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے ایک مترنم آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سکریٹری۔"

شنکر ناتھ پانڈے کا نام سن کر میں نے فائل بند کردی۔

"مجھے شنکر ناتھ پانڈے جی سے گفتگو کرکے یقیناً خوشی ہوگی۔" میں نے کاروباری اخلاق کا مظاہرہ کیا۔

"وہ اس وقت سیٹ پر نہیں ہیں لیکن جاتے جاتے آپ کے نام ایک ضروری پیغام چھوڑ گئے ہیں۔"

"فرمایئے۔"

"آج تین بجے جو ٹینڈر طلب کیا گیا ہے آپ اس میں حصہ لینے کی کوشش نہ کریں۔" اس بار خشک لہجے میں کہا گیا۔ "اسی میں آپ کی بھلائی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تیور بدل کر جواب دیا۔ "کیا شنکر ناتھ پانڈے جی براہ راست اس سلسلے میں مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔"

"اس کا جواب وہی دے سکتے ہیں۔ میں کیول اتنا جانتی ہوں کہ اگر آپ نے باس کی آگیا کا پالن نہ کیا تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔" اس بار نفرت سے جواب دیا گیا تھا پھر دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

اس پیغام نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ تھوڑی دیر تک میں کرسی پر بیٹھا پیچ و تاب کھاتا رہا پھر میں نے انٹر کام اٹھا کر عارفہ سے دریافت کیا۔ "کیا آپ بے شنکر کمپنی کے مالک کی لیڈی سکریٹری کے نام سے واقف ہیں۔"

"جی ہاں۔ کومل ورما۔" عارفہ نے جواب دیا۔ "اس کے نام کا علم بھی مجھے ماسٹر ٹونی کے ذریعے ہوا تھا۔"

"کیا ڈیڈی کی موجودگی میں بھی کومل ورما یا شنکر ناتھ پانڈے کا کوئی فون آیا تھا۔"

"جی نہیں۔ کم از کم میرے علم میں نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما سے دوبارہ میری بات کرائیں۔"

دو منٹ بعد ہی کومل ورما کی آواز مجھے دوبارہ فون پر سنائی دی۔ اس کا لہجہ اس بار بھی مترنم ہی تھا۔

"فرمایئے میں آپ کی کیا سیوا کر سکتی ہوں؟"

"کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے میرے جواب کا انتظار کیے بغیر لائن ڈسکنکٹ کیوں کردی تھی؟" میں نے خشک آواز میں پوچھا۔

"میں نے۔۔۔۔۔۔" دوسری جانب سے تعجب کا اظہار کیا گیا۔ "میں نے تو آپ کو کوئی فون نہیں کیا تھا۔"

"لیکن میں آپ کی آواز پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کر رہا ہوں۔"

"آپ کو اوش کوئی دھوکا ہوا ہے سر۔" کومل ورما نے نرم آواز میں جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ کسی اور لڑکی نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہو۔"

"کیا شنکر ناتھ پانڈے جی اس وقت اپنے آفس میں موجود ہیں؟" میں نے دوسرا رخ اختیار کیا۔

"نہیں سر۔" ایک بار پھر کومل ورما نے بڑے مہذب انداز میں کہا۔ "کیا آپ باس سے بات کرنا پسند کریں گے؟"

"پلیز۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ کومل ورما کی آواز کو پہچاننے میں مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہوا کہ پہلے اس نے کہا تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے دفتر میں موجود نہیں ہیں جبکہ اب اس کا جواب اس کے برعکس تھا۔ میں نے اسی وجہ سے براہ راست صاحب معاملہ سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ عام حالات میں شاید میں گفتگو میں پہل کرنے سے گریز ہی کرتا لیکن اس وقت میں اس معمے کو حل کرنا چاہتا تھا جو کومل ورما کے متضاد رویے سے پیدا ہو گیا تھا۔

"ہیلو۔" دوسری جانب سے ایک مردانہ آواز ابھری۔ "شنکر ناتھ پانڈے۔"

"میں شہباز خان بول رہا ہوں۔ شہباز انٹرپرائز اور ناور کنسٹرکشن کے دفتر سے۔" میں نے سنجیدگی سے اپنا تعارف کرایا۔

"مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے سیوک کو یاد کیا۔" شنکر ناتھ پانڈے نے کہا۔ "میں نے سنا تھا کہ آپ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس کب لوٹے؟"

"کل ہی آیا ہوں۔"

"آپ کے پتاجی کی طبیعت اب کیسی ہے؟" اس بار بھی بڑے خمار انداز میں جواب ملا۔ "میں تو چاہتا ہوں کہ حاضر نہیں ہو سکا۔ پر تو آج شام کو اوش حاضری دوں گا۔ اسی بہانے آپ کے درشن بھی ہو جائیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہمارے ذاتی اور کاروباری دونوں تعلقات دوستی کی بنیادوں پر استوار رہیں۔" میں نے اسے

قاتل فقیر	(انتخاب) طارق اسمٰعیل ساگر	60/-
آدم خور کتا	(-) طارق اسمٰعیل ساگر	60/-
عورت رات اور خون	(-) طارق اسمٰعیل ساگر	60/-
آدم خور کا تعاقب	(-) طارق اسمٰعیل ساگر	70/-
برف کا جہنم	(-) طارق اسمٰعیل ساگر	60/-
جہنم جلی	(-) طارق اسمٰعیل ساگر	60/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ "اسی خاطر میں نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"بڑی کرپا ہے آپ کی۔"

"پانڈے جی۔" میں نے دوستانہ انداز میں اسے آزمانا چاہا۔ "میں نے سنا ہے کہ آپ ہر قیمت پر ٹینڈر کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو آج شام چھ بجے کھلنے والا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے حق میں دست بردار ہو سکتا ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں شہباز صاحب۔" پانڈے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں بھلا ایسا کیوں چاہوں گا کہ آپ اس ٹینڈر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں، آپ کے علاوہ بھی کئی کمپنیاں اس دوڑ میں حصہ لے رہی ہیں۔ میں کس کس کو روکوں گا۔ بھگوان کی اچھا (مرضی، اختیار) ہوتی ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی تیسری پارٹی اس طرح ہم دونوں کے درمیان مس انڈر اسٹینڈنگ پیدا کر کے اپنا کام نکالنا چاہتی ہو۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے اسی کی کہی ہوئی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "شام کو تو ملاقات ہو رہی ہے نا۔"

"آف کورس۔"

شنکر ناتھ پانڈے سے گفتگو ہو جانے کے بعد میری الجھن میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے کاروباری انداز میں جو بات کی تھی وہ اپنی جگہ غلط نہیں تھی۔ اس کی بات یا لب ولہجے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی تھی کہ وہ ہماری کمپنی کے ساتھ بگاڑ کرنا چاہتا ہو۔ اس کا رویہ بھی درست ہی تھا لیکن کومل ورما کی شخصیت میرے لیے کسی لاینحل معمے سے کم نہیں تھی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ اس کی آواز کو پہچاننے میں میں نے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔

کیا کومل ورما دہری شخصیت کی مالک تھی یا اس کی پشت پر کوئی پراسرار قوت کام کر رہی تھی؟ وہ پراسرار قوت کس کی ہو سکتی تھی؟ میرے ذہن میں متعدد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک اس سلسلے میں اپنے خیال میں مستغرق رہا پھر میں نے ٹونی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ مل سکے گا۔ زیادہ تر وہ مختلف سائٹس کی دیکھ بھال کے فرض کی ادائیگی میں مشغول رہتا تھا، دفتری کام وہ سائٹ کا کام ختم ہونے کے بعد کرتا تھا۔ میرے یہاں اوور ٹائم کا کوئی دستور نہیں تھا۔ میں اس بات سے واقف تھا کہ خواہ کوئی مشینری ہو یا گوشت پوست کا آدمی اس کے کام کی قوت ایک مخصوص وقت تک ممکن ہوتی ہے اس کے بعد اگر اسے آرام نہ ملے تو وہ ٹھپ ہو جاتی ہے لیکن ماسٹر ٹونی کا مسئلہ اور تھا۔ وہ دیر تک کام کرتا تھا لیکن براہ راست اس نے مجھ سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ مجھے اس کی محنت اور کارکردگی کا علم دوسروں کے ذریعے ہوا تھا چنانچہ میں نے اس کی تنخواہ میں معقول اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے اس وقت کچھ سوچ سمجھ کر ہی ماسٹر ٹونی سے رابطہ قائم کیا تھا۔ فون پر اس کی آواز سن کر مجھے ایک نامعلوم سی خوشی کا احساس بھی ہوا تھا۔

"کیا تم آج سائٹ پر نہیں گئے؟"

"نہیں باس، میں نے اپنے ماتحتوں کو ضروری ہدایت صبح ہی دے دی تھی۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"طبیعت ان کی خراب ہوتی ہے باس جو اپنی طرف سے ہر وقت زیادہ فکر مند رہتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی علت نہیں پالی جس کی وجہ سے مجھے بلاوجہ اپنے ذہن پر زور دینا پڑے اور پھر اس سے فائدہ بھی کیا ہو گا۔" ماسٹر ٹونی نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ "گاڈ از گریٹ باس۔ ہم تو صرف کٹھ پتلی ہیں جسے وہ اپنے اشاروں پر نچاتا رہتا ہے۔ جب اس کا دل کسی سے بھر جاتا ہے تو وہ اس کی ڈوری توڑ دیتا ہے اور زندگی کا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ وہی لائف اینڈ ڈیتھ کا مالک ہے۔ ہمارے فکر مند ہونے سے کیا ہوتا ہے۔"

"میں نے تمہیں اس وقت ایک خاص مقصد کے لیے فون کیا ہے۔"

"آپ حکم دیں باس۔" ٹونی نے بڑے عزم کے ساتھ جواب دیا۔

"میں تم سے شنکر ناتھ پانڈے کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کیا نرنجن لال کی طرح وہ بھی کاروباری معاملات میں زندگی اور موت کی حد تک آگے بڑھ سکتا ہے؟"

"کسی نے آپ کو غلط اطلاع دی ہے باس۔ میں شنکر پانڈے کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ ایک بااصول بزنس مین ہے۔ رہا پروفیشنل جیلسی کا معاملہ تو شاید وہ دنیا کے ہر بزنس میں ہوتی ہے۔" ٹونی نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال وہ نرنجن لال کی طرح کینہ خصلت نہیں ہے۔ زمین اور آسمان کا فرق ہے ان دونوں میں۔"

"کردار کے معاملے میں اس کا کیا ٹائپ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میری اطلاع کے مطابق وہ زیادہ شوقین مزاج نہیں ہے لیکن معاف کرنا باس، من پسند ڈش سامنے ہو تو اچھے اچھوں کی رال ٹپک جاتی ہے۔"

"کومل ورما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔

"اچھے فیگر کی مالک ہے۔" ٹونی نے جواب دیا۔ "بغیر میک اپ کے بھی پسند کی جا سکتی ہے۔ شنکر کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کیا کرتی

تھی۔"

"شنکر پانڈے اور کومل ورما کے تعلقات کس ٹائپ کے ہیں؟" میں نے کہا پھر جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اسے اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ شنکر پانڈے کا نام استعمال کرتے ہوئے کسی کاروباری معاملات میں مداخلت یا دھونس دھڑلے سے کام لے سکے؟"

"بات کیا ہے باس؟" ٹونی نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا اس نے کوئی ایسی حرکت کرنے کی ہمت کی ہے؟"

"نہیں۔ میں صرف اپنی معلومات کی خاطر دریافت کر رہا ہوں۔"

"آپ باس ہیں اگر ماسٹر ٹونی کو ڈارک میں رکھنا چاہتے ہیں تو میں اس کی وجہ پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آج دفتر آتے ہی آپ کو خاص طور پر کومل ورما کے بارے میں اتنی معلومات حاصل کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" اس بار ماسٹر ٹونی کے لہجے میں ہلکے سے شکوے کی آمیزش تھی پھر اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "شنکر پانڈے ہر کاروباری آدمی کی طرح اپنے اسٹاف کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کام کرنے والوں کی قدر بھی کرتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ وہ کاروباری معاملات میں کسی کی بے جا مداخلت کو پسند نہیں کرتا۔"

جواب میں میں نے ایک لمحے کو تامل کیا پھر کومل ورما کے فون اور اس سے دوبارہ ہونے والی گفتگو کے بارے میں ماسٹر ٹونی کو پوری تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"اس خیال سے کہ کہیں تمہارے اندر میری باتوں سے کوئی ٹوٹ پھوٹ نہ شروع ہو جائے میں نے تمہیں اصل بات بتا دی لیکن ایک بات کا سختی سے خیال رکھنا ان باتوں کا علم فی الحال کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"ٹونی کے بلڈ میں کوئی لیچ نہیں ہے باس۔ آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں۔" ٹونی نے اس بار بھی جذباتی انداز میں جواب دیا پھر بولا۔ "آپ نے اچھا کیا جو مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیا۔ اب میں اپنے ذرائع سے معلوم کر لوں گا کہ یہ کومل ورما کتنے پانی میں ہے۔"

ٹونی سے رابطہ ختم کر کے میں دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ ٹھیک دو بجے عابد اور واسنی میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں وہی ٹینڈر والی فائل تھی۔ میں عابد کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی سمجھ گیا تھا کہ اسے اپنے ارادے میں کسی مایوسی سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہے پھر بھی میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "اور سنائیے مسٹر عابد کیا رہا تمہاری بھاگ دوڑ کا نتیجہ؟"

"کام بن گیا ہے سر۔" وہ آہستگی سے بولا۔ "ٹینڈر سربمہر

اے حمید کے ایڈونچرس قلم سے

عاطون

انسانی تاریخ کا ایک انوکھا سفرنامہ چار جلدوں میں

اہرام مصر سے فرار 150/-

اندلس کی آخری شمع 125/-

ہڑپہ کی ناگن 125/-

عاطون موت کے دروازے پر 200/-

مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2

ہوتے ہیں لیکن جوڑ توڑ سے ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔ شنکر کمپنی نے جو ریٹ بھرے ہیں مجھے اس کا علم ہو گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر واسنی۔ اب آپ مسٹر عابد کے ساتھ بیٹھ کر ٹینڈر کی باقی خانہ پری بھی کر لیں۔ ریٹ طے کرنے کے سلسلے میں آپ کو میری طرف سے پوری اجازت ہے لیکن ٹینڈر ہمارے ہی نام کھلنا چاہیے۔" میں نے آخری جملہ ذاتی انا کو بھی درمیان میں لاتے ہوئے کہا۔ "اب یہ میری بھی خواہش ہے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔" واسنی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ٹینڈر ٹھیک چھ بجے کھلے گا اور ہم فوری طور پر حسب توقع آپ کو خوشخبری ہی سنائیں گے۔"

"میں اس وقت ہسپتال میں ڈیڈی کے پاس ہوں گا۔"

"اوکے سر۔"

ساڑھے چار بجے آفس سے اٹھ کر میں گھر گیا۔ نہا دھو کر لباس تبدیل کیا پھر ہسپتال پہنچ گیا۔ ڈیڈی کی حالت اب پہلے کے مقابلے میں زیادہ بہتر نظر آ رہی تھی۔ وہ شاید اپنی خود اعتمادی کی وجہ سے تیزی سے ری کور کر رہے تھے۔ جس وقت میں ان کے پاس پہنچا اس وقت ڈی ایس پی سراج بھی وہاں پہلے سے موجود تھا۔

"ہیلو مسٹر شہباز۔" اس نے مجھے دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔ "آپ کب واپس آئے؟"

"کل شام واپسی ہوئی ہے۔"

"کیا لندن میں آپ کا کام مکمل ہو گیا یا پھر جانے کا ارادہ ہے؟" سراج نے دریافت کیا۔

"فی الحال یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" میں نے گول مول جواب دیا۔ "ممکن ہے دوبارہ جانا پڑ جائے۔ حالات پر منحصر ہے۔"

aazzamm@yahoo.com

اسی وقت وہ ڈاکٹر بھی آگیا جو ڈیڈی کا علاج کر رہا تھا۔ رسمی ہیلو ہیلو کرنے کے بعد اس نے بڑی پیشہ ورانہ سنجیدگی سے والد صاحب کا تفصیلی چیک اپ کیا پھر بڑے پر اعتماد لہجے میں بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب انھیں صرف ایک دو دن آرام کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد انھیں گھر جانے کی اجازت ہوگی لیکن اس شرط پر کہ گھر جانے کے بعد بھی یہ کم از کم دو ہفتے مکمل طور پر بیڈ ریسٹ کریں گے۔"

میری والدہ چونکہ پردے کی دوسری سمت تھیں اس لیے جب میں انھیں خوشخبری سنانے کے لیے گیا تو ان کی آنکھوں میں مسرتوں کے موتی پہلے ہی جھلک جھلک کر رہے تھے۔

"سب اس کا کرم ہے۔" امی نے مجھے دیکھ کر دعا کے لیے ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "دلوں کے بھید اس کے سوا کوئی نہیں جان سکتا لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ وہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔"

میں امی سے بات کرنے کے بعد سراج کو لے کر کمرے سے باہر آگیا۔

"نرنجن لال کے بارے میں تو شاید آپ کو لندن پہنچتے ہی اطلاع مل گئی ہوگی۔" سراج نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ میں اس کی نگاہوں میں تجسس دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک فرض شناس اور دیانتدار پولیس آفیسر تھا اس لیے کسی معاملے کی چھان بین میں اپنے اور پرائے کی تمیز کرنے کا عادی نہیں تھا۔

"اچھا کاروباری وہی کہلاتا ہے جو حالات سے پوری طرح باخبر ہو۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"مسز ندیم کیا ابھی تک لندن ہی میں ہیں؟"

"جی ہاں۔ ان کے ہنی مون کی معیاد ابھی پوری نہیں ہوئی۔ کچھ ذاتی مسئلے درپیش ہیں۔ ہو سکتا ہے اسے واپسی میں دیر لگ جائے۔"

میری نظر بار بار گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھی۔ اس وقت شام کے پونے چھ بجے تھے اور اگر میری گھڑی غلط نہیں تھی تو پندرہ منٹ بعد اس ٹینڈر کا فیصلہ ہونے والا تھا جس نے نہ جانے کیوں مجھے مضطرب کر رکھا تھا۔ میں ابھی سراج سے گفتگو میں مصروف تھا کہ شنکر ناتھ پانڈے آگیا۔ اس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ دوستانہ انداز میں مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"میں اس سے پہلے آپ کے پاپا کی طبیعت کی جانکاری کے لیے نہیں آسکا اس کے لیے معافی چاہتا ہوں۔" اس کے لہجے میں بھی خلوص کا عنصر شامل تھا۔ مجھے اس کے بارے میں میرے کارندوں نے جو اطلاع فراہم کی تھی وہ اس پر پورا اترتا تھا۔ اس میں تصنع یا بناوٹ برائے نام بھی نہیں تھا۔ ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بڑے پر اعتماد لہجے میں باتیں کرنے کا عادی تھا۔ خاصا خوش پوش اور طرحدار آدمی نظر آتا تھا۔ سراج کچھ دیر رکنے کے بعد اجازت لے کر چلا گیا۔ میں شنکر ناتھ پانڈے کے ساتھ ویٹنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ ایک خوبصورت سی لڑکی کمرے میں داخل ہوئی اور تیزی سے قریب آکر شنکر ناتھ پانڈے سے مخاطب ہوئی۔

"سوری سر۔۔۔۔"

"کوئی بات نہیں۔ کاروبار میں اونچ نیچ اور جیت ہار نہ ہو تو مزہ نہیں آتا۔" پانڈے نے بے پروائی سے مسکراتے ہوئے لڑکی سے کہا پھر اس سے میرا تعارف کرانے لگا۔ "مسٹر شہباز یہ ہیں میری لیڈی سیکرٹری مس کومل ورما۔۔۔ اور مس کومل۔۔۔ یہ ہیں ہمارے مترمسٹر شہباز' شہباز انٹر پرائز اور باور کنسٹرکشن کے مالک' کل ہی لندن سے واپس آئے ہیں۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی سر۔" کومل ورما نے بڑے اخلاق سے کہا۔

"تھینکس۔" میں نے کومل ورما کو غور سے دیکھا۔ ماسٹر ٹونی نے لفظوں میں اس کے بارے میں جو کچھ بیان کیا تھا وہ بالکل ویسی ہی تھی۔ لیڈی سیکرٹری کے فرائض انجام دینے کے باوجود وہ اب بھی اپنے رکھ رکھاؤ سے ماڈل گرل ہی نظر آتی تھی۔ پبلک ریلیشنگ کے اعتبار سے وہ یقیناً ایک کامیاب سیکرٹری ہوگی۔ پہلی نظر میں کومل ورما کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہیں کر سکا لیکن ایک بات میں بڑے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ فون پر سننے والی آوازوں اور اس آواز میں ذرہ برابر بھی کوئی فرق نہیں تھا جو میں اس وقت سن رہا تھا۔

مجھ سے مخاطب ہونے کے بعد کومل ورما نے شاید نگاہوں' نگاہوں میں بے شنکر پانڈے سے کچھ کہا تھا جس کا اندازہ مجھے فوراً" ہی ہوگیا۔ "میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں مسٹر شہباز۔" پانڈے نے مجھ سے کہا۔ "آپ آج جس ٹینڈر کی بات مجھ سے کر رہے تھے وہ آپ ہی کی فرم کے نام کھلا ہے۔ ویسے بائی دی وے۔ کیا آپ مجھے اس منش کا شبھ نام بتانا پسند کریں گے جس نے اس ٹینڈر کے سلسلے میں آپ کو میرے بارے میں ایک غلط خبر پہنچائی تھی۔"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں تھا پانڈے جی۔" میں نے اس کے سوال کے جواب سے گریز کرتے ہوئے کہا۔ "وہ یقیناً کسی تیسری پارٹی کی شرارت تھی جو ہمارے درمیان رنجش پیدا کر کے اپنا کام بنانا چاہتی تھی۔" میں نے اپنے جملے کے اختتام کے بعد ایک بار پھر کن انکھیوں سے کومل ورما کے چہرے پر نظر آنے والے تاثرات کا جائزہ لیا لیکن وہاں مجھے کوئی ایسی علامت نظر نہیں آئی جس کی بنا پر میں اس فون کال کو اس کی ذات سے منسوب کر سکتا جس کے ذریعے مجھے اس ٹینڈر کی دوڑ سے الگ رہنے کو کہا گیا تھا اور انکار کی صورت میں زندگی بھر پچھتانے کی دھمکی دی گئی تھی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر شہباز۔" پانڈے نے

ہوئے کہا پھر بڑی گرم جوشی سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "امید ہے اب ہماری ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے بھی خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ "اگر میں آپ کے کسی کام آسکا تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"دھنیہ واد (شکریہ) مسٹر شہباز۔" جواب میں پانڈے نے سنجیدگی سے کہا پھر کومل ورما کے ساتھ وزیٹرز روم سے باہر چلا گیا۔

اس رات والد صاحب کی طبیعت خاصی بہتر تھی ٹینڈر ملنے کی خوشخبری سن کر ان کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ پانڈے کے جانے کے بعد مجھے واثق اور عابد سے اطلاع مل چکی تھی کہ ہمیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ رات تقریباً" ساڑھے نو بجے تک میں والد صاحب کے قریب کرسی پر بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر نرس نے آکر انھیں آخری خوراک دی تو میں نے نائٹ بلب روشن کرکے حسب معمول دیگر تمام لائٹس آف کر دیں اور اپنے بستر پر آکر لیٹ گیا۔ اس روز بھی میں نے سونے سے پیشتر کمرے کو اندر سے لاک کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی اس لیے کہ میرے سو جانے کی صورت میں والد صاحب کو کال بیل کے ذریعے کسی اٹینڈنٹ کو بلانے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

*

رات کے تقریباً" دو بجے تھے جب ایک نرس نے مجھے جگا کر اطلاع دی کہ میرے لیے کوئی کال آئی ہے۔ میں نے اٹھ کر والد صاحب کو دیکھا وہ پر سکون نیند سو رہے تھے۔ میں آواز پیدا کیے بغیر قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر آیا اور کاؤنٹر کی جانب قدم بڑھانے لگا جہاں نائٹ ڈیوٹی اسٹاف موجود تھا۔ فون کالز اسی کاؤنٹر پر ریسیو کی جاتی تھیں پھر مطلوبہ آدمی کو بلا لیا جاتا تھا۔ میرے ذہن میں صرف یہی ایک خیال تھا کہ وہ کال امی نے والد صاحب کی خیریت دریافت کرنے کے لیے یا کسی اور ضروری نوعیت کے کام کے لیے کی ہوگی۔

"ہیلو۔۔۔۔" میں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے کومل ورما کی مانوس آواز سنائی دی۔

"کوئی خاص بات؟" میں نے قدرے خشک لہجے میں سوال کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ رات کے دو بجے آپ کی نیند ڈسٹرب ہوئی۔"

"کیا آپ نے صرف یہی کہنے کی خاطر مجھے ڈسٹرب کیا ہے۔" میں اس کے جواب پر تلملا اٹھا۔

"نہیں۔ میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ آپ نے میرے منع کرنے کے باوجود اپنا ٹینڈر داخل کرکے اچھا نہیں کیا۔" اس نے سپاٹ اور خشک آواز میں کہا۔ "میں نے آپ سے کہا تھا مسٹر شہباز کہ اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو آپ کو سارا جیون پچھتانا پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو خود کو ظاہر کر رہی ہو۔" میں نے تیزی سے جواب دیا۔ "ویسے تم یقیناً کوئی کامیاب اداکارہ ضرور ہو جو کومل ورما کی آواز کی بڑی مہارت سے نقل کر رہی ہو۔"

"تمھارا خیال غلط ہے۔" اس بار آپ کے بجائے تم کہہ کر مخاطب کیا گیا۔ "میں کومل ورما ہی بول رہی ہوں اور تمھیں ایک بری خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔" میں نے نفرت کا اظہار کیا۔

"فون بند نہ کرنا مسٹر شہباز۔ میری بات غور سے سنو۔ تم نے اور تمھارے دوست نے مل کر نرنجن لال کے ساتھ جو بھیانک کھیل کھیلا تھا اب اس کے جواب دینے کا سمے آگیا ہے۔" کومل ورما کی آواز میں کرختگی بڑھتی جارہی تھی۔ "نرنجن لال سے میرا کیا سمبندھ تھا یہ میں تمھیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی لیکن اب نرنجن لال کے بدلے میں تمھیں اپنے پتا کی لاش کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا پڑے گا۔"

"شٹ اپ۔" میں اتنی زور سے چیخا کہ کاؤنٹر کی دوسری جانب موجود نائٹ اسٹاف بھی چونک کر میری جانب دیکھنے لگا۔

"تم شاید کومل ورما کی بات کو مذاق سمجھ رہے ہو لیکن کمرے میں واپس جاکر اپنی نظروں سے دیکھ لو کہ تمھارے پتا اس سمے زندگی اور موت کی آخری جنگ لڑ رہے ہیں اور وجے (جیت) موت کی ہوگی۔"

میں نے غصے سے فون بند کر دیا پھر تقریباً" دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ والد صاحب اپنے بستر کے بجائے نیچے فرش پر پڑے بری طرح تڑپ رہے تھے۔ ان کے منہ سے گاڑھا گاڑھا خون فوارے کی طرح ابل رہا تھا۔ میرے دل کی اس وقت کیا کیفیت تھی یہ میں ہی بہتر جانتا ہوں۔ ایک دو منٹ کے اندر اندر وہ سب کچھ ہوگیا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ وقت ان باتوں کو سمجھنے یا سمجھانے کا نہیں تھا۔

میں پاگلوں کی طرح ڈاکٹر کو بلانے کے ارادے سے باہر کی جانب لپکا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

Scanned By
Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور

میں ڈاکٹر کو بلا کر لایا تو وہ بھی ایک لمحے کو والد صاحب کی کیفیت دیکھ ششدر رہ گیا' شاید اسے اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آ رہا تھا' وہ ششدر کھڑا تھا' والد صاحب کے جسم میں بظاہر اب کسی قسم کی حرکت نظر نہیں آ رہی تھی۔

"ڈاکٹر۔۔۔" میں نے اس کا بازو تھام کر غصے سے جھنجھوڑا۔ "میں یہاں تمہیں تماشا دیکھنے کے لیے نہیں لایا ہوں۔"

ڈاکٹر نے تیزی سے بڑھ کر والد صاحب کا معاینہ کیا' ان کی نبض دیکھی' کانوں سے آلہ لگا کر دل کی دھڑکن سننے کی ناکام کوشش کی پھر مایوس ہو کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری مسٹر شہباز۔"

میں اس کے لہجے ہی سے سمجھ گیا تھا کہ باپ کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا تھا' موت کا کوئی وقت' کوئی دن' کوئی لمحہ انسانوں کو کبھی از وقت نہیں معلوم ہوتا جو گھڑی معین کر دی جاتی ہے وہ اٹل ہوتی ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی' زندگی خدا کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے واپس لے لیتا ہے' اس پر کسی کا زور' کسی کا بس نہیں چلتا' موت جس انداز میں لوح محفوظ پر رقم کر دی جاتی ہے' اسی طرح واقع ہوتی ہے لیکن میرے ذہن میں اس وقت کچھ اور ہی طوفان اٹھ رہا تھا۔

پہلے شنکر ناتھ پانڈے کی لیڈی سیکریٹری کومل ورما نے مجھے ٹینڈر کی دوڑ سے علیحدہ ہونے کے لیے کہا تھا' اس نے کھلے لفظوں سے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو مجھے ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے پھر میرے کانوں میں ماسٹر ٹونی کے الفاظ گونجے' اس نے اپنے خواب کے پیش نظر مجھے والد صاحب کے ہاتھوں پر کسی بزرگ سے تعویذ لے کر باندھنے کا مشورہ دیا تھا اور اب کومل ورما ہی نے رات کے دو بجے مجھے فون کر کے میرے باپ کی موت کی اطلاع دی تھی اور وہ غلط ثابت نہیں ہوئی تھی۔

جو نرس رات کی ڈیوٹی پر تھی اور جس نے مجھے بذریعہ فون اطلاع دی تھی وہ بری طرح نروس نظر آ رہی تھی لیکن میں نے اس سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی۔ ڈاکٹر بضد تھا کہ والد کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرا کے موت کی وجہ معلوم کی جائے لیکن میں نے اس کے مشورے پر عمل نہیں کیا۔ اس سے فائدہ بھی کیا تھا' پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کوئی کہانی تو سنا سکتی تھی لیکن مرنے والے کو نئی زندگی نہیں عطا کر سکتی' میں نے فون کر کے اپنے ملازم احمد علی کو حالات کی اطلاع دی پھر ایک گھنٹے بعد کاغذات کی خانہ پری کر کے ایمبولینس کے ذریعے والد صاحب کی لاش لے کر گھر پہنچا تو وہاں پہلے ہی سے کہرام مچا ہوا تھا' میری ماں اپنی بیوگی کے غم سے پچھاڑیں کھا رہی تھی' محلے کی عورتیں اسے صبر کی تلقین کر رہی تھیں۔ پاس پڑوس کے لوگ اکا دکا کر کے جمع ہو رہے تھے۔ وہ بھی مجھے گلے لگا کر افسوس کا اظہار کر رہے تھے موت کا ...ں کچھ عجیب ہوتا ہے' ہر شخص مرنے والے کے قریبی ...وں سے گلے مل کر اپنے غم کا اظہار کرتا ہے پھر جب ...باری آتی ہے اور وہ مرے اسے صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ ...ازل سے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔

...میں نے والد صاحب کی تجہیز و تکفین میں دیر نہیں لگائی' ...ظہر کے وقت ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں مٹی کے ...کے کر دیا گیا' گھر واپس آیا تو میں ماں کو پچھاڑیں کھاتا دیکھ کر ...آنسو بھی ضبط نہ کر سکا' آدیر ماں کو اپنی چھاتی سے لگا کر ...رہا لیکن یہ آنسو صرف غم کی ترجمانی تو کر سکتے ہیں لیکن اس ...کو پر نہیں کر سکتے جو مرنے والا چھوڑ جاتا ہے۔ صرف وقت کا ...مرہم آہستہ آہستہ زخموں پر کھرنڈ جما دیتا ہے لیکن یہ محض عارضی ...ل ہوتا ہے' سالہا سال گزرنے کے بعد بھی جب ان زخموں کو ...ٹھیس لگتی ہے تو وہ پھر سے تازے ہو جاتے ہیں۔

والد کی رسومات میں میرے محلے کے افراد پیش پیش رہے تھے' وہ سب میرے غم میں برابر کے شریک تھے' میری طرح وہ بھی یہی محسوس کر رہے تھے کہ ان کے سروں سے بھی ایک شفیق بزرگ کا سایہ ہمیشہ کے لیے اٹھ چکا ہے۔

دس روز بعد میں نے دوبارہ دفتر میں قدم رکھا تو زخموں پر آنے والا کھرنڈ ایک بار پھر اکھڑ گیا' میرے سارے ساتھی میری غمگساری کر رہے تھے' ایک ایک کر کے اپنے اپنے انداز میں مجھے تسلی دے رہے تھے' میں اس روز کوئی کام نہیں کر سکا' میں نے والد کی موت کے سلسلے میں والدہ کو کچھ نہیں بتایا تھا لیکن میرے اپنے ذہن میں گرم ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے' جب نرنجن لال زندہ تھا اس وقت بھی میرے کچھ دوست پراسرار قوتوں کے ہاتھوں شکار ہوئے اور اب میرے والد صاحب بھی کسی پراسرار طاقت ہی کا نشانہ بنے تھے اور میں یہ جاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ پراسرار قوت کس کی ہے جس نے ایک بار پھر میرے سکون کو درہم برہم کر دیا تھا؟

ندیم کو والد صاحب کی موت کی اطلاع مل چکی تھی' اس نے مجھے تعزیت کے ساتھ ساتھ فون پر یہ بھی کہا تھا کہ وہ فوری طور پر نسیم کے ساتھ واپس آ رہا ہے لیکن میں نے اسے منع کر دیا تھا' میرا خیال تھا کہ میں ماں کو ساتھ لے کر کچھ دنوں کے لیے لندن یا کسی اور پرفضا مقام پر چلا جاؤں گا تاکہ ان کا کچھ غم غلط ہو سکے لیکن قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

گیارہویں روز میں نے دفتر پہنچ کر سب سے پہلے ماسٹر ٹونی کو طلب کیا' وہ میرا سب سے جاں نثار آدمی تھا' میری ہی وجہ سے اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا تھا لیکن مجھے علم تھا کہ وہ اب بھی میرے بہت کام آ سکتا تھا۔ میں ابھی ٹونی کا انتظار کر رہا تھا کہ کومل ورما کا فون آ گیا۔

کومل ورما کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اٹھے لیکن اب میں یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ اس کے وجود کے اندر کوئی ایسی پراسرار قوت بھی موجود تھی جس سے ابھی تک وہ بھی ناواقف تھی۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ شنکر ناتھ پانڈے نے بھی والد صاحب کی تمام رسومات میں حصہ لیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔" میں نے ریسیور اٹھا کر سنجیدگی سے کہا۔

"میں کومل ورما بول رہی ہوں سر۔" اس کی مانوس اور مترنم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "مسٹر پانڈے آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔" پھر شنکر پانڈے کی آواز سنائی دی۔

"مسٹر شہباز۔ مجھے آپ کے پتا کی موت کا بہت دکھ پہنچا ہے' وہ بڑے نیک اور ملنسار آدمی تھے' مجھے وشواس ہے کہ بھگوان انہیں سورگ میں جگہ دے گا۔"

"شکریہ پانڈے جی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہیے۔"

"بھگوان کو جو منظور ہوتا ہے وہ اوش پورا ہوتا ہے۔" شنکر پانڈے کا لہجہ بے حد نرم تھا' منش کو وہی جیون دان کرتا ہے اور جب اس کی اچھا (خواہش) ہوتی ہے تو وہ اس کی آتما کو دوبارہ آکاش پر واپس بلا لیتا ہے' منش بڑا لاچار اور بے بس ہے' وہ مرنے والے کو زمین کی گود یا چتا کی آگ میں رکھنے کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے' پرنتو منش کا دارو (علاج) بھی ہوتا ہے' میں آپ کے پتا سمان ہوں اگر کبھی میری ضرورت پیش آئے تو میں ہمیشہ تن' من' دھن سے آپ کی سہائتا کرنے کو تیار ہوں۔"

"میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں پانڈے جی۔" اس بار میں نے شنکر پانڈے کے لہجے میں چھپے خلوص کو محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر مجھے کوئی ضرورت ہوئی تو میں سب سے پہلے آپ ہی کو زحمت دوں گا۔"

"میں آپ سے ایک بنتی اور کروں گا۔"

"فرمائیے۔"

"کیا آپ مجھے اس دشٹ کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے ٹینڈر کے سلسلے میں ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"میں اسے نہیں جانتا۔" میں نے اپنی زبان پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جس نے فون پر مجھے دھمکی دی تھی۔"

"کبھی اگر آپ کو اس کے سلسلے میں کوئی جان کاری ہو تو مجھے ضرور بتائیے گا۔"

"میرا خیال ہے وہ اب مجھے دوبارہ فون نہیں کرے گا۔" اس بار میں نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "شاید اس لیے کہ اس نے مجھے جو دھمکی دی تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" پانڈے کی آواز سے حیرت کا اظہار ہوا تھا۔

aazzamm@yahoo.com

"اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے نینڈز میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا۔ شاید اس کا اشارہ میرے والد کی موت ہی سے تھا۔"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" پانڈے نے تعجب سے پوچھا۔

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "بھلا منتر کیول زبان ہلا کر کسی کو کس طرح ختم کر سکتا ہے۔ پر تو ایک منٹ کیا آپ کے پتا کو قتل تو نہیں کیا گیا؟"

"جی نہیں......"

"پھر...... یہ سب کچھ کس طرح ہوا؟"

"پانڈے جی۔" میں نے اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس دھرتی پر اب بھی کچھ کالی اور سفید قوتیں موجود ہیں جو انسان کو پراسرار طور پر موت کا شکار کر دیتی ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں لیکن......" پانڈے نے ایک لمحے کے توقف سے کہا۔ "کیس آپ کے من میں میری طرف سے تو کھوٹ نہیں ہے...... میں بھگوان کی سوگند اٹھا کر کہتا ہوں مسٹر شہباز کہ میں ایسی کسی شکتی سے واقف نہیں ہوں۔ آپ اگر چاہیں تو میں آپ کو دلاسہ دلانے کے کارن اپنی کنسٹرکشن کا کام بند بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے آپ کی ذات پر پورا یقین ہے پانڈے صاحب۔" میں نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ کوئی پراسرار قوت میرے خلاف پھر سر اٹھانے کی کوشش کر رہی ہے۔"

"کیا مطلب...... کیا پہلے بھی کبھی ایسا ہو چکا ہے؟" پانڈے کے لب و لہجے سے حیرت اور تعجب کے ملے جلے تاثرات خرچ تھے۔

"جی ہاں......" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "نرنجن لال کی زندگی میں کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔"

"لیکن......"

"آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔" میں نے پانڈے کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "میں بڑا کھرا اور صاف گو واقع ہوا ہوں جس دن مجھے آپ کی ذات پر شک ہوا اس روز میں آپ پر اپنے شبہے کا اظہار کرنے میں کسی جھجک یا ہچکچاہٹ سے کام نہیں لوں گا۔"

پھر میں نے فون بند کر دیا' ایک منٹ بعد ہی مسٹر ٹونی کمرے میں داخل ہوا اور میرا اشارہ پا کر میرے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا' میرا ذہن ابھی تک شنکر پانڈے کے بارے میں غور کر رہا تھا' میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پانڈے میرے والد کی موت کا براہ راست ذمے دار نہیں' البتہ کومل ورما کی شخصیت میرے لیے ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی پھر کسی خیال کے تحت میں نے

تیزی سے اختر کامر ورواٹی سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جے شنکر کمپنی میں نرنجن لال کا کوئی پرانا ملازم بھی کام کر رہا ہے' جس نے آپ سے نرنجن لال کی ذات کو جے شنکر پانڈے کے کاروبار سے منسوب کر کے ایک خاص بات کہی تھی۔"

"جی ہاں...... میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"کیا وہ بات اس نے براہ راست آپ سے کہی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"میں اس کا نام جاننا پسند کروں گا۔"

"پورا نام تو مجھے نہیں معلوم لیکن زیادہ تر لوگ اسے اشوک کے نام سے جانتے ہیں۔"

"میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

"کوئی خاص بات ہے سر۔"

"نہیں......" میں نے ریسیور رکھ دیا۔ ٹونی خاموش بیٹھا میری باتوں کو سن رہا تھا' میں نے وارثی کے ساتھ اپنی مختصر گفتگو ختم کی تو ٹونی نے بغور میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے باس۔ آپ کچھ مضطرب دکھائی دے رہے ہیں۔"

"تم اشوک کو جانتے ہو۔" میں نے ٹونی کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"پہلے نرنجن لال کے ساتھ تھا' آج کل جے شنکر کمپنی میں ملازمت کر رہا ہے لیکن......"

"کیا تم کبھی اس سے مل چکے ہو؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" ٹونی نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔"

"مجھے اس کا پتا درکار ہے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔" ٹونی کا لہجہ یکلخت معنی خیز ہو گیا۔

"ہاں۔ تمہیں صرف کومل ورما پر نظر رکھنی ہے' مجھے اس کے بارے میں ایک ایک منٹ کی تفصیل درکار ہوگی۔" میں نے کہا۔ "وہ کہاں جاتی ہے' کن لوگوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہے اور اس کے دیگر مشاغل کیا ہیں؟"

"مجھے خوشی ہے باس کہ آپ نے ٹونی کو خدمت کا موقع دیا لیکن یہ اشوک۔"

"اس معاملے کو میں بذات خود ہینڈل کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"کیا ایک سوال کر سکتا ہوں۔" ٹونی نے مجھے اشوک کے

ایڈریس سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کومل ورما پر کس قسم کا شک کر رہے ہیں۔ میں یہ بات اس لیے دریافت کر رہا ہوں کہ آپ ایک بار پہلے بھی مجھ سے کومل ورما کے بارے میں دریافت کر چکے ہیں۔"

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' ماسٹر ٹونی کو بغور دیکھتا رہا پھر میں نے اسے اختصار میں لیتے ہوئے کومل ورما سے فون پر تین بار ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا۔

"آئی سی۔" ٹونی کرسی پر پہلو بدل کر بولا۔ "آپ کے حکم کے بموجب میں آج ہی سے کومل ورما کے سائے کی بھی خفیہ طور پر نگرانی شروع کر دوں گا لیکن......"

"لیکن کیا......" میں نے ٹونی کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے وضاحت چاہی۔

"میں نے اپنی پارسائی کے بارے میں کبھی کوئی قسم نہیں کھائی باس۔" وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔ "میرا ماضی کھلی کتاب کے مانند آپ کے علم میں ہے' یہ اور بات ہے کہ اب میں نے اس پرانے ٹونی کو دفنا دیا ہے لیکن پرانے تجربات کا نچوڑ اب بھی خاص خاص موقعوں پر میری بڑی رہنمائی کرتا ہے' عورتوں کی مختلف ٹائپ کے بارے میں بھی میرا تجربہ خاصا وسیع ہے۔ آپ نے کومل ورما کے بارے میں مجھے جن تفصیلات سے آگاہ کیا ہے وہ اپنی جگہ لیکن میرا دل گواہی نہیں دیتا کہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔"

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ؟"

"میں نے آپ کو بتایا تھا باس کہ جے شنکر کمپنی کو جوائن کرنے سے پیشتر وہ ماڈلنگ کرتی تھی۔ ماڈلنگ کی پرکشش دنیا میں اس نے بڑا نام بھی پیدا کیا لیکن اس کے خلاف کبھی کوئی اسکینڈل مشہور نہیں ہوا۔" ماسٹر ٹونی نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "ہو سکتا ہے کوئی خبیث اور پراسرار قوت اس کے وجود کو استعمال کر رہی ہو۔"

"اسی لیے میں نے فی الحال تمہیں اس کی نگرانی پر مامور کیا ہے۔"

ٹونی مجھ سے گفتگو کرنے کے بعد چلا گیا تو ایک بار پھر میرے ذہن میں متضاد خیالات سر ابھارنے لگے۔ میں جن پراسرار قوتوں سے واقف تھا اب ان میں سے صرف دو میری نگاہوں میں تھیں۔ ایک کالکا اور دوسری لیڈی ملارنس میں خاصی دیر تک ذہنی ورزش کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے دل ہی دل میں کالکا کو متعدد آوازیں دیں لیکن دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔

باپ کی موت میرے لیے کوئی ایسا سانحہ نہیں تھی جسے میں آسانی سے فراموش کر دیتا' میرے وجود کے اندر ایک طوفان موجزن تھا' اگر میرے والد کی موت طبعی حالت میں رونما ہوتی تو شاید میں اسے کاتب تقدیر کا فیصلہ سمجھ کر صبر کر لیتا لیکن ایسا نہیں تھا' لوگوں کی نگاہوں میں وہ طبعی موت ہی تھی لیکن میں

حالات کے پیش نظر ایسا کچھ سمجھنے سے قاصر تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے تمام دشمنوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتاروں گا جنہوں نے مجھے باپ کے سائے سے محروم کیا تھا۔

مجھے اس وقت لیڈی ملارنس کی یاد بری طرح آ رہی تھی' وہ اگر موجود ہوتی تو بڑی آسانی سے مجھے میرے باپ کے قاتلوں کے بارے میں مکمل تفصیل سے آگاہ کر سکتی تھی' ایک بار میرے دل میں آیا کہ فون کر کے اس سے مدد کی درخواست کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ لیڈی ملارنس کے ذریعے اپنے دشمن کو شکار کرنا ایسا ہی تھا جیسے مچان پر محفوظ رہ کر کوئی شکاری اپنے شکار پر گولی چلاتا ہے' اسے کوئی اندیشہ کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے لیڈی ملارنس کی جانب دست سوال دراز کرنے سے گریز کیا' اس کے ساتھ ہی میں جے شنکر کمپنی کے مشتبہ افراد کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا' اکثر آنکھیں دھوکا بھی کھا جاتی ہیں' کچھ لوگ جرائم پیشہ ہونے کے باوجود ایسی معصوم شکل بنائے پھرتے ہیں کہ ان کے ظاہر اور باطن میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا حالانکہ وہ اوپر سے جتنے مخلص اور ملنسار نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی بھیانک اور خطرناک ہوتے۔

ممکن تھا کہ جے شنکر پانڈے اور کومل ورما کے درمیان کوئی ملی بھگت ہو اور وہ دونوں مل کر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے ہوں' اندھیرے میں گھیر کر وہ مجھے شکار کرنا چاہتے ہوں' چنانچہ میں نے ان کی شخصیتوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا تھا' ماسٹر ٹونی کو کومل ورما کی نگرانی پر مامور کرنے کے بعد میں نے پانڈے کی شب و روز کی مصروفیات معلوم کرنے کی خاطر عابد کو تعینات کر دیا تھا' البتہ اشوک کا معاملہ میں نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے امکانی پہلو تھے میں

گنگا کے پجاری ناگ

اے حمید کے ایڈونچرس قلم سے

جس دیش میں گنگا بہتی ہے۔ اس دیش کے پراسرار بت خانوں اور جنوبی بھارت کے ہوس پرست پجاریوں کی خفیہ عشرت گاہوں اور ہندھیاچل کے خطرناک جنگلوں میں ایک پاکستانی نوجوان کا سفر نامہ۔

قیمت: حصہ اول 150/-

قیمت: حصہ دوئم 200/-

مکتبہ القریش اردو بازار - لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

جن پر پوری سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ خاص طور پر کاکا کی پراسرار شخصیت میرے لیے زیادہ توجہ کا باعث بنی ہوئی تھی میں نے جب بھی اسے آواز دی تھی اس نے مجھے کسی نہ کسی بہانے جواب ضرور دیا تھا لیکن اس بار والد صاحب کی موت کے سلسلے میں اس کی طرف سے مکمل خاموشی طاری تھی۔

"آخر کیوں......؟"

میں شام کو دفتر سے فارغ ہو کر گھر جانے کے لیے اٹھ رہا تھا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج کا فون آ گیا۔

"مسٹر شہباز۔ میں نے ہر ممکنہ زاویے سے ہسپتال میں تعینات آن ڈیوٹی افراد کو کھنگال لیا ہے لیکن ان میں سے کسی پر بھی نادر صاحب کے قاتل ہونے کا شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"مجھے اس بات کا یقین پہلے ہی سے تھا۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"کیا مطلب......؟" سراج نے حسب عادت مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا آپ کا شبہ باہر کے کسی آدمی پر ہے۔"

"فی الحال میں اس کا کوئی حتمی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" میں نے ازراہ تکلف کہا۔ "ویسے ایک بات قابل غور ضرور ہے کہ میرے واپس آتے ہی موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ شروع ہو گیا۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر شہباز۔" سراج نے سنجیدگی سے کہا۔ "نادر خان صاحب صرف آپ کے والد ہی نہیں میرے محسن بھی تھے' مرحوم نے زندگی کے ہر موڑ پر میری مدد کی تھی' آج میں جو کچھ ہوں ان ہی کوششوں کی وجہ سے ہوں' ان کے بغیر مجھے بھی اپنی زندگی میں ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔"

"شکریہ مسٹر سراج۔"

"اگر میں قاتلوں یا مشکوک افراد کے سلسلے میں آپ کے کسی کام آ سکوں تو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔"

"ایک بار پھر شکریہ۔ اگر مجھے ضرورت پیش آئی تو میں آپ کو بلا تکلف زحمت دوں گا۔" میں نے بڑی گمبھیر سنجیدگی سے کہا پھر دوسری طرف سے جواب کا انتظار کیے بغیر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا!

☆

تین روز بعد شام کو سات بجے کے قریب میں کریم ولا کی تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ کے سامنے موجود تھا' اس وقت میں ٹریک سوٹ میں تھا' ریڈی میڈ میک اپ کے بعد میرے چہرے میں اتنی تبدیلیاں ہو چکی تھیں کہ شاید میرا کوئی قریبی دوست بھی مجھے نہیں پہچان سکتا تھا' میک اپ کرنے کا فن میں نے لندن میں قیام کے دوران راجو سے سیکھا تھا جو حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک تھا۔

تین روز کی مختصر مدت کے باوجود میں نے اشوک کے بارے میں خاصی معلومات کر لی تھیں' وہ گزشتہ دو ماہ سے جے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا' اس کی عمر تیس سال تھی' شادی ہوئے چار سال ہو چکے تھے لیکن ابھی تک اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی' کام کا آدمی ہونے کے باوجود وہ خاصا رنگین مزاج بھی واقع ہوا تھا' وہ دو تین مقامی کلب کا ممبر بھی تھا' تمبولا بڑے ذوق و شوق سے کھیلتا تھا' صنف مخالف کے لیے اس کے اندر خاصی کشش موجود تھی اس لیے کئی لڑکیوں کے ساتھ اس کی خاصی دوستی تھی' جے شنکر کمپنی میں ملازمت کے مختصر عرصے میں اس نے کومل ورما کے ساتھ بھی کسی حد تک بے تکلفی پیدا کر لی تھی۔ آٹھ بجے دفتر سے فارغ ہونے کے بعد وہ سیدھا گھر آتا تھا پھر نہا دھو کر اور لباس تبدیل کر کے نکل جاتا تھا' دوبارہ اس کی واپسی رات گئے ہی ہوتی تھی لیکن ہفتے میں دو بار وہ دفتری کام کے بعد صرف گھر تک محدود رہتا تھا' شاید اس لیے کہ اس کی بیوی جس کا نام شیتل تھا اس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم نہ کر سکے۔ میری معلومات کے مطابق شیتل کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا اور اشوک سے اس کی لو میرج ہوئی تھی۔

تیسری منزل پر کل تین فلیٹس تھے' میں نے ایک لمحے کے توقف کے بعد مطلوبہ فلیٹ کی کال بیل دبا دی' میرا آٹو میٹک اس وقت بھی میرے پاس موجود تھا' پہلی گھنٹی کی آواز مجھے واضح طور پر سنائی دی تھی لیکن اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوا' چند منٹ انتظار کے بعد میں نے گھنٹی کو پہلے کی نسبت زور سے دبا دیا' اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی' اندر سے بولٹ کھلنے کی آواز سنائی دی اس کے بعد جو شکل مجھے نظر آئی وہ حسینوں کے زمرے میں شمار کی جا سکتی تھی' خلاف توقع ایک اجنبی کو ٹریک سوٹ میں اپنے فلیٹ کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اسے حیرت سی ہوئی تھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو۔" اس نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا اشوک گھر پر ہے؟" میں نے اس طرح بے تکلفی کا مظاہرہ کیا جیسے میں اشوک کو ایک عرصے سے جانتا ہوں' میں نے جان بوجھ کر اپنی آواز میں بھی تھوڑی تبدیلی پیدا کر لی تھی۔

"نہیں' وہ ابھی آفس سے نہیں آئے لیکن۔"

"میرا نام کرن کمار ہے۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "اشوک نے مجھ سے ساڑھے سات بجے ملنے کو کہا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن......"

میں نے اس بار بھی اس کے خوب صورت چہرے پر الجھن کے تاثرات دیکھے تھے' یہ ایک قدرتی امر تھا اس لیے کہ وہ پہلی بار مجھے دیکھ رہی تھی۔

"کیا میں کچھ دیر انتظار کر سکتا ہوں؟" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ ایسا کریں۔ کچھ دیر بعد آ جائیں۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے جب تک اشوک بھی آ جائیں۔"

پھر اس نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کو موقع نہیں دیا' جوتے کو دروازے کے بیچ پیدا ہونے والی خلا میں پھنسا کر میں نے جھٹکا دیا اور دوسرے ہی لمحے میں فلیٹ کے اندر تھا' یہ سب اتنی جلدی اور اس کی توقع کے خلاف ہوا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع نہیں مل سکا' میری قوت کے سامنے اس کی دفاعی کوشش کارگر نہیں ہو سکی تھی' وہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہو گئی اور اب مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"گھبراؤ نہیں۔" میں نے اس کے حسین چہرے کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں لیکن اگر تم نے شور مچانے کی کوشش کی تو پھر مجھے یقیناً تمہیں خاموش کرنے کے لیے کوئی سخت قدم اٹھانا پڑے گا۔"

وہ بد حواس گنگ سی رہی صورت شکل کے علاوہ اس کے اندر سیکس اپیل کا بھی کوئی فقدان نہیں تھا' میرے اندازے کے مطابق اس کی عمر بائیس تیئس سال سے زیادہ نہیں رہی ہوگی' جسمانی اعتبار سے بھی وہ اس قابل تھی کہ کسی "بیوٹی کانٹیسٹ" (مقابلہ حسن) میں حصہ لے سکتی تھی' اس کے جسم پر ہلکی پلودار آسمانی رنگ کی ساڑھی موجود تھی' تنگ بلاؤز نے اس کے جسمانی نشیب و فراز کو خاصا اجاگر کر دیا تھا' بادامی آنکھیں کسی معصوم پری سے مشابہت رکھتی تھیں۔

"تت۔ تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو تم اشوک کی دھرم پتنی شیتل ہو۔" میں نے جان بوجھ کر ہندی کا ایک لفظ استعمال کیا تاکہ وہ میری اصلیت سے پوری طرح واقف نہ ہو سکے۔

میرے سوال کے جواب میں اس نے محض اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دینے پر اکتفا کیا تھا' وہ بد حواس سی ہوئی تھی اور کن انکھیوں سے اس طرح ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی جیسے کسی شکاری کی زد میں آیا ہوا کوئی شکار گولی چلنے سے پہلے ہی بھاگ نکلنے کے امکانات پر غور کر رہا ہو۔

"مجھ پر وشواس کرو۔" میں نے اسے تسلی دی۔ "اگر تم نے میرے کہنے پر عمل کیا تو میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

"مطلب......" اس بار اس نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں تم سے تمہارے پتی (شوہر) کے بارے میں کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیا......" اس نے دوبارہ اختصار سے کام لیا۔

"آج اشوک کی واپسی کب تک ہوگی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"اب آتے ہی ہوں گے۔" اس نے اپنے جھوٹ سے غالباً مجھے کسی آنے والے خطرے سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔

"تم اس وقت اپنے فلیٹ میں اکیلی ہو یا کوئی اور بھی ہے۔" میں نے جان بوجھ کر اس کی آنکھوں کی گہرائیوں میں دور تک جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"ہم...... میں اکیلی ہوں۔" اس بار شیتل نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن اگر تم نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو میں شور مچا کر پاس پڑوس کو بھی اکٹھا کر لوں گی۔"

"تم جو سمجھ رہی ہو وہ غلط ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "خوب صورت لڑکیوں کا شکار کرنا تمہارے پتی دیو کا کام ہے۔ میں ذرا مختلف قسم کا آدمی ہوں۔ رہا تمہارے شور مچانے کا سوال تو مجھے وشواس ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گی اس

رومانی ناول

لڑکی اس گلی کی	اسلم راہی ایم۔اے	100/-
اس جلتے جہاں میں	اسلم راہی ایم۔اے	100/-
خدا کہاں ہے	اسلم راہی ایم۔اے	75/-
جلتے بجھتے لوگ	اسلم راہی ایم۔اے	75/-
ہیرا	اسلم راہی ایم۔اے	75/-
روتے کنول	اسلم راہی ایم۔اے	75/-

عظیم مدبر عظیم قائد (زاہد حسین انجم) 150/-
(قائد اعظم محمد علی جناح کے حالات زندگی)

قائد ملت لیاقت علی خان (زاہد حسین انجم) 150/-
(پاکستان کے پہلے وزیر اعظم کے حالات زندگی)

مکتبہ القریش اردو بازار۔لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

لیے کہ میں جانتا ہوں تمہاری خوب صورت گردن میں جو یہ منگل سوتر پڑا ہے وہ تمہارے اور اشوک کے اس سمبندھ کی نشانی ہے جو شادی کرنے سے پہلے سے تم دونوں کے درمیان قائم تھا۔ تمہاری ضد کی وجہ سے تمہارے ماتا پتا کو تمہارا ہاتھ اشوک کے ہاتھوں میں دینا پڑا تھا ورنہ میری اطلاع کے مطابق وہ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔"

"کون ہو تم۔۔۔۔" وہ میری معلومات پر چونک اٹھی۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری جیسی سندر بیوی کے ہونے کے باوجود اشوک آج بھی کئی حسین کنیاؤں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا پھرتا ہے۔"

"یہ جھوٹ ہے۔۔۔۔" شیتل کا لہجہ یکلخت تلخ ہو گیا۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی' اس وقت پونے آٹھ ہو رہے تھے' گویا اشوک کے آنے میں اب صرف دس پندرہ منٹ باقی تھے' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا اسی لیے اس کے لب و لہجے میں تلخی آگئی تھی۔

"میری بات دھیان سے سنو شیتل جی۔" میں نے اس بار قدرے درشت انداز میں کہا۔ "اشوک نے درمیان میں آ کر ہم دونوں کا راستہ کھوٹا کر دیا تھا ورنہ آج تم مسز اشوک کے بجائے مسز کرن کمار ہوتیں اس لیے کہ میں ایک عرصے سے تمہیں اپنے من مندر میں سجائے تمہاری پوجا کر رہا ہوں۔" "میں اگر چاہوں تو اس سے بھی تمہارے سندر اور کومل شریر سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہوں۔"

"میں جان دے دوں گی لیکن کوئی پاپ نہیں ہونے دوں گی۔" وہ غصے سے بولی۔

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔" میں نے سرد لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تمہارے پتی بھگت کے آنے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے' اگر میرے من میں پاپ ہی ہوتا تو شاید اب تک تم اپنا سب کچھ کھو چکی ہوتیں۔" میں اپنا آٹومیٹک نکالتے ہوئے بولا۔ "جب موت اور چتا کی آگ کے شعلے آنکھوں کے سامنے بھڑکتے نظر آنے لگیں تو انسان اپنی زندگی بچانے کی خاطر ہر بات پر رضامند ہو جاتا ہے لیکن میں اس ارادے سے نہیں آیا ہوں۔"

"پھر۔۔۔۔ تم چاہتے کیا ہو؟" وہ مجھے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"صرف اتنا شریمتی جی کہ اشوک کے آنے کے بعد تم یہی ظاہر کرو گی کہ ہم دونوں پرانے پریمی ہیں۔"

"اور اگر میں تمہارا کہا ماننے سے انکار کر دوں تو۔۔۔۔"

"تو ہو سکتا ہے کہ میں اشوک کو گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔" میرے لہجے میں سفاکی آگئی۔

"اور اگر میں نے تمہارا کہا مان لیا تو اشوک میرا گلا گھونٹ کر ختم کر دے گا۔" شیتل نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"سوچ لو۔" میں نے آٹومیٹک کو انگلیوں کے درمیان دو تین چکر دینے کے بعد اس کے دستے پر گرفت جماتے ہوئے کہا۔ "وقت بہت کم ہے اور تمہیں کوئی نہ کوئی آخری فیصلہ کرنا ہے۔ اشوک کی موت یا میرے کہے پر عمل کرنا۔"

"مجھے بدنام کر کے تمہیں کیا ملے گا؟"

"سکوت۔ میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ "اگر میں یہاں کسی ارادے سے آیا ہوتا تو اب تک کسی طوفان کی طرح تمہاری رتن جیسی سندرتا اور کومل شریر کو روند کر گزر چکا ہوتا۔"

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی' میرے پاس بھی کوئی واضح پروگرام نہیں تھا' فی الحال میں صرف اشوک کو کسی طرح قابو کر کے اس کے ذریعے ان لوگوں تک پہنچنا چاہتا تھا جو میرے باپ کی موت کے ذمے دار تھے' اس پر اپنا تسلط جمانے کے بعد میں کومل دیا کے بارے میں بہت ساری باتیں معلوم کر سکتا تھا۔ ابھی تک مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ اشوک ہی میرے باپ کا اصل قاتل ہو گا ورنہ میں کوئی لمبا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کرنے کی خاطر اور بھی بہت سارے شارٹ کٹ اختیار کر سکتا تھا۔ اشوک کی شخصیت نے اس لیے میری نگاہوں میں اہمیت حاصل کر لی تھی کہ وہ اپنی موجودہ ملازمت سے پہلے کئی برسوں تک میرے کاروباری دشمن نرنجن لال کے ساتھ کام کر چکا تھا' اس کے علاوہ دوالی کے بیان کے مطابق اشوک نے کہا تھا کہ کنسٹرکشن کے کام میں قدم جمانے کے بعد شنکر پانڈے نرنجن لال کی بربادی کا حساب چکتا کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میں اشوک سے یہ بات بھی دریافت کرنا چاہتا تھا اسے شنکر پانڈے کے ارادے کا علم کس طرح ہوا تھا۔

میں اور شیتل دونوں ہی اپنے اپنے خیالات میں مستغرق تھے کہ کال بیل کی آواز ابھری اور ایک ساتھ ہی ہمارے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا' میں نے برق رفتاری سے لپک کر آٹومیٹک کی نال شیتل کی پشت سے لگائی پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔

"خبردار۔۔۔۔ کسی حماقت کی کوشش نہ کرنا ورنہ اشوک کے ساتھ تم بھی کام آجاؤ گی۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا' چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دروازے کے قریب گئی اور اس کی چٹخنی کھول دی' میں بدستور ٹریگر پر انگلی رکھے پوری طرح محتاط تھا' شاید شیتل کو بھی اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے اسے جو دھمکی دی تھی اس پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گا اس لیے اس نے کوئی چالاکی دکھانے کی حماقت نہیں کی' دروازہ کھول کر وہ ایک طرف ہو گئی' اشوک بڑے اطمینان سے اندر داخل ہوا اور میں نے ایک بار پھر پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دروازے کو دوبارہ بند

کر دیا۔

"آئی وارن یو مسٹر اشوک۔" میں نے اشوک کو بڑے خونخوار لہجے میں مخاطب کیا۔ "اگر تم نے کسی حماقت کا مظاہرہ کیا تو میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔"

اشوک نے بوکھلاہٹ میں دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیے' اس کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ شیتل ہم دونوں کے درمیان کھڑی تھی۔

"ہاتھ۔ نیچے گرا لو مسٹر اشوک' میں کوئی پولیس آفیسر نہیں ہوں۔"

"میں تم سے بنتی کرتا ہوں کہ ہمیں گولی مت مارنا۔" اشوک نے خوف سے تھرتھراتے ہوئے کہا۔ "تم یہاں سے جو چاہے لے جا سکتے ہو لیکن تمہیں اس فلیٹ میں چند ہزار روپے اور کچھ زیورات کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا۔"

"تم شاید اپنی سندر بیوی کو بھول رہے ہو جو کسی بینک بیرر چیک کی حیثیت رکھتی ہے۔" میں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "اگر تم درمیان میں نہ آئے ہوتے تو شیتل اس وقت میری دھرم پتنی ہوتی۔"

"تم۔۔۔۔"

"تمہاری پتنی کا بہت پرانا متر ہوں' وشواس نہیں آتا تو شیتل سے معلوم کر لو۔"

جواب میں اشوک نے شیتل کو دیکھا' اسی لمحے میں نے آٹومیٹک کا دباؤ شیتل کی کمر پر بڑھا دیا' یہ ایک طرح کا اشارہ تھا جسے شیتل نے سمجھنے میں غلطی نہیں کی' ہونٹ کاٹتے ہوئے مردہ لہجے میں بولی۔ "کرن کمار ٹھیک کہہ رہا ہے لیکن ہمارے درمیان شریر کا بھی کوئی سمبندھ نہیں رہا۔"

اشوک نے نفرت سے شیتل کو دیکھا پھر مجھے گھورتا ہوا بولا۔

"تم اس سمے یہاں کس کارن آئے ہو؟"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بلیک میلنگ؟"

"نہیں۔۔۔۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں مجھے صرف ایک تحریر لکھ کر دینی ہو گی جس کے بعد میں یہاں سے چلا جاؤں گا لیکن اس شرط پر کہ میرے جانے کے بعد تم پولیس کو کسی قسم کی اطلاع نہیں دو گے۔ ایسی صورت میں مجھے مجبوراً تمہیں ٹھکانے لگانا پڑے گا۔"

"کس قسم کی تحریر چاہتے ہو؟"

"تمہیں صرف اتنا لکھنا پڑے گا کہ شیتل کی بے ہودہ تصاویر کے لیے تم پچاس ہزار روپے دینے کو تیار ہو لیکن اس کے لیے تمہیں دو ماہ کی مدت درکار ہو گی۔" میں نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "تحریر کے اوپر کسی کا نام لکھنے کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی لیکن نیچے تمہارے وہی دستخط ہوں گے جو تم اپنے دفتر کے کاغذات اور چیک پر کرتے ہو۔"

"کیا۔۔۔۔"

"نہیں۔۔۔" میں نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پیشتر کہا۔ "یہ بلیک میلنگ نہیں ہو گی۔ صرف ایک تحریری دستاویز ہو گی جو آیندہ کے لیے تمہیں میرے اشاروں پر چلنے پر مجبور کرتی رہے گی۔"

"اور اگر میں اس قسم کی کوئی تحریر لکھنے سے انکار کر دوں تو۔"

"اس صورت میں تمہارے جسم کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہو گی اس کی ذمے داری میرے اوپر عائد نہیں ہو گی۔" میں نے تیزی سے کہا پھر اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے بولا۔ "ویسے بھی تمہاری اطلاع کے لیے یہ عرض کر دوں اب بھی میرے پاس تمہارے کچھ ایسے پریم پتر (محبت بھرے خطوط) موجود ہیں جو تم نے اپنی گرل فرینڈز کے نام لکھے ہیں۔ میں ان خوب صورت اور سندر ناریوں میں سے کسی ایک کو بھی ٹھکانے لگا کر تمہیں بڑی آسانی سے سزا کروا سکتا ہوں۔"

مجھے مایوسی نہیں ہوئی' میں نے تاریکی میں جو تیر چھوڑا تھا وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا' اشوک سمندر کے جھاگ ہی کی طرح بیٹھ گیا اب وہ شیتل سے نظریں ملانے سے بھی کترا رہا تھا۔ میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک بھرپور ضرب اور لگائی۔

"میرے پاس وقت کم ہے مسٹر اشوک۔"

"میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"صرف ایک پرونوٹ (PRONOTE) ابھی اور اسی وقت۔ باقی باتیں بعد میں فون پر بھی ہوتی رہیں گی۔"

اشوک ایک لمحے تک کسی خیال میں مستغرق رہا پھر اس نے میری بتائی ہوئی تحریر لکھ کر میرے حوالے کر دی' میں نے خاموشی سے وہ پرچہ تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات سے انکار نہیں کیا۔ ویسے جاتے جاتے تمہیں ایک وشواس دلانا چاہتا ہوں' میں نے تمہاری دھرم پتنی کو آج پہلی بار دیکھا ہے' آج سے پہلے ہمارے درمیان کبھی کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"لیکن۔۔۔۔"

"میں اب جا رہا ہوں مسٹر اشوک' مجھے امید ہے کہ تم میرے جانے کے بعد بھی شانت رہنے کی کوشش کرو گے۔ پولیس اگر ان معاملات سے دور ہی رہے تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

پھر میں نے شیتل پر ایک آخری نظر ڈالی جو کسی سہمی ہوئی فاختہ کے مانند اپنے وجود میں سمٹی سمٹائی کھڑی تھی' اس کے بعد میں آرام سے چلتا ہوا باہر آگیا لیکن واپسی سے پہلے ہی فلیٹ کو باہر سے بولٹ کرنا نہیں بھولا تھا' میرے پاس ابھی تک اشوک کے خلاف کوئی ایسا واضح ثبوت نہیں تھا کہ اسے قاتل سمجھ سکتا'

aazzamm@yahoo.com

اسی لیے میں نے فی الحال ہوم ورک پر اکتفا کیا تھا جسے میرے حوالے کرنے کے بعد وہ پوری طرح سے میرے جنگل میں پھنس چکا تھا۔ اب میں اپنے آئندہ کے لائحہ عمل پر سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔

ماسٹر ٹونی اور عابد مجھے برابر کومل ورما اور شنکر پانڈے کے بارے میں پل پل کی خبر سے آگاہ کر رہے تھے۔

اس وقت بھی جب میں آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا تو عارف نے مجھے ٹونی کی کال کی اطلاع دی' میں نے ریسیور اٹھایا تو ماسٹر ٹونی نے کہا۔

"باس' میرے پاس آپ کے لیے ایک اہم اطلاع ہے۔"

"کیا....؟" میں نے بے پروائی سے پوچھا۔

"گزشتہ رات تقریباً" ساڑھے گیارہ اور بارہ کے درمیان اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا گیا۔"

"نہیں۔" میں چونکا۔ "تمہیں کومل ورما کی نگرانی سونپی گئی تھی پھر یہ اشوک درمیان میں کہاں سے آگیا۔"

"میں کومل ورما ہی کا تعاقب کرتا ہوا کریم والا تک پہنچا تھا۔" ٹونی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "کومل ورما کل دفتر سے اٹھنے کے بعد سیدھی اپنے گھر گئی تھی' رات گیارہ بجے وہ گھر سے دوبارہ نکلی اور سیدھی کریم والا گئی جہاں تیسری منزل پر واقع نو نمبر کے فلیٹ میں اشوک کا قیام ہے' جس وقت اس نے اشوک کے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی اس وقت میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا' دروازہ اشوک ہی نے کھولا تھا پھر ان کے درمیان کچھ بات ہوئی اور کومل ورما فلیٹ کے اندر چلی گئی فلیٹ سے اس کی واپسی بارہ بجے رات ہوئی تھی' اشوک سے ملنے کے بعد وہ سیدھی اپنے گھر گئی تھی' اس کے پاس ہوا سپورٹس کار تھی اسے وہ خود ہی ڈرائیو کر رہی تھی' گاڑی میں اس کے سوا کوئی اور نہیں' واپسی کے وقت اس نے شارٹ کٹ کے بجائے ایک طویل راستہ اختیار کیا تھا' بظاہر وہ بالکل نارمل ہی نظر آرہی تھی' میرا مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی یا بوکھلاہٹ کے کوئی تاثرات موجود نہیں تھے' رات دو بجے تک میں اس کے مکان کی نگرانی کرتا رہا اس کے بعد واپس آگیا تھا۔"

"پھر تم یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو کہ اشوک اور اس کی بیوی کو قتل کروا دیا گیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کومل ورما اور اشوک کی رات کی ملاقات مجھے کچھ مشکوک سی لگی تھی۔ سارا دن وہ دونوں دفتر میں ایک ساتھ ہی رہے تھے پھر اتنی رات گئے اسے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "مجھے آپ نے چونکہ صرف کومل ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ڈیوٹی سونپی تھی اس لیے میں نے اپنے ایک خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی پر مجبور کر دیا تھا' میں دراصل معلوم کرنا چاہتا تھا کومل ورما نے اتنی رات گئے اشوک سے ملنے کی ضرورت کیوں محسوس کی تھی اور اس کی واپسی کے بعد اشوک کا رد عمل کیا ہوا تھا۔ میرے اسی آدمی نے ابھی کچھ دیر پہلے مجھے اطلاع دی ہے کہ اشوک اور اس کی بیوی دونوں کو قتل کر دیا گیا اور پولیس اس وقت وہاں تفتیش میں مصروف ہے' میرا آدمی رات سوا بارہ کے قریب اشوک کے فلیٹ کی نگرانی کرنے کے لیے پہنچ گیا تھا' اس کا بیان ہے کہ اس نے رات اشوک کو فلیٹ سے نکلتے نہیں دیکھا پھر صبح دودھ والے کے آنے کے بعد ہی یہ راز کھلا کہ ان دونوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔"

"کیا پولیس ہسپتال میں بھی تمہاری کوئی واقفیت ہے۔" میں نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔ میرے کچھ پرانے واقف کار اب بھی وہاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔"

"کیا تم ان پر بھروسا کر سکتے ہو؟"

"آپ صرف حکم دیں باس۔ راستہ تلاش کرنا میرا کام ہوگا۔"

"مجھے پہلی فرصت میں اشوک اور اس کی بیوی کی پوسٹ مارٹم رپورٹ درکار ہوگی۔"

"میں سمجھ گیا باس۔" ٹونی کا لہجہ پر اعتماد تھا۔ "رپورٹ آپ کو شام تک مل جائے گی۔"

"کومل ورما اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنے آفس میں۔"

"ایک بات اور...... کیا تم نے جس خاص آدمی کو اشوک کی نگرانی کے لیے تعینات کیا تھا۔ اس نے اشوک اور اس کی بیوی کے قتل ہونے کی روداد نہیں سنائی۔ میرا مطلب ہے کہ کیا ان دونوں کو گولی مار کر ہلاک کیا گیا تھا یا کسی اور آلے سے قتل کیا گیا تھا۔"

"سوری باس۔ اس بارے میں مجھے ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہوئی۔"

"ٹھیک ہے' مجھے تمہارے دوسرے فون کا انتظار رہے گا لیکن کام بہت رازداری سے اس طرح ہونا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان کوئی بھنک بھی نہ ملے۔"

"میں اس کی اہمیت سمجھ رہا ہوں باس۔ آپ اعتماد رکھیں' ٹونی کوئی کچا راستہ اختیار نہیں کرے گا۔"

ماسٹر ٹونی کے فون نے مجھے نئی الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں متعدد سوال بڑی تیزی سے ابھر رہے تھے۔

"کیا یہ محض ایک اتفاق تھا یا کسی نے میری ملاقات کے بعد کومل ورما کو حالات سے باخبر کر دیا تھا؟ ایسی صورت میں یہ بات بھی قرین قیاس تھی کہ کچھ لوگ میری نگرانی بھی کر رہے ہوں یا وہ صرف اشوک کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے

اُداس جنگل کی خُوشبو

-------★ اے حمید

میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے، جس کی یہ ناکام داستان محبت ہے۔ وہ غروب ہوتے سورج کی غم زدہ روشنی میں چنار کے درختوں میں سے گزر رہی تھی۔ اس کا چہرہ اُداس تھا۔ اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ رُخساروں پر رات کو بہائے ہوئے آنسوؤں کے نشان تھے۔

آنسو خشک ہو گئے، محبت کرنے والے جُدا ہو گئے....

یادیں باقی رہ گئیں ---- یہ لڑکی کون تھی؟

"اُداس جنگل کی خُوشبو" اسی اداس چہرے والی لڑکی کی داستانِ محبت ہے۔

ناشر: مکتبہ القریش

ایک

عظیم

اُردو

ناشر: مکتبہ القریش اُردو بازار۔ لاہور 2 قیمت/-450 روپے

Scanned By Ali and Azam
Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

اور انہوں نے ایک اجنبی کی ملاقات کو کول ورما تک پہنچادیا تھا؟ اشوک کی نگرانی اگر ہو رہی تھی تو اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا اس پر کسی قسم کا شبہ کیا جارہا تھا؟ اور اسے اگر قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا پھر کول ورما ہی کیوں' کسی اجرتی قاتل کی خدمات حاصل کرکے بھی اسے ٹھکانے لگایا جاسکتا تھا؟ کیا کول ورما اتنے ہی مضبوط اعصاب کی مالک تھی کہ وہ بیک وقت دو آدمیوں کو قتل کرنے کے باوجود بالکل نارمل دکھائی دے رہی تھی؟ میں نے میک اپ کرنے کے بعد اشوک سے ملاقات کی تھی جبکہ ماسٹرٹونی کے بیان کے مطابق کول ورما اپنی اصل حالت میں کریم ولا میں داخل ہوئی تھی؟ ممکن ہے کچھ لوگوں نے اسے مذکورہ بلڈنگ یا اشوک کے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا بھی ہو' ایسی صورت میں اس کی شخصیت پولیس کی نگاہوں میں مشکوک بھی ہو سکتی تھی پھر اس نے اتنا بڑا رسک کیوں مول لیا تھا؟

اشوک اور اس کی بیوی کو اسی روز کیوں ٹھکانے لگایا گیا جس روز میں نے ان سے ملاقات کی تھی؟ کیا اشوک کے پاس کوئی ایسا راز تھا جو میرے والد کے قاتلوں کو بے نقاب کرسکتا تھا یا پھر اسے کسی اور جرم کی پاداش میں زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا تھا؟

میں بڑی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا پھر میں نے عارف سے ڈائریکٹ لائن مانگ کر بذات خود کول ورما کی رہائش گاہ پر فون کیا' مجھے اپنے آدمیوں کے ذریعے اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ کول ورما کے باپ کا انتقال ہوئے پانچ سال بیت چکے ہیں اور اب وہ اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ زندگی بسر کررہی تھی' جہاں وہ قیام پذیر تھی وہاں اس کی ماں اور ایک ملازم کے علاوہ کوئی چوتھی شخصیت موجود نہیں تھی' ماسٹرٹونی اس بات کا انکشاف پہلے ہی کرچکا تھا کہ بے شنکر نامی کمپنی کو جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک کاٹن مل کی مصنوعات کے لیے ماڈلنگ کا کام کرتی تھی۔

"ہیلو...." تیسری گھنٹی کے بعد دوسری جانب سے کال ریسیو کی گئی' وہ کسی بوڑھی عورت کی آواز تھی۔

"آپ شاید کول ورما کی ماتا جی ہیں۔" میں نے بدستور بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ اس بات کی کوشش بھی کی تھی کہ خود کو کسی ہندو گھرانے کا ایک فرد ظاہر کرسکوں۔

"ہاں.... تم کون ہو؟"

"آپ مجھے اپنا ایک سیوک ہی سمجھیں ماتا جی۔" میں نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "اس سمے میں آپ سے کول ورما کے سلسلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بھگوان نہ کرے۔ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے۔" اس بار اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہاں جی۔ کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ کول ورما کل رات گیارہ اور بارہ کے درمیان کہاں تھی۔"

"وہ گھر پر ہی تھی۔ نو بجے کے بعد وہ کبھی بھی گھر سے باہر نہیں جاتی لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"کیا آپ کو پورا وشواس ہے کہ وہ کل رات گھر پر ہی تھی؟"

"ہاں...." دوسری جانب سے پورے وثوق سے کہا گیا۔ "کل ہمارے یہاں کچھ مہمان آگئے تھے' رات گیارہ بجے تک ہم جاگتے رہے تھے لیکن تم...."

"ہوسکتا ہے کہ جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ غلط ہی ہو۔"

"تمہیں کیا معلوم ہے؟" اس کے لہجے سے پریشانی مترشح تھی۔

"ہاں جی۔ کیا آپ کسی ایسے لڑکے سے بھی واقف ہیں جو آپ کے گھر آتا جاتا ہو اور کول ورما کا گہرا مترا بھی ہو۔"

"اب تم شاید مجھے پریشان کرنے کی کوشش کررہے ہو۔" اس بار ناگوار انداز میں جواب دیا گیا۔ "مجھے اپنی بچی پر پورا وشواس ہے کہ وہ کبھی کوئی غلط قدم نہیں اٹھائے گی۔ اس کا کوئی دوست نہیں جو کبھی ہمارے گھر آیا ہو لیکن تم کون بول رہے ہو۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کردیا' میرے ذہن میں اب نئے وسوسے جاگ رہے تھے۔ "اگر فون پر ملنے والی اطلاع درست تھی کہ کول ورما کل رات گھر سے باہر نہیں نکلی تھی تو پھر وہ لڑکی کون تھی جو کول ورما کے میک اپ میں اشوک کے فلیٹ پر گئی تھی؟ کیا ماسٹرٹونی کی اطلاع غلط تھی یا اس کی نظریں بھی اصلی اور نقلی کی تمیز کرنے میں دھوکا کھا گئی تھیں؟ ماسٹرٹونی کا بیان تھا کہ اس نے اشوک کے فلیٹ سے نکل کر سیدھا گھر کا رخ کیا تھا؟ تو کیا کول ورما کی ماں بھی اس تمام سازش میں شریک تھی جو فی الحال میرے والد کی پراسرار موت سے شروع ہو کر اشوک اور شیتل کی موت پر ختم ہوئی تھی؟"

کول ورما کی شخصیت میرے لیے ایک ایسا معمہ بن چکی تھی جس کا حل کرنا میرے لیے بے حد دشوار تھا' پہلے اس نے مجھے فون پر دھمکی دی تھی کہ ٹینڈر کے معاملے میں میں شنکرپانڈے کا راستہ کھوٹا کرنے سے باز آجاؤں۔ میرے استفسار پر اس نے ہی بتایا کہ شنکرپانڈے اس وقت اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا لیکن صرف دو منٹ بعد جب میں نے دوبارہ اس سے رابطہ قائم کیا تو اس کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا' صرف یہی نہیں بلکہ اس نے میرے کہنے پر شنکرپانڈے سے میری بات بھی کرادی تھی۔ اس کے بعد ہسپتال میں اسی نے مجھے موت کی اطلاع بھی بڑی حقارت سے دی تھی' وہ تمام آوازیں میرے ذہن میں محفوظ تھیں اور ان آوازوں میں مجھے اب تک ذرہ برابر فرق بھی نہیں محسوس ہوا تھا۔

میں ابھی اپنے خیالات میں گم تھا کہ عارف نے مجھے انٹرکام

پر ڈی ایس پی سراج کے فون کی اطلاع دی۔

"ہیلو...." میں نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میں سراج بول رہا ہوں۔"

"خیریت۔" میں نے جان بوجھ کر حیرت اور جلدبازی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا والد صاحب کی موت کے سلسلے میں ڈور کا کوئی سرا آپ کے ہاتھ آگیا ہے۔"

"نہیں لیکن میں آپ کو اس وقت ایک اور اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا....؟"

"گزشتہ رات اشوک نامی ایک شخص کو اس کی بیوی سمیت قتل کردیا گیا۔"

"اشوک۔" میں نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "یہ کون ذات شریف ہیں۔"

"بے شنکر کمپنی میں سائٹ سپروائزر کی حیثیت سے ملازم تھا۔"

"آئی سی' لیکن آپ اس کی موت کی اطلاع مجھے کیوں سنا رہے ہیں۔"

"مسٹرشہباز۔" سراج نے قدرے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی توجیح پیش نہیں کی جاسکتی۔"

"مثلاً...."

"دیکھیے' آپ میری باتوں سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔" سراج نے ایک طرح سے اپنی پوزیشن کی وضاحت کے سلسلے میں تمہید باندھتے ہوئے کہا۔ "اشوک اور اس کی نوجوان بیوی شیتل کو ایسی حالت میں مردہ پایا گیا ہے کہ ان کے جسم پر کسی معمولی خراش کا نشان بھی نہیں مل سکا' فلیٹ میں کسی قسم کی افراتفری بھی نظر نہیں آسکی' ہر شے اپنی جگہ پر نہایت سلیقے سے موجود تھی لیکن...." سراج کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"آپ خاموش کیوں ہوگئے؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ابھی کچھ دیر پہلے ایک خاتون کا فون ملا تھا جس کے بیان کے مطابق آپ کل شام تقریباً' ساڑھے سات بجے میک اپ کرکے ٹریک سوٹ پہن کر اشوک کے گھر گئے تھے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے قدرے ناخوشگوار لہجہ اختیار کیا۔

"میں بھی نہیں سمجھ سکا۔ پوزیشن کچھ ایسی ہے کہ خود میں بھی کوئی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔" سراج کے لہجے میں الجھن تھی۔

"کیا فون کرنے والی خاتون نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"اس نے اپنا نام کول ورما بتایا تھا۔" سراج نے کہا۔ "میری اطلاع کے مطابق اسی نام کی ایک لڑکی شنکرپانڈے کی لیڈی سیکریٹری بھی ہے' میں نے اسے فون پر ملنے والی اطلاع کے بعد فون بھی کیا تھا لیکن اس کا کہنا ہے کہ اس نے مجھے کوئی فون نہیں کیا۔"

"کیا آپ نے ان دونوں آوازوں میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا؟"

"نہیں.... میں اپنے تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ دونوں آوازیں ایک دوسرے سے سوفیصد ملتی تھیں۔"

"اور میرا خیال ہے کہ میں نے ملازمت سے پہلے ملنے والی ٹریننگ کے دوران ٹریک سوٹ' پی ٹی اور افتتاحی تقریب میں منعقد ہونے والے اسپورٹس کے موقع پر آخری بار پہنی تھی اور بھلا میری اشوک یا اس کی بیوی سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے جبکہ ابھی مجھے لندن سے واپس آئے دو ہفتے بھی نہیں گزرے اور اس عرصے میں مجھے جس غم سے دوچار ہونا پڑا اور جو ذہنی اذیت ہو رہی ہے اس کا اندازہ میرے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا۔"

"میں آپ کی پوزیشن سمجھ رہا ہوں لیکن آخر کول ورما نامی لڑکی نے ایک ہی وقت میں دو جھوٹ بولنے کی کوشش کیوں کی۔" سراج نے وضاحت کی۔ "ایک بار اس نے اشوک اور شیتل کی موت کے سلسلے میں آپ کا نام لیا اور دوسری بار میرے کال بیک کرنے پر اس نے سرے سے مجھے کوئی فون کرنے سے انکار کردیا۔"

"میں نے آپ سے پہلے ہی کہا تھا کہ لندن سے میری واپسی کے بعد موت اور زندگی کے درمیان آنکھ مچولی کا کھیل دوبارہ جاری ہوگیا ہے اور آپ اس بات کے گواہ بھی ہیں کہ میرے والد کی موت جن حالات میں ہوئی ہے اس پر ہسپتال کے ڈاکٹر بھی ابھی تک یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"میرا مقصد وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔" سراج نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "محسن علی' سیٹھ پرشوتم اور داور کے ساتھ رونما ہونے والے پراسرار واقعات ابھی تک میری الجھن کا باعث بنے ہوئے ہیں اور اب ایک بار پھر وہی سلسلہ شروع ہوگیا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہوسکتا کہ خود کول ورما نے کسی ذاتی رنجش کی بنا پر یا کسی اور خاص وجہ کی بنا پر خود ہی اشوک اور اس کی بیوی کو ماردیا ہو اور میرا نام مشکوک افراد کی فہرست میں شامل کرانے کی کوشش کی ہو۔"

"لیکن آپ ہی کا نام کیوں؟"

"اس سلسلے میں آپ دو اور دو چار کا فارمولا بھی استعمال کرسکتے ہیں۔" میں نے بے پرواہی سے کہا۔

aazzamm@yahoo.com

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے اپنے والد کی موت کے سلسلے میں اشوک کے اوپر شبہ ہوا اور میں نے اسے اور اس کی بیوی کو مار کر اپنا انتقام پورا کرلیا۔"

"آپ شاید مجھ سے مذاق کررہے ہیں۔"

"یہ آپ کی سوچ ہے مگر آج کل کسی کیس کو جلد از جلد نمٹانے کے سلسلے میں جو طریقہ کار استعمال کیا جارہا ہے وہ کچھ اسی طرز کا ہے کہ پولیس کسی کی بھی پتلی گردن دیکھ کر اس میں پھانسی کا پھندا ڈال دے اور خود سرخ رو ہوجائے۔"

"میں آپ کی بات کو یکسر رد نہیں کروں گا لیکن پانچوں انگلیاں برابر بھی نہیں ہوتیں۔"

"میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔" اس بار میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"زرنجن لال والے معاملات اور پراسرار واقعات میں آپ نے مجھے تاریکی میں رکھا تھا لیکن اس بار میں خاص طور پر آپ سے ایک درخواست کروں گا۔ اگر آپ کو کسی ناقابل یقین صورت یا حالات کا سامنا ہو تو آپ مجھے اس سے ضرور آگاہ کریں گے۔"

"جادو کے سلسلے میں بھی جو باتیں سامنے آئی تھیں۔ اسے جادو یا مسمریزم کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔" میں نے ماضی کے ایک ورق کی نشاندہی کی۔ "بعض قوتیں انسان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں انہیں جھٹلیاں اور پہیلیاں نہیں بتائی جاسکتیں ہم اور آپ مسلمان ہونے کے ناتے ان باتوں پر یقین نہیں کرتے لیکن دیومالائی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے۔ دوسری ماتھولوجیز (MYTHOLOGIES) کو پڑھیں تو قدم قدم پر ایسے مافوق الفطرت واقعات ملیں گے جنہیں عقل سلیم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود میں آپ سے تعاون کی درخواست کروں گا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں لیکن ایک شرط پر۔"

"وہ کیا.....؟"

"اگر آپ کو میرے والد کے قتل یا قاتلوں کا کوئی سراغ مل جائے تو آپ انہیں قانونی گرفت میں جکڑنے کے بجائے میرے حوالے کردیں گے تاکہ میں اسے اپنی مرضی کے مطابق کیفر کردار تک پہنچا سکوں۔"

"آپ اس وقت جذباتی ہورہے ہیں، میں پھر کسی وقت آپ سے مل کر براہ راست اس مسئلے پر گفتگو کروں گا۔" اس کے بعد دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کردیا گیا۔

شام کو دفتر سے اٹھنے سے ذرا [illegible] وہی حالات بتائے جو اشوک اور شیتل کے سلسلے میں سراج پہلے ہی بتا چکا تھا لیکن اس نے ایک خاص بات جو مجھے بتائی وہ میرے لیے قابل غور تھی۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اشوک اور شیتل کو گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا!

میرے ذہن میں ایک بار پھر کالا کا نام ابھرا۔ میں نے اسے عالم تصور میں آواز دی۔ اس بار مجھے مایوسی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ "کیوں یاد کیا ہے اپنی داسی کو۔" اس کی آواز کہیں بہت دور سے آتی محسوس ہورہی تھی۔

"میرے اوپر جو بیت چکی ہے، جو گزر رہی ہے کیا تم اس سے ناواقف ہو؟" میں نے شکوہ کیا۔

"مجھے پل پل کی خبر ہے۔" اس نے کہا۔ "مجھے تمہارے پتا کے مرنے کا بھی دکھ ہے لیکن ابھی میں کچھ کرنے سے مجبور ہوں۔"

"لیکن پچھلی بار تو تم نے کچھ اور کہا تھا۔" میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن ابھی دیوی دیوتاؤں نے مجھے اپنے کشٹ سے پوری طرح آزاد نہیں کیا۔" وہ بولی۔ "تمہارے کارن شنکر کے پلید شریر کو چتا کی اگنی کے حوالے کرنے کے بعد سے مجھ پر جو پابندیاں ہیں، وہ ابھی ختم نہیں ہوئیں۔"

"کیا تم مجھے میرے والد کی موت کے سلسلے میں بھی کچھ نہیں بتاسکتیں۔"

"میں مجبور ہوں شہباز۔ ابھی میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی تمہاری کوئی سہائتا نہیں کرسکتی، پر تو اس بات کا وشواس دلاتی ہوں کہ آزاد ہونے کے بعد میں تمہارے دشمنوں کو ایسا کشٹ دوں گی کہ ان کی آتماؤں کو بھی سکون کا ایک سانس میسر نہیں ہوگا۔"

"اور اگر اس وقت تک میں بھی کام آگیا تو۔" میں تلملا کر بولا۔

"ایسا مت کہو شہباز۔" کالا نے بڑی لگاوٹ بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔"

"تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"دیوی دیوتاؤں نے مجھے اس بات کا وچن دیا ہے کہ وہ چپ چپ تمہاری رکھشا (حفاظت) کریں گے۔" کالا نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر انہوں نے وچن توڑدیا تو پھر میں بھی ان کی قید سے آزاد ہوجاؤں گی۔"

"کالا۔" میں نے بڑی عاجزی سے کہا۔ "مجھے صرف اتنا بتادو کہ کومل دیا کی اصلیت کیا ہے، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنے وجود میں نظر آنے کے باوجود کسی بدروح سے کم نہیں ہے۔ حالات کے پیش نظر مجھے اس بات کا یقین بھی ہے کہ کسی نہ کسی [illegible] موت میں اس کا ہاتھ بھی ضرور شامل ہے۔"

کالا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی بار اسے آوازیں دیں لیکن میری آواز صدا بہ صحرا ہوکر رہ گئیں!

⁂

والد صاحب کی موت کے بعد سے میں نے ماں کے ساتھ ہی کمرے میں سونا شروع کردیا تھا۔ وہ بڑے حوصلے اور ہمت والی تھیں، میری خاطر انہوں نے اپنے لرزتے کپکپاتے آنسو بہت جلد پلکوں کی اوٹ میں چھپالیے تھے۔ وہ ماں تھیں، جانتی تھیں کہ اگر ضبط کا بندھن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو میرے قدم بھی ڈگمگانے لگیں گے۔ انہوں نے والد صاحب کے ساتھ زندگی کی شاہراہ پر [illegible] طویل مسافت طے کی تھی لیکن اب وہ راستے گرد آلود ہوگئے تھے، منزل کے نشان دھندلا کر مٹتے جارہے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ اگر صرف ایک ناخن انگلی سے جدا ہوجائے تو انسان کو کتنی تکلیف ہوتی ہے، ان کا ناخن نہیں اکھڑا تھا، زندگی کا سہاگ اجڑ گیا تھا لیکن اس کے باوجود مجھے سہارا دینے کی خاطر اپنے سوکھے ہونٹوں پر زندگی کی [illegible] سجائے ہوئے تھیں۔

والد کی جدائی کے بعد ان کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ ہورہی تھی میں اسے بڑی شدت سے محسوس کررہا تھا۔ اکثر و بیشتر میں نے ان کی آنکھوں کو سرخ دیکھا تھا، وہ یقیناً چھپ چھپ کر آنسو بہاتی ہوں گی لیکن سوئم کے بعد سے انہوں نے اپنی زندگی کو صرف میرے لیے مخصوص کردیا تھا۔ میرے سوا اب ان کا تھا بھی کون؟ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے سینے پر صبر کی سل رکھ کر زندگی گزار رہی تھیں۔ مجھے اس کا احساس تھا، میں نے کئی بار انہیں سمجھانے کا ارادہ کیا لیکن ہر بار ناکام رہا۔ جو بندھن ٹوٹ چکے تھے وہ میری تسلی دینے سے دوبارہ نہیں جڑ سکتے تھے البتہ اس طرح ماں کے وہ زخم بھرنے کے بجائے چٹک ضرور اٹھتے جنہیں وہ آہستہ آہستہ خشک کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔ میں جب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوتا وہ اپنے زخموں کو سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپالیتی تھیں لیکن میرے نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد وہ بند ضرور ٹوٹ جاتے ہوں گے جسے میری موجودگی میں وہ بڑی مشکلوں سے سنبھالے رکھتی تھیں۔

مجھے ماں کی جانب سے جو پریشانی لاحق تھی وہ بجا نہیں تھی، میں دیکھ رہا تھا کہ والد صاحب کی جدائی کا غم انہیں اندر ہی اندر کھوکھلا کررہا تھا، میرے پاس اس کا کوئی تدارک بھی نہیں تھا، میں اس خلا کو پر کرنے سے قاصر تھا جو مشیت ایزدی نے پیدا کردیا تھا۔

اس وقت بھی میں ماں کے کمرے میں اپنے بستر پر لیٹا ان سے باتیں کررہا تھا جب انہوں نے اچانک گفتگو کا موضوع بدل کر کہا۔

پاکستانی، انڈین اور چائنیز
کھانوں پر مشتمل اپنے طرز
کی واحد اور مکمل کتاب
سپیشل کچن گائیڈ
قیمت: -/75 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"شہباز بیٹے، میری ایک بات مانو گے۔"

"آپ حکم دیں امی۔" میں نے بڑی فرمانبرداری سے کہا۔

"میری خواہش یہ ہے کہ اب تم اپنا گھر بسالو۔" امی بڑی مضبوطی سے خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔ "تم نہیں ہوتے تو یہ گھر بڑا سونا سونا لگتا ہے، جیسے کاٹنے کو دوڑ رہا ہو۔"

"آپ کی خواہش کے لیے میری جان بھی حاضر ہے لیکن ابھی تو......" میں کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگیا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو۔" وہ میرے نامکمل جملے کا مفہوم بھانپ گئی تھیں ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "جب تک تمہارے باپ کا چالیسواں نہ ہوجائے اور میں عدت کے دن نہ گزار لوں جب تک میں اپنی خواہش پوری نہیں کرسکتی شاید اس لیے کہ دنیا کی فرسودہ رسمیں انسان کو مجبور کردیتی ہیں۔ انہیں دوسروں کی امنگوں اور آرزوؤں کا مطلق کوئی احساس بھی ہوتا، وہ یہ بھی نہیں سوچتیں کہ وقت کی رفتار کسی پل بھی تھم سکتی ہیں، اس کے بعد تمام حسرتیں اور تمام مسرتیں خاک میں مل جاتی ہیں، اسی کا نام دنیا ہے۔"

ماں کی باتیں سن کر میں تڑپ اٹھا، میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"ایسی باتیں نہ کریں امی حضور، ابھی تو آپ کو میرے اور میرے بچوں کی شادیاں کرنی ہیں۔"

aazzamm@yahoo.com

"یہ سب دل کو جھوٹی تسلی دینے کی باتیں ہیں۔ کل کیا ہو گا' کون جانتا ہے؟" ماں کے لہجے میں کرب تھا۔

"اچھا یہ بتائیں۔" میں نے اٹھ کر ان کے قریب جاتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے میرے لیے کوئی چاند جیسی لڑکی دیکھ رکھی ہے۔ مجھے بتائیں امی' اس کا رنگ کیسا ہے' ناک نقشہ کیسا ہے' کیا ہنستے وقت اس کے دانت صاف و شفاف موتیوں کی طرح جھلکتے ہیں۔ اس کی تعلیم کہاں تک ہے' اور اس کا خوب صورت سا نام کیا ہے۔" پھر میں نے امی کو بہلانے کی خاطر کسی ضدی بچے کی طرح مچلتے ہوئے کہا۔ "امی' میں شادی کے وقت سہرا نہیں باندھوں گا۔ اس کے بوجھ سے سر میں درد بھی ہو جاتا ہے اور اچھا بھلا انسان کارٹون بن کر رہ جاتا ہے۔"

"سہرا تو خوشیوں اور مسرتوں کی نشاندہی کرتا ہے۔" امی نے بڑے پیار سے کہا۔ "ایک بار باندھ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں ماں کو ستانے کی خاطر کہا۔ "کیا سہرا صرف ایک بار ضروری ہوتا ہے۔ اسلام نے مردوں کو۔۔۔"

"کیوں حماقت کی بات کر رہا ہے۔" ماں نے اس بار زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "نقش اول ہمیشہ نقش اول ہی رہتا ہے' خدا نہ کرے کہ تمہیں کسی دوسری شادی کی ضرورت پیش آئے جو شریف ہوتے ہیں وہ ایک ہی کے ساتھ بری بھلی جیسی بھی گزرے گزار دیتے ہیں۔"

"پھر تو آپ کو میرے لیے دلہن تلاش کرنے میں پاپڑ بیلنے پڑیں گے۔" میں نے شرارت سے جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" ماں نے مجھے غور سے دیکھا تو میں نے یکلخت بڑے معصوم انداز میں سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"اگر صرف ایک ہی پر گزارا کرنا ہے تو بہت دیکھ بھال کر اور پھونک پھونک کر کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں شہباز کہ تم ماں کی دل جوئی کی خاطر ایسی باتیں کر رہے ہو ورنہ۔۔۔"

"ورنہ کیا۔۔۔" میں نے امی کے لہجے میں درد کی کسک محسوس کی تو بے چین ہو گیا۔

"میں نے کل رات بڑے ابا کو خواب میں دیکھا تھا۔" امی نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ مجھ سے کیا کہہ رہے تھے۔"

"کیا۔۔۔"

"وہ۔۔۔ وہ مجھے اپنے پاس بلا رہے تھے۔"

"امی۔۔۔" میں چیخ اٹھا۔ "خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کریں' ابھی مجھے آپ کی زندگی۔ قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔"

"خدا کے فیصلوں کے آگے انسان کی ذاتی خواہشات کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ تمہارے باپ کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔" ضبط بسیار کے باوجود اس بار ماں کی آواز بھرا گئی۔ "ڈاکٹروں نے ان کی زندگی کی ضمانت دی تھی' وہ زندگی کی جانب بڑی تیزی سے واپس لوٹ رہے تھے لیکن یہ سب کچھ نظروں کا فریب تھا' وہی ہوا جو قدرت کو منظور تھا۔ زندگی سب سے زیادہ ناپائیدار شے کا نام ہے' اس پر کبھی بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ سانسیں تو بس گنی چنی ہوتی ہیں۔ کون جانے کب روح چپکے سے جسم کا ساتھ چھوڑ دے۔"

"آپ کو میری جان کی قسم جو اب ایسی باتیں کریں۔" میں تڑپ کر بولا۔ "آپ کے سوا اب اس دنیا میں میرا کون ہے' آپ نہ رہیں تو پھر میں بھی ٹوٹ کر بکھر جاؤں گا۔ ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا۔" میں نے ماں کی کشادہ آغوش میں سر چھپا کر سسکتے ہوئے کہا تو ماں کی ممتا بھی ضرور تڑپ اٹھی ہوگی لیکن انہوں نے جلدی سے میرے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ اب ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

رات خاصی دیر تک میں امی کے ساتھ بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر جب ان کی آنکھوں میں نیند کا خمار دیکھا تو ان کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دے کر اپنے بستر پر آ گیا لیکن میری نیند اچاٹ ہو گئی تھی' امی نے بڑے ابا کے خواب کا ذکر کیا تو میری نگاہوں کے سامنے سفید ریش بزرگ کا وہی نورانی چہرہ ابھر آیا جس نے لندن میں میرے خواب میں کچھ مبہم اشارے دیے تھے' اس وقت میں ان اشاروں کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن اب وہ اشارے واضح ہونے شروع ہو گئے تھے' خدا کے اس برگزیدہ بندے نے کہا تھا کہ "روئی کے گالوں جیسے ابر آلود بادلوں کا سینہ شق ہو رہا ہے۔ چراغ کی لو ٹمٹا رہی ہے۔ دیے کا تیل جل گیا تو پھر دھوئیں کی لکیریں ہاتھ نہیں آئیں۔ خالی پنجرے سے چڑیوں کے چہچہانے کی آواز نہیں ابھرتی۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں' کمبل پوش بزرگ نے اشاروں کنایوں میں مجھے میرے باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے سلسلے میں سمجھانے کی کوشش کی تھی پھر ان کا کہا ہوا ایک جملہ میرے کانوں میں گونجا تو میری روح لرز اٹھی' انہوں نے کہا تھا۔ "وہ دیکھ۔ وہ سامنے۔۔۔ جنت بھی آہستہ آہستہ سرک رہی ہے۔ سن۔۔۔ غور سے سن' طوفان اٹھنے کی آوازیں شائیں شائیں آ رہی ہیں۔ اب سب کچھ ٹائیں ٹائیں فش ہو کر رہ جائے گا۔"

ان جملوں کے ساتھ ساتھ ماں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا' بڑے ابا نے جو کچھ ان سے کہا تھا وہ شاید کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہی ہو سکتا تھا' میں نے ماں کی طرف دیکھا' جس کے قدموں تلے میری جنت تھی پھر میں اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکا' آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ سے باہر نکلا اور پائیں باغ

کے ایک سنسان کنج میں بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا' رو رو کر خدا سے ماں کی زندگی کی بھیک مانگنے لگا' اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

پھر کب تک میں باغ میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا' کب اٹھ کر واپس کمرے میں آیا اور کب میری آنکھ لگی' مجھے کچھ یاد نہیں' میری کیفیت اس وقت کسی ایسے شخص سے مختلف نہیں تھی جسے ہپناٹزم کے زیر اثر لانے کے بعد خواب بیداری کی حالت سے دوچار کر دیا گیا ہو۔

دوسری صبح میں دیر سے بیدار ہوا' رات کی باتوں کا بوجھل بوجھل اثر ابھی تک میرے دل و دماغ پر طاری تھا' اس خیال سے ماں ناشتے کی میز پر میرا انتظار کر رہی ہوگی میں بستر چھوڑ کر جلدی جلدی ضروریات سے فارغ ہوا' ڈائننگ روم میں گیا تو ماں حسب توقع وہاں پہلے سے موجود تھی' مجھے دیکھ کر انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا بڑے پیار سے بولیں۔

"کیا بات ہے شہباز بیٹے' آج تمہیں اٹھنے میں دیر ہو گئی' طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔"

"آپ کی دعا سے بالکل بھلا چنگا ہوں البتہ رات کو ذرا دیر سے آنکھ لگی۔" میں نے ماں کے قریب کرسی پر بیٹھتے ہوئے انہیں خوش کرنے کی خاطر کہا۔ "آپ نے ذکر ہی ایسا چھیڑ دیا تھا کہ ساری رات خواب میں اپنی شادی کے ہنگامے دیکھتا رہا۔"

"کیا کیا دیکھ ڈالا۔" ماں نے میرے لیے ناشتا تیار کرتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ میں سہرا باندھے' منہ پر رومال رکھے ایک نہایت خوب صورت اسٹیج پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے صوفے پر بیٹھا ہوں' میرے سامنے لوگوں کا ایک ہجوم موجود ہے جنہوں نے بڑے نفیس لباس زیب تن کر رکھے ہیں اور بار بار اس طرح میری طرف نظریں گھما گھما کر دیکھ رہے ہیں جیسے میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "خوب صورت اور زرق برق لباس پہنے خوب صورت حسین اور شوخ و شنگ لڑکیوں کا ایک ہجوم سا اسٹیج پر میرے گرد جمع ہے اور وہ مجھے مسکراتی نظروں سے دیکھ دیکھ کر نجانے چپکے چپکے میرے بارے میں کیا کیا کھسر پھسر کر رہی ہیں' فضا میں موسیقی کی آواز گونج رہی ہے۔ ایک عجیب سا خواب آور سماں طاری تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟" ماں نے چائے بنا کر پیالی میری طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"پھر قاضی صاحب اسٹیج پر آ گئے' نکاح ہوا اور چھوارے تقسیم ہونے شروع ہو گئے' اس کے بعد مہمان اس طرح کھانے پر ٹوٹ پڑے جیسے زندگی میں پہلی بار اچھے کھانے کھانے کا اتفاق ہو رہا ہو' کچھ لوگوں نے اپنی پلیٹوں میں صرف چکن فرائیڈ کے انبار لگائے تھے' کچھ لوگ نمکین کھانے سے پہلے ہی سوئٹ ڈش کی

ابلیس مصر

★ ---- الماس ایم۔ اے

اسلامی کہانیوں کا بہترین امتزاج

واضح رہے کہ اس مجموعہ کی تین کہانیوں کو نہ صرف قرآن حکیم سے اخذ کیا گیا ہے' بلکہ ان کے بیشتر مکالمے بھی قرآن حکیم سے ماخوذ ہیں۔

قیمت: -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

میز پر دھاوا بول رہے تھے' مال مفت دل بے رحم کے مصداق مرد وزن سب ہی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں مصروف تھے' اس قدر ندیدے پن سے بوٹیاں ہڑپ کر کے ہڈیاں ادھر ادھر اچھال رہے تھے کہ کسی کی ساڑی داغدار ہو رہی تھی اور کوئی اپنا رومال پانی میں بھگو کر اپنا سوٹ صاف کرنے میں مشغول تھا' ایک نوجوان نے تو انتہا کر دی ہجوم میں گھل مل کر ایک لڑکی سے اس طرح ٹکرایا کہ اس بچاری نے بیوٹی پارلر جا کر سیکڑوں روپے دے کر اپنا جو میک اپ کرایا تھا اس طرح خراب ہو گیا جیسے کسی عقاب نے چڑیا کے گھونسلے کو اجاڑ کر رکھ دیا ہو۔ لڑکی نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے اس نوجوان کو گھورا لیکن بات بڑھنے نہیں پائی اور معاملہ "سوری اور ایکسکیوزمی" پر رفع دفع ہو کر رہ گیا۔"

"جی ہاں۔ میری رائے میں شادی کرنے کا بس یہی ایک فائدہ ہے کہ دولہا کی خاصی آؤ بھگت ہوتی ہے اور خاص طور پر لڑکیاں اسے اپنے ہجوم میں یرغمال رکھتی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ انواع و اقسام کے سینٹ اور عطر میں بسے ہوئے لباس کی خوشبو اس غریب کو نزلے زکام میں مبتلا کر دے" میں نے چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے کہا۔ "بہرحال خدا خدا کر کے رات کے کوئی ڈیڑھ بجے دلہن کی رخصتی عمل میں آئی۔ میں تھک کر چور ہو چکا

aazzamm@yahoo.com

تھا اور بقول شاعر کباب سیخ کی طرح اپنے پہلو بدل بدل کر ہڈیوں کو سینکنے سے محظوظ کیے ہوئے تھا۔ رخصتی کے وقت بھی ایک عجیب سماں طاری تھا کوئی رو رہا تھا تو کوئی ہنس رہا تھا' کسی بوڑھی خاتون کو اسی بات پر آنسو بہانے کا موقع میسر آگیا تھا کہ ان کی بنی اب کا گھر آنگن سونا کر کے پیا گھر سدھار رہی ہے اور کچھ لڑکیاں دلہن کو دیکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ ان کا نمبر کب آئے گا اور اپنے ہونے والے دولہا کے ساتھ رخصت ہونے کی گھڑی ذرا کب ان کے حق میں سازگار ہو گی۔"

"شہباز۔ تم نے یہ باتیں کہاں سے سیکھ لی ہیں؟" ماں نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ حضور۔۔۔۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "شادی نہیں ہوئی تو کیا ہوا؟ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اب تک سیکڑوں قربانی کے بکروں کو سہرا باندھے ٹک ٹک کرتے دیکھ چکا ہوں' تجربہ بڑے کام کی چیز ہے لیکن کل رات اسی تجربے نے مجھے خواب میں مروا دیا۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔؟"

"نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔" میں نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ "خدا خدا کر کے رات کے تین بجے تھکن سے نڈھال ہونے کے بعد بڑے ارمانوں سے حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔ سجے سجائے بستر پر سرخ لباس میں ملبوس پھولوں اور زیور سے لدی پھندی ایک دلہن کو گٹھڑی کی صورت میں گھونگھٹ نکالے دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ ساری تھکن دور ہو گئی لیکن جانتی ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"کیا ہوا۔۔۔۔؟"

"دلہن کے قریب جا کر بڑے ارمانوں سے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تو دل جو پہلے گارڈن گارڈن ہو رہا تھا' اس طرح بجھ گیا جیسے کسی نے اچھے بھلے جلتے چولہے کو پر کئی بالٹیاں پانی ڈال کر اسے فریز کر دیا ہو' سارا جوش و خروش پل بھر میں کافور ہو کر رہ گیا۔" میں نے نیپکن اٹھا کر منہ پونچھتے ہوئے بڑی مایوسی سے کہا۔ "دلہن کا مکھڑا دیکھا تو اسے چندے آفتاب چندے ماہتاب کے بجائے کولتار کا ڈرم دیکھ کر سارے ارمان خون خون ہو کر رہ گئے' بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی الٹے توے پر کسی نے سفیدی کی کوچی پھیر کر اس کی ظاہری رنگت کو وقتی طور پر تبدیل کرنے کی بڑی ناکام کوشش کی ہو اور اس کے بعد۔۔۔۔۔ جب نئی نویلی دلہن نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا تو رہی سہی امیدیں بھی خاک میں مل کر رہ گئیں' بیچاری ایک آنکھ سے محروم تھی اور دوسری آنکھ سے بھینگی نظر آرہی تھی' پیشانی پر جھومر جگمگ کر رہا تھا لیکن اس کے اطراف برص کے سفید سفید دھبے بھی یوں واضح طور پر نظر آرہے تھے جیسے کسی اناڑی مستری نے پلاسٹر کرتے وقت سیمنٹ کے ساتھ سفید رنگ کا املشن (EMULSION) بھی ملا دیا ہو' [illegible] یوں غائب تھے جیسے دیمک چاٹ گئی ہو اور اس کے بعد۔۔۔۔۔"

اس کے بعد میں فیض احمد فیض کا یہ شعر پڑھتا ہوا مایوسی سے سر جھکائے حجلہ عروسی سے باہر آگیا۔ ع

یوں بہار آئی ہے اس بار کہ جیسے قاصد
کوچہ یار سے بے نیل مرام آتا ہے

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہو رہی تھی کہ امی میری حماقت انگیز اور فرضی خواب کی روداد سن کر مسکرا رہی تھیں' میں نے ناشتے سے فارغ ہو کر لباس تبدیل کیا' کمرے سے باہر آکر حسب دستور ماں کی پیشانی کا بوسہ لیا پھر اپنا بریف کیس اٹھا کر باہر آگیا جہاں پورٹیکو میں ڈرائیور میری گاڑی کے قریب پہلے سے میرا منتظر تھا۔

دفتر پہنچا تو عارفہ نے مجھے بتایا کہ ندیم کی کال دوبار آچکی ہے اس نے دوبارہ فون کرنے کو کہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ندیم کو دفتر فون کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ وہ تقریباً روزہی مجھ سے گھر پر رابطہ قائم کرتا تھا' اس نے کئی بار مجھ سے اپنی واپسی کے بارے میں دریافت کیا تھا لیکن میں نے اسے روک دیا تھا' والد صاحب کی موت کے بعد میں نے جو فیصلے کیے تھے انہیں بذات خود انجام دینا چاہتا تھا' ندیم آجاتا تو وہ میرے مسائل میں اپنی ٹانگ ضرور پھنساتا' میں اسے ان تمام حالات سے دور ہی رکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں کومل ورما کی شخصیت ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی' مجھے یقین تھا اس کی شخصیت کے پشت پر کسی نہ کسی پراسرار قوت کا ہاتھ ضرور شامل تھا یا پھر وہ خود ہی پراسرار قوتوں کی مالک تھی اس تصور کے ساتھ ہی میرے ذہن میں لیڈی مکارنس کا تصور ابھر آیا جو بظاہر بالکل بے ضرر اور ایک عام سی عورت نظر آتی تھی لیکن میں اپنی آنکھوں سے اس کی بے پناہ اور ناقابل یقین قوتوں کا تماشا دیکھ چکا تھا' خاص طور پر وہ لائبریری جہاں میں نے ان شخصیت سے زندہ انسانوں کی طرح بات چیت کی تھی جن کو موت سے ہم کنار ہوئے سالہا سال تک بیت چکے تھے مگر لیڈی مکارنس کی قوت ان کو دوبارہ زندہ کر کے قوت گویائی بھی عطا کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس نے لندن میں جس انداز میں پنڈت جسی دھر سے میری ملاقات کرائی تھی وہ بھی میرے لیے کسی ہارر (HORROR) فلم سے کم نہیں تھی۔ پنڈت جسی دھر کاکا کی لازوال قوت کو اپنے قبضے میں کرنے کی خاطر ایک پہاڑی غار میں چھپا بیٹھا جاپ کر رہا تھا' کاکا نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ جس منڈل میں بیٹھا ہے اسے توڑنا خود اس کے اختیار کی بات بھی نہیں تھی اور اگر وہ اپنے ساٹھ دن کے جاپ میں کامیاب ہو گیا تو پھر کاکا مکمل طور پر اس کے اشاروں پر عمل کرنے کو مجبور ہو جائے گی لیکن نورانی چہرے والے سفید ریش دراز بزرگ نے میری خاطر اپنے ہاتھ کی لکڑی اس منڈل کی جانب اچھال دی تھی پھر جیسے وہاں بھونچال سا آگیا تھا' میں نے پنڈت جسی دھر کو خود اپنی نگاہوں سے کسی ربڑ کی معمولی اور حقیر گیند کی طرح منڈل سے اچھل کر غار کی سنگلاخ چھت سے ٹکراتے دیکھا تھا پھر ہر چیز پر غبار چھا گیا تھا' مجھے قوی امید تھی کہ جسی دھر کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی ہو گی لیکن وہ اپنی پراسرار قوتوں کی وجہ سے بچ گیا تھا جس کا علم کاکا کو بھی نہیں تھا اس کے بعد وہ میرا جانی دشمن بن گیا۔ میرے تعاقب میں لندن پہنچ کر وہ گراہم سے مل گیا' وہ اگر چاہتا تو اپنی پلید اور گندی قوت کے ذریعے مجھے چٹکیوں میں مسل سکتا تھا' میں ان گندی سفلی قوتوں کا مشاہدہ اسی وقت ہی کر چکا تھا جب میں اے ایس پی (A.S.P.) کی حیثیت سے روپ نگر میں تعینات تھا' شنکر نے محض جمنا کو آزاد کرانے کی خاطر جیل کی آہنی سلاخوں کو اپنی ناپاک قوتوں کے ذریعے موم بنا کر پگھلا ڈالا تھا' فریبی شنکر پنڈت جسی دھر کو اپنا گرو مانتا تھا لیکن میں نے اسی گرو کی کٹی ہوئی گردن کو لیڈی مکارنس کی خواب گاہ میں فضا میں معلق دیکھا تھا' اس نے مجھ سے زندہ انسانوں کی طرح گفتگو کی تھی' وہ شاید مجھے سسکا سسکا کر مارنا چاہتا تھا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے وہ لیڈی مکارنس کی قوت کا شکار ہو گیا تھا' مرنے کے بعد بھی اسے آواگون (تناسخ) کے عقیدے پر پورا یقین تھا' اسی لیے اس نے مجھے اور لیڈی مکارنس کو چیلنج کیا تھا کہ وہ دوسرا جنم لینے کے بعد ہم سے اپنا انتقام ضرور لے گا لیکن لیڈی مکارنس نے اسے شیشے کے بکس میں بند کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا تھا۔

میں ایک مسلمان ہوں اس لیے مجھے آواگون کے عقیدے پر کوئی اعتقاد نہیں تھا لیکن ہندوؤں میں اس عقیدے کو مانا جاتا ہے کہ روح ایک بار جسم سے نکل کر کچھ مدت کے بعد دوسری شکل میں بھی دنیا میں واپس آسکتی ہے' وہ اگر چاہے تو کسی دوسرے جسم میں داخل ہو سکتی ہے' میری معلومات کے مطابق ایک تصور یہ بھی تھا کہ جو انسان دنیا میں اچھے عمل کرنے کے بعد مرتا ہے اسے دوسرے جنم میں بھی کسی نیک انسان کی شکل ملتی ہے لیکن وہ جن کے اعمال گندے ہوں دوسری زندگی میں بھی انہیں اسی شکل میں زمین پر واپس اتارا جاتا ہے یا پھر وہ جانور کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ پنڈت جسی دھر کی بے چین روح نے کومل ورما کے جسم پر اپنا قبضہ جما لیا ہو اور جب چاہے اسے اپنی مرضی پر چلنے کے لیے مجبور کرتی ہو۔

اکثر انسان ان باتوں کو ہوش میں آنے کے بعد یاد نہیں کر سکتا جو اس سے نیند کی کیفیت میں سرزد ہوتی ہیں' وہ اسی کیفیت میں بیدار ہو کر چلتا پھرتا ہے' ضروری کام بھی انجام دیتا ہے پھر واپس آکر اپنے بستر پر لیٹ کر سو جاتا ہے لیکن جب صبح بیدار ہوتا ہے تو اسے کچھ یاد نہیں رہتا' میڈیکل سائنس میں اس بیماری کو سومنا مبولزم (SOANAM BULISM) کہتے ہیں۔

اب تک پیش آنے والے حالات کے مطابق پیش منظر میں کومل ورما کی شخصیت تھی لیکن پس منظر میں کوئی اور طاقت کارفرما تھی' ایک لڑکی کو راہ سے ہٹانا میرے لیے کچھ ایسا دشوار بھی نہیں تھا لیکن اول تو میں کسی بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا اور پھر مجھے یہ خیال بھی لاحق تھا کہ اگر وہ کوئی دوسری مافوقی طاقت تھی جو کومل ورما کو کسی معمول کی طرح استعمال کر رہی تھی تو وہی طاقت کسی اور انسانی جسم پر بھی قبضہ جما کر میرے لیے دشواریاں پیدا کر سکتی تھی' بہرحال ایک بات طے تھی کہ وہ طاقت ابھی تک کھل کر میرے سامنے نہیں آئی تھی' اس کی کیا وجہ تھی میں اسے جاننے سے ابھی تک قاصر تھا۔

میں اس وقت دفتر میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا جب عارفہ نے ندیم کی کال آتے ہی اس سے میرا رابطہ جوڑ دیا۔

"ہیلو۔۔۔۔" میں نے فائل بند کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیسی گزر رہی ہے۔"

"یہاں سب خیریت ہے لیکن مجھے تمہاری اور آنٹی کی فکر لاحق ہے' نجانے وہ میرے بارے میں کیا خیال کر رہی ہوں گی کہ میں دوست ہوتے ہوئے بھی لندن میں بیٹھا عیش کر رہا ہوں اور تم وہاں تنہا حالات کا مقابلہ کر رہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم بار بار مجھے واپسی کے ارادے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ امی کے عدت کے دن پورے ہونے کے بعد انہیں لے کر تمہارے پاس لندن آجاؤں۔" میں نے ایک خوب صورت سا بہانہ تراشتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ تبدیلی ان کی صحت کے لیے خوش گوار ثابت ہو گی۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم کسی وجہ سے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے موضوع بدل دیا۔ "اور سناؤ نسیم کیسی ہے؟"

"فرسٹ کلاس۔۔۔۔۔ تمہیں تقریباً روزانہ ہی یاد کرتی ہے۔"

"لیڈی کا کیا رہا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا اس کا کوئی سراغ ملا' یا وہ ابھی تک انڈر گراؤنڈ ہے۔"

"وہ ابھی تک کہیں روپوش ہے لیکن میرے آدمیوں نے اس کی تلاش کا سلسلہ ابھی ترک نہیں کیا' آخر کب تک وہ زیر زمین رہ سکتا ہے' ایک نہ ایک دن تو اسے سامنے آنا ہی پڑے گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارے آدمی اسے لندن کے کونے کھدروں میں تلاش کرتے پھر رہے ہوں اور وہ کسی دوسرے شہر یا ملک میں بیٹھا عیش کر رہا ہو۔"

aazzamm@yahoo.com

"ہو سکتا ہے۔"

"بہر حال مجھے یقین ہے کہ تمہیں میری بات یاد ہو گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا۔۔۔۔"

"لیڈی میرا شکار ہے اور میں اسے خود اپنے ہاتھوں سے شکار کروں گا۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" ندیم نے گول مول انداز میں جواب دیا۔ "یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر اس نے سامنے آکر مجھ پر یا میرے آدمیوں پر حملہ کرنے کی حماقت نہیں کی تو میں اسے تمہارے لیے ضرور محفوظ رکھوں گا۔ تم جانتے ہو کہ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کا عادی ہوں۔"

"کنگ اسٹار کے سلسلے میں کیا رہا؟"

"اس کا چارج البرٹو نے سنبھال لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بہت جلد اپنے تمام شیئرز بھی میرے ہاتھوں فروخت کر دے۔ وہ اس لائن کا آدمی نہیں ہے۔ جس پر گراہم سفر کر رہا تھا۔"

"گراہم کے بارے میں کیا خبر ہے؟"

"وہ ابھی تک مینٹل ہسپتال میں ہے اور تمہیں یہ سن کر تعجب ہو گا کہ ابھی تک اس کی اصل بیماری کی تشخیص نہیں ہو سکی۔" ندیم نے کہا پھر تیزی سے بولا تم نے ابھی تک چیف انسپکٹر پاول عرف بینگو کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جس کے سادہ لباس والے دن رات گلی کوچوں میں تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔"

"گویا تمہارا یہ خیال ٹھیک ہی تھا کہ اس کے آدمی اس وقت میرا سراغ کھو چکے تھے جب مرجین الطیب کے آدمیوں نے مجھے اغوا کیا تھا۔"

ندیم سے گفتگو کرنے کے بعد میں نے کچھ دیر نسیم سے بات کی پھر سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں یہاں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے جان بوجھ کر ندیم کو ان حالات سے بے خبری رکھا تھا جس کے تحت والد صاحب کی موت واقع ہوئی تھی۔ میرے دشمنوں نے میری خاموشی اور شرافت کا جو فائدہ اٹھایا تھا اس کا ایک ایک زخم میرے وجود کی گہرائیوں میں ابھی تک تازہ تھا۔ میرے اوپر حریفوں کا جو قرض تھا اب میں اسے بغیر کسی کی مدد لیے خود اپنے بل بوتے پر چکتا کرنا چاہتا تھا۔

یہ میرا حتمی فیصلہ تھا!!

ایک اہم فیصلہ کر لینے کے بعد میرا ذہن ایک بار پھر کاکا کی پراسرار قوت کے بارے میں الجھ گیا۔ اس نے آخری بار مجھ سے کہا تھا کہ وہ میرے والد کے قاتلوں سے واقف ہے لیکن اپنی زبان کھولنے سے قاصر ہے۔ اس نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ دیوتاؤں کی قید سے رہائی ملتے ہی وہ میرے دشمنوں کو ایسے اذیت ناک حالات سے دوچار کرے گی کہ مرنے کے بعد ان کی ارواح بھی سکون کا سانس نہ لے سکیں گی۔ میں نے اسے اپنی زندگی کے خطرات کے بارے میں بتایا تو اس نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے اسے قید کرتے وقت وعدہ کیا تھا کہ وہ میری حفاظت اور میری زندگی کے ضامن ہوں گے۔ دیوتا اگر قول توڑ دیتے تو کاکا کے اوپر عائد پابندیاں بھی ازخود ختم ہو جاتیں۔

مجھے کاکا کی وہ پراسرار باتیں محض ایک ڈھونگ نظر آرہی تھیں۔ شاید وہ مجھے بچہ سمجھ کر بہلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میری خاطر شنکر کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہی وہ دیوی دیوتاؤں کا شکار ہوئی تھی۔ پھر دیوی دیوتا اسے میری زندگی کی ضمانت بھلا کیسے دے سکتے تھے؟ ہمارے درمیان مذہب اور عقائد کا بہت بڑا فرق حائل تھا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ ایسی صورت میں کاکا کا یہ کہنا کہ اسے میری زندگی کی ضمانت دی گئی ہے سراسر جھوٹ تھا۔ دغا تھی، فریب تھا۔ شاید وہ مجھ سے خفا ہو گئی تھی یا پھر ہمارے درمیان مذہب آڑے آگیا تھا۔

یہ درست ہے کہ کاکا کی پراسرار قوتوں نے متعدد بار آڑے وقتوں میں میرا ساتھ دیا تھا لیکن جب جنگ مذہبی صورت اختیار کر لے تو پھر دوست دوست کے خنجر گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ شنکر کی قوت اور پنڈت جسی دھر کا انجام یقیناً مافوق قوتوں کو اچھا نہیں لگا ہو گا اور شاید اسی لیے گندی طاقتوں نے کومل دیا کو میرے لیے ایک پراسرار معمہ بنا دیا تھا۔ کومل دیا کا خیال دل میں آتے ہی میرا خون رگوں میں جوش مارنے لگا۔ مجھے اپنے باپ کی اذیت ناک موت یاد آئی تو دل کے بھرتے زخم پھر تازہ ہو گئے۔ میں نے اسی وقت ایک فیصلے پر پہنچ کر ماسٹر ٹونی کو فون کیا۔ رابطہ قائم ہونے میں دیر نہیں لگی۔

"ٹونی اسپیکنگ باس۔"

"کیا تم ابھی تک کومل دیا کی نگرانی کر رہے ہو؟"

"یس باس۔" ماسٹر ٹونی نے تیزی سے جواب دیا۔ "جب تک آپ کی طرف سے کوئی دوسرا سگنل نہیں ملتا میں اپنا مشن جاری رکھوں گا۔"

"اشوک کے مرنے کے بعد حالات میں کوئی تبدیلی پیش آئی؟"

"جی ہاں۔ کومل دیا صرف دفتر اور دفتر سے گھر تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔"

"تمہیں ایک ذمے داری اور سونپی ہے۔"

"حکم کریں باس۔"

"فون پر نہیں۔" میں نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم پہلی فرصت میں میرے دفتر آجاؤ۔"

"او کے باس۔"

ٹونی سے رابطہ منقطع کر کے میں ایک ضروری فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ مارفہ نے مجھے انٹرکام پر اطلاع دی کہ

میرے لیے ایک لانگ ڈسٹنس کال ہے اور کوئی لیڈی مگارنس مجھ سے بات کرنا چاہتی ہے۔"

"جلدی ملاؤ۔ بی کوئیک۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ لیڈی مگارنس کا نام سنتے ہی میرے اندر جیسے زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔

"ہیلو۔ شہباز خان اسپیکنگ۔" رابطہ قائم ہونے کے بعد میں نے کہا۔ "آپ کیسی ہیں؟"

"میں بالکل ویسی ہی ہوں جیسا تم نے آخری بار دیکھا تھا۔" ریسیور پر لیڈی مگارنس کی مانوس آواز سنائی دی۔ "لیکن مجھے تم سے ایک شکایت ہے میرے عزیز۔"

"وہ کیا؟" میں یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے ان حالات کی اطلاع نہیں دی جو تمہیں پیش آرہے ہیں۔"

"میں نے کئی بار سوچا تھا لیکن؟"

"لیڈی مگارنس کی آنکھیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا اور ندیم کو واپسی کے ارادے سے کیوں منع کیا ہے۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہونا بہت اچھی بات ہے لیکن وقت پڑنے پر کوئی دوست کام نہ آسکے تو پھر ایسے تعلقات سے کیا فائدہ؟"

"میں معذرت خواہ ہوں۔"

"مجھے تمہارے والد کی موت پر افسوس ہے۔"

"کیا اس واقعے کی اطلاع ندیم نے آپ کو دی تھی۔" میں نے پوچھا۔

"تم شاید ابھی لیڈی مگارنس کی لازوال قوتوں کا اندازہ لگانے سے قاصر ہو میں نے کہا تھا کہ میری نگاہیں فاصلوں کی قید سے آزاد ہیں۔ اسی طرح میرے کان بھی بہت دور دراز تک سننے کی قوت رکھتے ہیں۔" لیڈی مگارنس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں نے شاید تم سے کہا بھی تھا کہ میں تمہارے اندر کیوں دلچسپی لے رہا ہوں۔ صرف اس پراسرار قوت کا راز حاصل کرنے کی خاطر جو مجھے تمہارے دل کے اندر تک جھانکنے سے روک رہی ہے لیکن تم دنیا کے خواہ کسی گوشے میں رہو میں جب چاہوں تمہاری آواز سن سکتی ہوں۔"

"آپ کو شاید علم ہو گا کہ میرے باپ کی موت کسی ناپاک قوت کی گندی سازش کا نتیجہ تھی۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں مجھے حالات کا علم ہو چکا ہے۔"

"تو کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ میرے باپ کی موت کا ذمے دار کون تھا۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"انسان انسان سے انتقام لے سکتا ہے لیکن پرچھائیوں سے بدلہ لینا اس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔"

اعتبار ساجد کی ہنستی مسکراتی
ہوئی شگفتہ تحریروں کا نیا انتخاب

قلم گاریاں

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"میں سمجھا نہیں۔"

"تم سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔ سب کچھ میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"لیکن میرے انتقام کی آگ اسی وقت ٹھنڈی ہو گی جب میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچا دوں۔"

"ایسی صورت میں تمہیں طویل عرصے تک انتظار کرنا پڑے گا۔" لیڈی مگارنس نے مبہم لہجے میں کہا تو میرا اضطراب دوچند ہو گیا۔

"میں آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا پنڈت جسی دھر کی روح ابھی تک آپ کے قبضے میں ہے۔"

"ہاں۔ لیڈی مگارنس جسے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لے پھر اس کی روح اس خانے سے باہر نہیں جا سکتی۔"

"کاکا کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"تم نے کبھی اس بارے میں مجھے تفصیل سے نہیں بتایا لیکن میں اس کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہوں۔" لیڈی مگارنس نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ حالات تمہیں دوبارہ لندن آنے پر مجبور کر دیں گے۔ کاکا اور اس کی پراسرار قوت کے بارے میں اسی وقت بات ہو گی۔"

"میری والدہ کے بارے میں آپ کیا پیش گوئی کریں گی۔"

aazzamm@yahoo.com

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ جن گندی قوتوں نے میرے سر سے میرے باپ کا سایہ چھین لیا ہے وہ مجھے ماں کی گود سے محروم کرنے کی بھی سازش کریں گے۔"

"تمہیں اس کا اندیشہ کس طرح پیدا ہوا۔" لیڈی مکارنس نے تیزی سے دریافت کیا۔ "کیا یہ بات تم سے کسی نے کہی تھی۔ کیا تم مجھے اس کا نام بتانا پسند کرو گے؟"

"یہ بات مجھ سے کسی نے نہیں کی۔" میں نے جان بوجھ کر کمبل پوش بزرگ کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا۔ "بس میرا خیال ہے کہ......"

"نہیں میرے عزیز......" لیڈی مکارنس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز انداز اختیار کیا۔ "میرا ذہن ایک ایسی کسوٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کے فرق کو سمجھتا ہے۔ تم شاید مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔ شاید اسی پراسرار قوت کے بارے میں جس نے مجھے تمہاری ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"آپ میری بات پر یقین کریں۔ باپ کی موت کے بعد مجھے ماں کی موت کا صرف ایک خدشہ لاحق ہے۔"

"کوئی خاص وجہ تو ضرور ہو گی۔"

"ہاں۔ کسی نے مجھے بزنس کے معاملات میں ایک اہم کام سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے اس بات کی دھمکی بھی دی گئی تھی کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے باپ کی شفقتوں سے محروم کر دے گی۔"

"تمہارا اشارہ شاید کومل ورما کی طرف ہے۔"

"ہاں...... لیکن آپ کو......"

"مجھے ہر بات کا علم ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اشوک اور اس کی بے گناہ بیوی کو موت کا نشانہ کیوں بنایا گیا ہے؟ ان دونوں کو مارنے کا اصل مقصد کیا تھا؟ میں تمہیں فی الحال صرف محتاط رہنے کی تاکید کرتی ہوں۔"

"گویا آپ بھی مایوس کر رہی ہیں۔"

"مایوسی کی بات مت کرو میرے عزیز۔ کچھ حالات ایسے ہوتے ہیں جو بڑی قوت کو بھی خاموشی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی کہ انسان محض ایک کٹھ پتلی ہے جس کی ڈور خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے ڈور کو کھینچتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے۔ ہم اس کے اشارے پر چلنے پر مجبور ہیں لیکن پریشان مت ہو۔ وقت کا انتظار کرو اور اس بات پر کامل یقین رکھو کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں انسان کی بہتری کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور مضمر ہوتا ہے۔ وہ ہر فرد کو ایک حد تک ڈھیل دیتا ہے جب ڈور کھینچ لیتا ہے تو زندگی کا شیرازہ ریت کے مانند بکھر جاتا ہے۔" لیڈی مکارنس نے بڑی سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آج میرے پاس جو پراسرار قوتیں موجود ہیں وہ سب اس کی مرہون منت ہیں۔ کل کیا ہو گا۔ کیا ہونے والا ہے۔ یہ اس کی ذات انسان پر منکشف کرتی ہے۔ میری کوئی پیش گوئی آج تک غلط ثابت نہیں ہوئی۔ یہ اسی کے اشارے ہیں جو مجھے ملتے رہتے ہیں۔ وہ ہر شخص کو کسی نہ کسی انداز کسی نہ کسی زاویے سے کل کے بارے میں اشارے دیتا رہتا ہے یہ اور بات ہے کہ انسان ان علامتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے۔"

"اشوک اور شیتل کو مارنے سے مجرموں کا مقصد کیا تھا۔" میں نے دریافت کیا۔

"وہ تمہاری شخصیت کو ملوث کرنا چاہتے تھے۔ قانون کی نگاہوں میں تمہاری پوزیشن کو مشکوک کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے لیکن اب ایسا ممکن نہیں ہو گا۔"

"کومل ورما کے بارے میں آپ کا کیا ..." "مجھے افسوس ہے کہ فی الحال میں تمہیں ان حالات کی پیچیدگیوں سے آگاہ نہیں کر سکتی جس میں تمہیں الجھایا جا رہا ہے۔"

میرے ذہن میں کاکا کا تصور ایک بار پھر ابھرا۔ اس نے بھی فی الحال حالات کے بارے میں مجھے کوئی اشارہ دینے سے دریغ کیا تھا۔

"میں نے اس وقت تمہیں صرف تمہارے والد کی موت پر افسوس کا اظہار کرنے کی خاطر فون کیا تھا۔" لیڈی مکارنس نے کہا پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیڈی مکارنس کی کال نے مجھے ذہنی طور پر کچھ اور الجھا دیا تھا۔ اسے سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ اپنی زبان کھولنے سے مجبور تھی۔ آخر کیوں؟ میں ابھی خیالات کے تانے بانوں کو ترتیب دینے کی ناکام کوششوں میں مصروف تھا کہ ٹونی آ گیا۔

"یس باس۔" اس نے میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"میں تم سے ایک بہت ہی اہم اور خطرناک کام لینا چاہتا ہوں۔" میں نے ٹونی کے کسے ہوئے بازوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ صرف حکم دیں باس ٹونی آپ کی خاطر اس بلڈنگ کے ٹاپ فلور سے بھی سر کے بل نیچے چھلانگ لگانے سے انکار نہیں کرے گا۔"

"مجھے تم پر اعتماد ہے۔ نہ ہوتا تو خاص طور پر تمہیں زحمت نہ دیتا۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "جو کام تم سے لینا چاہتا ہوں اس کے لیے میں کسی اجرتی قاتل یا پیشہ ور بدمعاش کی خدمات بھی حاصل کر سکتا تھا۔"

"ایسا کیا کام ہے باس جو ماسٹر ٹونی آپ کے لیے نہیں کر سکتا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تم بذات خود یا پھر اپنے کسی قابل اعتماد ساتھی کے ذریعے کومل ورما کو اغوا کر لو۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تم اسے پولیس کی نگاہوں سے چھپا کر کہاں رکھو گے یہ سوچنا تمہارا مسئلہ ہو گا۔ اس کام کے عوض میں تم کو......"

"ٹونی کو اتنا ذلیل نہ کریں باس کہ وہ خود اپنی نظروں سے بھی گر جائے۔" ٹونی جذباتی ہو گیا۔ "آپ نے ٹونی کے سر پر اس وقت ہاتھ رکھا تھا جب اس کا کوئی سہارا نہیں تھا۔ میں اس احسان کو کبھی نہیں بھولوں گا۔"

"کام اتنی ہوشیاری سے ہونا چاہیے کہ کسی کو کانوں کان اس کی بھنک بھی نہ مل سکے۔"

"آپ مطمئن رہیں باس۔" ٹونی نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "کومل ورما کو دو روز کے اندر اندر اٹھا لیا جائے گا۔ آپ کہیں تو ٹونی اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر سکتا ہے۔"

"نہیں میں فی الحال اسے ختم نہیں کرنا چاہتا۔"

"او کے باس۔" ٹونی نے تیزی سے جواب دیا پھر سرسراتی آواز میں بولا۔ "کیا آپ کو یقین ہے کہ بگ باس کے مرڈر میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" میں نے ٹونی سے کہا۔ "تم اسے اغوا کرنے کے بعد فوری طور پر مجھے اطلاع کر دو گے۔"

"ایسا ہی ہو گا۔"

ٹونی کے جانے کے بعد پھر دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ شام کو اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا کہ عارفہ نے مجھے بتایا کہ کومل ورما کی کال ہے۔ کومل ورما میں اس نام کو سن کر چونکا۔ اس کی پراسرار شخصیت شاید میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں نے عارفہ سے لائن ملانے کو کہا پھر فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے بولا۔

"شہباز خان۔"

"مجھے یہ خواہش تھا کہ تم ابھی دفتر میں ہی ہو گے۔" اس نے تم کا صیغہ اختیار کر کے مجھے چونکا دیا۔ شاید اس وقت وہ اسی پراسرار قوت کے زیر اثر تھی جس نے میری راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑا رکھا تھا۔

"کوئی خاص کام۔" میں نے سنبھل کر پوچھا۔

"تم نے آئی جی کو میرے سلسلے میں فون کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں کہاں آتی ہوں اور کہاں جاتی ہوں اس سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔"

"تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں نے تمہاری آئی جی سے ......"

"جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرو۔" اس کے لہجے میں رنجش تھی۔ "جس طرح تمہارے آدمی میری نگرانی کر رہے ہیں اسی طرح میرے بھی کچھ چاہنے والے بھی تمہارے اور تمہارے کارندوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ مجھے ایک ایک ... ملتی رہتی ہیں۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" میں نے بھی سخت لہجہ اختیار کیا۔

"اپنے شکاری کتوں سے کہو کہ وہ مجھ سے دور ہی رہیں ورنہ......"

"ورنہ کیا۔" میں تلملا اٹھا۔

"تم اپنے باپ کا انجام دیکھ چکے ہو۔" وہ سرد لہجے میں بولی۔ "مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے خلاف کوئی اور کارروائی کروں۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں مسٹر شہباز خان جن کا کوئی مول نہیں ہوتا اور کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو بچھڑ جائیں تو پھر ان کا کوئی بدل نہیں ڈھونڈ سکتا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہو۔" میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش تیز ہو گئی۔

"خون ٹھنڈا رکھو مت کرو مائی ڈیئر شہباز۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔ "تم جوان بھی ہو اور خوبصورت بھی۔ اس دھرتی کی کوئی بھی کنیا (لڑکی) تمہیں اپنانے کی خاطر اپنا جیون بھی داؤ پر لگا سکتی ہے۔ پرنتو اگر تم کسی حادثے کا شکار ہو کر اپنی سندرتا کھو بیٹھے تو مجھے بھی افسوس ہو گا۔ تم کسی کو نہ شہباز کی حیثیت میں اپنی شکل دکھا سکو گے نہ کرن کمار کا روپ دھار کر کسی کو دھوکا دینے کے قابل رہو گے۔"

"تم کس کرن کمار کی بات کر رہی ہو؟" میں نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"وہی کرن کمار جو ڈنر سوٹ میں بھیس بدل کر اشوک سے ملنے اس کے فلیٹ پر گیا تھا۔" اس کا لہجہ تلخ ہونے لگا۔ "سچ پوچھو تو تم ہی ان دونوں کی موت کا کارن بنے ہو۔ نہ تم وہاں جاتے نہ انہیں اپنے جیون سے منہ موڑ کر نرلوک سدھارنا پڑتا۔"

"آئی۔ سی۔ گویا تم نے ہی سراج کو فون کر کے میرے خلاف اس کے کان بھرنے کی کوشش کی تھی۔"

"تم اسے میری جانب سے ایک چھوٹی سی وارننگ بھی سمجھ سکتے ہو۔ ورنہ میں چاہوں تو تمہیں آج بھی سولی تک پہنچا سکتی ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم دن میں سپنے دیکھنے کی عادی ہو۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

"تم مجھے چیلنج کر رہے ہو؟"

"نہیں نہیں۔ اس گندی آتما کو جس نے اس وقت تمہارے جسم کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"خیال ہے تمہارا مسٹر شہباز ورنہ میں وہی کومل بول رہی ہوں جس کا ...

aazzamm@yahoo.com

تھا۔

"اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کیا تمہاری کوئی جڑواں بہن بھی ہے۔" میں نے تیزی سے سوال کیا۔

"مجھے یہ خواہش تھا کہ تم اس راز کو ایک نہ ایک دن ضرور پا لو گے۔"

"کیا تم دونوں کے نام بھی ایک ہیں۔"

"نہیں۔ میرا نام موہنی ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں جب بھی تمہیں فون کروں گی کومل ورما ہی کے نام سے کروں گی۔"

میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے فون بند کیا اور ڈائرکٹ لائن سے کومل ورما کے گھر فون کیا۔

"ہیلو۔" فون اس کی ماں نے ریسیو کیا تھا۔ ایک بار میں اس آواز کو پہلے بھی سن چکا تھا۔

"میں پولیس ڈیپارٹمنٹ سے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سراج بول رہا ہوں۔" میں نے سراج کے لہجے میں کہا۔ "مجھے آپ سے ایک ضروری بات پوچھنی ہے۔"

"کیا۔"

"کیا کومل ورما کے علاوہ آپ کی کوئی دوسری بھی لڑکی ہے جس کی شکل ہو بہو کومل ورما سے ملتی جلتی ہے۔"

"ہے نہیں۔ بلکہ تھی۔" دوسری جانب سے اداس آواز میں کہا گیا تھا۔ "میری دونوں بیٹیاں جڑواں پیدا ہوئی تھیں لیکن اسے مرے ہوئے پورے چودہ سال بیت چکے ہیں۔"

"کیا اس کی چتا کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے آگ لگائی تھی۔"

"نہیں۔ اس وقت میری مانگ کا سیندور نہیں اجڑا تھا اس لیے اس کے باپ نے اس کی چتا کو آگ دکھانے کا دکھ جھیلا تھا۔ پھر دو مہینے بعد۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

"آپ کی بیٹی۔ میرا مطلب ہے کہ مرنے والی بیٹی کا نام کیا تھا۔"

"موہنی۔" دوسری جانب بدستور دکھ بھرے لہجے میں جواب دیا گیا۔

"کیا موہنی کی آواز بھی کومل ورما سے ملتی جلتی تھی۔"

"ہاں۔ وہ دونوں ہم شکل تھیں۔ ان کی آواز بھی ایک دوسرے سے اتنی ملتی جلتی تھی کہ کبھی کبھی تو میں بھی دھوکا کھا جاتی تھی کہ ان میں سے موہنی کون ہے اور کومل کون ہے لیکن آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" اس بات کے لہجے میں تجسس شامل تھا۔

"وہ چھت سے نیچے گر کر مری تھی۔"

"مری نہیں تھی بلکہ مارا گیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"موہنی کو جس آدمی نے چھت سے نیچے دھکا دیا تھا وہ ہماری قید میں ہے۔" میں نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "جہاں اس نے دوسرے جرم کا اقبال کر لیا ہے وہاں یہ بھی اگل دیا ہے کہ موہنی کی موت میں بھی اس کا ہاتھ تھا۔"

"لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ موہنی نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔" دوسری طرف سے رندھی ہوئی آواز میں پوچھا گیا۔

"اس بات کو سن کر آپ کو دکھ ہو گا۔ اس لیے جو کچھ ہو چکا ہے۔ اب اسے بھول جائیے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر فون بند کر دیا۔

موہنی کا نام درمیان میں آجانے سے میرے لیے کچھ مشکلات اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ میرے ذہن میں متعدد سوال ابھرنے لگے۔ "اگر وہ موہنی ہی کی آتما تھی جس نے کومل ورما کے جسم پر اپنی مرضی کے مطابق قبضہ جما رکھا تھا تو اس نے میرے باپ کو کس گناہ کی پاداش میں اذیت ناک موت کی سزا دی؟ اشوک اور شیتل کو کیوں مارا گیا؟ یہ بات تو سوچی جا سکتی تھی کہ اشوک نے موہنی کو دھوکا دے کر اس کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو جس کا انتقام اس کی بے چین روح نے لے لیا۔ لیکن شیتل کو کس بات کی سزا دی گئی اور پھر اس ٹینڈر سے موہنی کی روح کا کیا تعلق تھا جس کی بدولت نئے اور پیچیدہ حالات نے جنم لیا تھا؟ یہ بات بھی سوچی جا سکتی تھی کہ موہنی اس ٹینڈر کو حاصل کرنے میں کومل ورما کی مدد کرنا چاہتی ہو لیکن سوئی پھر اسی ایک بات پر ٹوٹتی تھی کہ میرے باپ کو کیوں مارا گیا تھا؟ کیا ان کی موت بھی اسی ٹینڈر کے حصول کا نتیجہ تھی جس کے لیے کومل ورما نے مجھے وارننگ دی تھی؟

ایک بار نرنجن لال کی کہانی بھی ایک ٹینڈر ہی کے سلسلے میں شروع ہوئی تھی اور اب تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ کیا یہ محض ایک اتفاقیہ مطابقت تھی؟ میں ان ہی خیالات میں الجھ رہا تھا کہ دانی ایک فائل ڈسکس کرنے کی خاطر میرے آفس میں داخل ہوا اور میری سوچ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

*

شام کو میں والدہ کے ساتھ لان میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ احمد علی نے بے شکر پانڈے کے آنے کی اطلاع دی۔ مجھے اس وقت پانڈے کی آمد پر حیرت ہوئی۔ گھر میں 'میں' اپنا زیادہ وقت امی کے پاس گزارتا تھا۔ انہیں ایک لمحے کو بھی تنہا نہیں چھوڑتا تھا کہ کہیں انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو۔ تنہائی کا احساس جو کسی قاتل سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ زیادہ سوچنے سے دماغ کی شریانیں بھی پھٹ سکتی ہیں۔ والد صاحب کی جدائی کا غم ان کے لیے کوئی ایسا معمولی حادثہ نہیں تھا جسے آسانی سے بھلا دیا جاتا۔

برسا برس کی رفاقت تھی۔ دونوں میں سے ایک پل میں فراموش کر دینا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ایک بار مجھے احمد علی نے چپکے سے بتایا تھا کہ اس نے ماں کو والد صاحب کی تصویر کے سامنے کھڑا آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ وہ بڑے رقت بھرے لہجے میں ان سے کچھ باتیں کر رہی تھیں۔

کسی تصویر کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے باتیں کرنا ایک فضول سی بات تھی۔ انسان اس طرح خود کو فریب دیتا ہے ورنہ روح کا جسم سے نکلنے کے بعد دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہ جاتا لیکن آنسوؤں کا سیل رواں خشک ہو جائے تو دل کا بوجھ البتہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ مبر آتے ہی آتے آتا ہے اور پھر وہ تو میری بوڑھی ماں تھی۔ انہوں نے والد صاحب کے ساتھ بڑا لمبا سفر طے کیا تھا۔ اس کی تکان کے دور ہونے میں کچھ وقت لگتا تو ضروری تھا۔ بسا اوقات انسان کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ دوسروں کی خاطر زبردستی کی ہنسی ہنستا ہے لیکن اندرونی طور پر وہ خون کے آنسو روتا رہتا ہے۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ دنیا دکھاوے کو محض ایک دھوکا ہوتی ہے۔ اس طرح انسان خود کو فریب دیتا ہے۔

مجھے احساس تھا کہ میرے دفتر چلے جانے کے بعد امی کو گزرے ہوئے لمحوں کی حسین یادیں ضرور آتی ہوں گی۔ وہ زندگی کی شاہراہ پر ایک دوسرے کے ہم سفر تھے لیکن ایک موڑ پر پہنچ کر ایک ساتھی اچانک گم ہو گیا تھا۔ گھر کے ایک ایک در و دیوار سے والد صاحب کی یادیں وابستہ تھیں۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت امی کو ان کی باتیں یاد آتی ہوں گی۔ انسان مر جاتا ہے لیکن اس کی باتیں زندہ رہتی ہیں اور کچھ باتیں نشتر بن کر روح کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپی رہتی ہیں۔ ان پر کسی کا بس نہیں چلتا وہ اندر ہی اندر انسان کو کھوکھلا کرتی ہیں۔ سمندر کی ان تیز و تند لہروں کے مانند جو ساحل پر آکر واپس لوٹتی ہیں تو کنارے کی مٹی بھی بہا لے جاتی ہیں۔ جو شخص اس ریت پر کھڑا ہو۔ اسے پاؤں تلے زمین کھسکتی محسوس ہوتی ہے۔ انسان کی کیفیت بھی سمندر کے کنارے پڑی ہوئی اس ریت سے مختلف نہیں ہوتی جو ہر آنے والی لہر کے ساتھ آہستہ آہستہ اپنے اصلی مقام سے دور ہو جاتی ہے پھر جب سمندر کی لہریں انہیں دور لے جاتی ہیں تو وہ سمندر کی گہرائیوں کا ایک حصہ بن جاتی ہیں جہاں پہنچ کر انہیں سکون آجاتا ہے۔ گہرائی میں سمندر کی لہریں محض آب رواں کی طرح چلتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کنارے کی وہ ریت سمندر کی گہرائیوں میں جمع ہو کر ایک ٹیلے کی شکل اختیار کر لیتی ہیں جس میں سے نئے نئے انواع و اقسام کے پودے نکلتے ہیں لیکن دنیا کی نگاہیں انہیں دیکھ نہیں پاتیں۔ وہاں تک پہنچنے کے لیے کسی ماہر تیراک کو دور بہت دور سمندر کی میں غوطہ لگانا پڑتا ہے جب کہیں جا کر وہ اس دنیا کا حسن دیکھ پاتا ہے۔

ساحل کی ریت کے حقیر ذرے سمندر کی گہرائیوں میں جا کر چٹان کی ایسی صورت اختیار کر لیتے ہیں پھر بپھری ہوئی موجیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ صرف ان سے ٹکرا کر گزر جاتی ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے وہ دنیا کے حسن اور اس کی رنگینیوں میں گم ہو کر اپنی اس لازوال طاقت کو بھول جاتا ہے۔ کبھی ان پر نظر نہیں ڈالتا۔ ان کے بارے میں غور کرنے کی کوشش نہیں کرتا لیکن وہ لوگ جو دنیا کی رنگینیوں کو یکسر بھول کر خداوند کریم سے لو لگا لیتے ہیں۔ دن رات اسی کی یاد میں گم رہتے ہیں۔ اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو کر گڑگڑاتے رہتے ہیں تو خدا ان کو بے پناہ رحمتوں سے نوازتا ہے۔ ان پر سے زمان و مکان کی قید اٹھالی جاتی ہے پھر ان کے قدم بھی کسی آہنی چٹان کے مانند اتنے ٹھوس اور مضبوط ہو جاتے ہیں کہ دنیا کی کوئی قوت انہیں متزلزل نہیں کر پاتی۔ موت بھی اسی طرح زندگی کا دوسرا نام ہے جس کے بارے میں لوگ غافل ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی رنگینیاں انہیں اس درجہ اپنے اندر سمو لیتی ہیں کہ اسے سوچنے سمجھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ شاید وہ یہ جانتے ہوئے بھی انجان بن رہتا ہے کہ زندگی دنیا میں سب سے ناپائیدار چیز ہے۔ روح اور جسم کا رشتہ بس آخری سانس کے کچے دھاگے سے بندھا ہوتا ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو پھر کبھی نہیں جڑتا ہے۔ ہاں مرنے کی باتیں اس کی یادیں اس کا تصور ضرور باقی رہ جاتا ہے جو اس سے محبت کرنے

ابلیس مصر

★---- الماس ایم-اے

اسلامی کہانیوں کا بہترین امتزاج

واضح رہے کہ اس مجموعہ کی تین کہانیوں کو نہ صرف قرآنِ حکیم سے اخذ کیا گیا ہے، بلکہ اِن کے بیشتر مکالے بھی قرآنِ حکیم سے ماخوذ ہیں۔

قیمت : -/100 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

aazzamm@yahoo.com

والوں کو بار بار رلاتا رہتا ہے۔ یہی کیفیت میری ماں کی تھی۔ ان کے زخم ابھی ہرے تھے۔ ایک ذرا سی ٹھیس لگنے سے بھی ہوئی کھرنڈ اکھڑ کر انہیں دوبارہ تازہ کر دیتی ہے۔ کتنے انمول ہوتے ہیں وہ آنسو جو کسی کی یاد کا سہارا لے کر خون کی شکل میں دل سے ابھرتے ہیں پھر آنسو بن کر ان کی پلکوں سے ڈھلک کر زمین کی گہرائیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔"

یہ زندگی بھی عجیب تماشا ہے جہاں انسان پیسوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں شب و روز لگا رہتا۔ قریب اور دور کے تمام رشتوں کو بھول جاتا ہے۔ دولت کی چمک دمک اس کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔ رشتے کی اہمیت اس کے لیے ثانوی ہو جاتی ہے پھر وہ اس وقت چونکتا ہے جب رشتے ناتے اس سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر وہ سب کچھ بھول کر ایک خاکی جسم پر بیٹھا آنسو بہاتا رہتا ہے۔ اپنی غلطیوں کا احساس اس کے دل کو کچوکے لگاتا رہتا ہے لیکن وہ آنسو اصلی نہیں ہوتے دنیا دکھاوے کے لیے ہوتے ہیں۔ کیا فائدہ ان آنسوؤں سے جو صرف کسی کی لاش پر بیٹھ کر بہائے جائیں۔ اس طرح تو اس کے آنسو مرنے والے کو اور مضطرب کر دیتے ہیں۔ اس کا زخم ناسور بن جاتا ہے لیکن وہ اپنے غم کا اظہار نہیں کر پاتا۔ قدرت اس سے قوت گویائی چھین لیتی ہے۔ وہ سب سن سکتا ہے دیکھ سکتا ہے لیکن کوئی شکوہ کوئی شکایت زبان پر نہیں لا سکتا۔ اس کی روح تڑپتی رہتی ہے' سسکتی رہتی ہے' بلکتی رہتی ہے لیکن سب بے سود ہوتا ہے۔

لیکن ماں باپ بیٹے اور شریک حیات کا رشتہ اس وقت تک برقرار رہتا ہے جب تک دوسرا فریق بھی موت کا مزہ نہیں چکھ لیتا۔ یادوں کے ہیولے ہمیشہ زندہ رہ جانے والوں کا پیچھا کرتے رہتے ہیں۔ یہی کچھ حالت میری ماں کی بھی تھی۔ میری خاطر وہ اپنے بے جان ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجا لیتی تھی لیکن میں اگر چاہتا بھی تو اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ ماں نے ان مسکراہٹوں کو سجانے کی خاطر اپنے دل کا کتنا خون کیا ہو گا۔

میں احمد علی سے کہہ کر پانڈے کو ٹال دینا چاہتا تھا۔ مجھے اپنی ماں کی مسکراہٹیں زیادہ عزیز تھیں جو بڑے پیار سے باتیں کر رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے دل کی بات زبان تک لاتا ماں نے پوچھا۔

"یہ شنکر پانڈے کون ہے۔"

"ہے ایک بزنس مین جو کنسٹرکشن کے کام میں نیا نیا آیا ہے۔"

"تم اسے بلا لو میں اندر چلی ہوں۔"

ماں اٹھ کر اندر چلی گئی تو میں نے پانڈے کو اندر بلا لیا۔ اس نے گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا پھر میرے اشارے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔"

"جی نہیں۔ میں ماں کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا۔"

"مجھے اس بات کا احساس ہے مسٹر شہباز کہ آپ کی ماتا جی کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی لیکن منش صبر کے سوا اور کر بھی کیا سکتا ہے۔"

"اور فرمائیے پانڈے جی۔ آپ کا کاروبار کس طرح چل رہا ہے۔" میں نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"بھگوان کی کرپا سے سب کچھ ٹھیک ہی ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے کہا۔ "کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں؟"

"کوئی خاص بات۔" اس نے بڑی اپنائیت سے پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جو ٹینڈر میری کمپنی کے نام نکلا ہے اسے آپ کو سونپ دوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" پانڈے نے تعجب سے کہا۔ "آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں؟"

"تار کنسٹرکشن کمپنی والد صاحب کے نام تھی۔ انہیں اس ٹینڈر کو حاصل کرنے کی بڑی حسرت تھی لیکن اب جب وہی نہیں رہے تو میرے لیے اس ٹینڈر میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ میرا کاروبار ویسے ہی خاصا پھیلا ہوا ہے کس کس پروجیکٹ کو سنبھالتا پھروں گا۔"

"میں آپ کی محبت اور جذبے کی قدر کرتا ہوں شہباز صاحب لیکن شاید ابھی تک آپ پانڈے کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے۔" اس نے سنجیدگی سے نرم لہجے میں کہا۔ "دھن دولت ہر بزنس مین کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جنہیں دوستی سے زیادہ دولت عزیز ہوتی ہے۔ اگر آپ وشواس کریں تو بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اس ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے کا کوئی دکھ نہیں ہے۔"

"اور میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں اس سے ایک دوسرے کام سے آیا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"میں آپ سے کیول اس منش کا نام دریافت کرنا چاہتا ہوں جس نے ہمارے اور آپ کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔"

"آپ یہ سوال ایک بار پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں نے پہلے بھی یہی کہا تھا کہ میں اس سے ناواقف ہوں۔" میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ٹینڈر والی دھمکی مجھے فون پر دی گئی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کا کہنا نہ مانا تو پھر مجھے تمام زندگی پچھتانا پڑے گا اور۔۔۔ اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ ٹینڈر کھلنے والی رات ہی میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا۔"

صحرا کا چاند

اس کا معصوم حسن صحرائی راتوں میں چمکنے والے چاند کو شرماتا تھا۔

دوسری جنگ عظیم ایک پاکستانی نوجوان کو صحرا کے اس درخشاں چاندنی میں لے آئی تھی-----

-----دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک دوسرے کی روح میں محبت کی مہک بن کر سما گئے۔ لیکن زندگی صرف محبت کی خوشبو ہی نہیں۔

زہریلے کانٹوں کا جنگل بھی ہے۔ انسانی محبت اور نفرت کے صحرا میں طلوع ہونے والے چاند کی یہی داستان جسے اے حمید کے رومان پرور قلم نے لکھا۔

ناشر: مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2 قیمت۔/80 روپے

Scanned By Ali and Azam

Aleeraza@hotmail.com
Aazzamm@Yahoo.com
(Lahore & Sahiwal)

aazzamm@yahoo.com

"نہیں۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے کہا۔ "بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہو چکا ہے پانڈے جی۔" میں نے گہری سنجیدگی سے کہا۔ "والد صاحب زندگی کی طرف تیزی سے واپس آتے آتے اچانک ہم سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ گئے۔ ان کی لاش کمرے میں خون میں لت پت ملی تھی۔ میں ان باتوں سے پہلے بھی گزر چکا ہوں۔ کچھ کالی طاقتیں مجھ سے زندگی کی تمام خوشیاں چھین لینا چاہتی ہیں۔"

"کالی طاقتیں۔" پانڈے نے پھر حیرت کا اظہار کیا۔ "لیکن ان پلید قوتوں کو بھلا آپ سے کیا بیر ہو سکتا ہے۔"

"پانڈے جی۔" میں نے اس بار پانڈے کو بہت غور سے تکتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا میں بھی آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟"

"کیا؟"

"اشوک اور شیتل کی موت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"مجھے ان دونوں کی موت کا دکھ ہے۔ اشوک کو ہماری کمپنی میں آئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے لیکن اس کی کارکردگی اور ایمان داری نے بہت جلد ہمارے دلوں میں جگہ پیدا کر لی تھی۔"

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اسے گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے لیکن....."

"میرا خیال ہے اشوک اور شیتل کی موت میں بھی اسی ناپاک قوت کا ہاتھ ملوث ہے جس نے میرے والد کو ہم سے چھین لیا ہے۔"

"لیکن اشوک....."

"میں بتاتا ہوں۔" میں نے پانڈے کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "اشوک نے ایک بار میرے ایک آدمی کے سامنے کہا تھا کہ آپ کنسٹرکشن کے نئے کام میں پوری طرح اپنے قدم جما لیں تو زبیر ان کی بربادی کا حساب ضرور چکتا کریں گے۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔ بہتان ہے میرے اوپر۔" پانڈے نے چونکتے ہوئے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی باتوں میں کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں تھی پھر اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ مجھے اس کا نام بتانا پسند کریں گے جس نے اشوک کی کہی ہوئی یہ بات آپ تک پہنچائی تھی۔"

"وہ میرا ایک قابل اعتماد اور دیانت دار آدمی ہے۔"

"کیا آپ کو اس کی بات پر وشواس آ گیا تھا۔" پانڈے نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے بے چینی سے سوال کیا۔

"ہاں۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے وہ بات آپ نے اشوک سے نہیں کی ہوگی۔"

"پھر کس نے کی ہوگی؟"

"ہو سکتا ہے کہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر وہ بات اشوک کے ذہن میں کسی اور نے ابھاری ہو؟"

"لیکن کس نے؟" "اسی پلید طاقت نے جو اب تک تین زندگیوں کی بھینٹ لے چکی ہے۔"

اسی وقت سراج بھی آ گیا۔ میں نے جے شنکر پانڈے سے سراج کا تعارف کرایا تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ شاید اس لیے کہ وہ ابھی تک کومل ورما کی وجہ سے پانڈے ہی کو تمام حالات کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔ ہمارے درمیان کچھ دیر تک ادھر ادھر کی رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر سراج نے موقع پا کر براہ راست پانڈے سے دریافت کیا۔

"آپ کا اپنی لیڈی سیکرٹری کومل ورما کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کس سلسلے میں؟" پانڈے نے کومل ورما کا نام سن کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"وہ آپ کے ساتھ کب سے کام کر رہی ہیں؟"

"تقریباً" دو سال سے۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں مسٹر پانڈے کہ کومل ورما ایک اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"جی ہاں۔ کم از کم میں نے اس کے بارے میں یہی رائے قائم کی ہے کہ وہ نہایت ملنسار ہے اور دیانتداری سے اپنا کام انجام دیتی ہے۔ مجھے یا عملے کے کسی دوسرے شخص کو کبھی اس سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی۔" پانڈے نے کہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "کیا آپ کومل ورما پر کسی قسم کا شک کر رہے ہیں؟"

"کومل ورما اور اشوک کے تعلقات آپس میں کیسے تھے؟"

سراج نے اس کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس بات پر کبھی غور نہیں کیا۔" پانڈے نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ دو سال سے میری لیڈی سیکرٹری کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہی ہے لیکن اس عرصے میں مجھے کبھی اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ میری فرم جوائن کرنے سے پہلے وہ ایک نائن کمپنی کے لیے ماڈلنگ بھی کرتی رہی ہے لیکن وہاں بھی اس کا کوئی اسکینڈل سننے میں نہیں آیا۔"

"آئی سی۔" اس بار سراج نے خالص پولیس والا انداز اختیار کیا۔ "گویا آپ اسے اس وقت سے جانتے ہیں جب وہ صرف ایک ماڈل گرل تھی۔"

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔" پانڈے نے اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ "اس کے کردار کے بارے میں یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی تھی اس نے جب سے ہماری فرم جوائن کرلی تھی۔"

"لیکن آپ یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ اچھے کردار کی مالک ہے۔"

"پہلے وہ کیا کرتی تھی یا کیا نہیں۔ میں اس بارے میں کچھ زیادہ جان کاری نہیں رکھتا جب سے اس نے میرے یہاں ملازمت کی ہے میں نے اسے ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھتے پایا ہے۔" اس بار پانڈے کے لب و لہجے میں بھی ایک تلخی سی آ گئی تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سراج کا اس کی ذات کو کومل ورما کی ذات سے منسوب کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ یہ ایک قدرتی امر تھا۔ اس کی جگہ اگر میں بھی ہوتا تو شاید سراج کے بے سروپا سوال پر اکتا جاتا۔ ویسے سراج بھی جس انداز میں پانڈے کو کرید کر کومل ورما کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے بھی غلط نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ کومل ورما ہی نے اشوک اور شیتل کے ساتھ میرے میک اپ کر کے اشوک کے فلیٹ پر جانے کی اطلاع دی تھی اور ایک پولیس آفیسر ہونے کے ناطے ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ جو چھان بین کر رہا تھا وہ بھی ایک ذمے دار پولیس افسر کے فرائض میں داخل تھا۔

حالات نے چونکہ خاصی سنجیدہ صورت حال اختیار کر لی تھی اس لیے میں سراج کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ مسٹر پانڈے جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہے۔ کومل ورما سے ان کا تعلق محض ڈیوٹی کے اوقات تک محدود ہے۔ اس کے بعد وہ کیا کرتی ہے کس سے ملتی ہے یا اس کا کردار کیسا ہے اس کی ذمے داری کسی طرح بھی پانڈے پر عائد نہیں ہوتی۔"

"شکریہ مسٹر شہباز کہ آپ نے میرے من کی بات کر دی۔" اس نے میرا شکریہ ادا کیا پھر دوبارہ سراج کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ کو کسی بات پر شبہ ہے جو آپ میری لیڈی سیکرٹری کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں؟"

"آئی ایم سوری مسٹر پانڈے۔" سراج نے روکھائی سے جواب دیا۔ "ہم قبل از وقت کسی حتمی فیصلے پر چھلانگ لگانے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ جب تک ہماری تفتیش مکمل نہ ہو جائے ہم اپنی ہدایات اور مشکوک افراد کی فہرست کو ٹاپ سیکرٹ رکھتے ہیں۔"

"لیکن ایک مشکوک فرد کا نام تو آپ نے بہرحال ظاہر کر دیا۔" اس بار پانڈے نے پہلی بار مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔" سراج نے بڑی خوبصورتی سے پانڈے کو اخلاقی طور پر پابند کرنے کی خاطر کہا۔ "مسٹر شہباز اور نادر خاں صاحب مرحوم سے میری بہت دیرینہ ملاقات ہے۔ میری اور آپ کی ملاقات اس گھر کے اندر ہوئی اس لیے مجھے امید ہے کہ آپ اپنی خوبصورت لیڈی سیکرٹری کا ساتھ دینے کے بجائے قانون کا زیادہ خیال رکھیں گے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں۔ آپ وشواس رکھیں۔" پانڈے نے تیزی سے کہا۔ "جو باتیں اس وقت ہم تینوں کے درمیان ہوئی ہیں وہ کسی چوتھے کے کان تک نہیں پہنچیں گی۔"

"تھینکس مسٹر پانڈے۔" سراج بولا۔ "مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" پانڈے نے اٹھتے ہوئے کہا تو اخلاقاً ہم دونوں بھی کھڑے ہو گئے۔ پانڈے نے جاتے جاتے پوچھا۔ "آپ کی ماتا جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"زخم آہستہ آہستہ بھر رہے ہیں۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر جواب دیا۔ "کچھ وقت تو ضرور لگے گا۔"

"میں بھی اگر آپ کے کسی کام آسکوں تو مجھے امید ہے کہ آپ سیوا کرنے کا موقع ضرور دیں گے۔"

"میں آپ کی اس محبت کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

پھر پانڈے کے جانے کے بعد سراج نے مجھ سے پوچھا۔

"یہ حضرت اس وقت یہاں کیا کرنے آئے تھے؟"

"میرا ذاتی خیال ہے مسٹر سراج کہ جے شنکر پانڈے ایک سنجیدہ اور ملنسار آدمی ہے۔ اس کی شخصیت پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور..... یہ کومل ورما۔" سراج کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اس کی پراسرار شخصیت ابھی تک میری سمجھ میں بھی نہیں آسکی۔ البتہ ایک بات میرے ذہن کو پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"موہنی۔"

"موہنی۔" سراج چونکا۔ "یہ موہنی کون ہے اور ان تمام معاملات کے درمیان کہاں سے آ گئی؟"

"آج میں نے کومل ورما کی ماں کو ٹٹولنے کی خاطر آواز بدل کر فون کیا تھا۔" میں نے سراج کو اپنی اور کومل ورما کی ماں کی باتوں کی پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "موہنی کے درمیان میں آجانے سے حالات نے ایک پیچیدگی سی پیدا کر دی ہے۔"

"جہاں تک اشوک اور شیتل کی موت کا تعلق ہے تو موہنی والی بات کچھ کچھ سمجھ میں آتی ہے۔" سراج نے الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانے کی کوشش کی۔ "ہو سکتا ہے کسی ذاتی وجہ پر اس کی روح نے ان دونوں سے اپنا کوئی پرانا حساب چکتا کیا ہو لیکن آپ کے والد سے موہنی کی بدروح کو بھلا کیا پرخاش ہو سکتی ہے۔"

"میرا خیال ہے ابھی کھیل ختم نہیں ہوا۔"

"کیا مطلب؟" سراج چونکا۔

"ہو سکتا ہے کہ ابھی کچھ اور موتیں بھی واقع ہوں۔"

aazzamm@yahoo.com

"آپ اتنے یقین سے یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"جس طرح پہلے کہتا رہا ہوں۔" میں معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ "میری چھٹی حس کچھ اسی قسم کے اشارے دے رہی ہے۔"

"مسٹر شہباز! اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات کہوں۔"

"فرمایئے۔"

"کبھی کبھی تو مجھے اس بات کا شبہ بھی ہونے لگتا ہے کہ کہیں وہ پراسرار قوت آپ ہی کی تو نہیں جو یہ سب گل کھلا رہی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ اگر چاہیں تو مشکوک افراد کی فہرست میں میرا نام بھی شامل کر لیں۔"

"میں مذاق کر رہا تھا۔" سراج نے جلدی سے اپنے جملے کی وضاحت کی۔

پھر ہم دونوں بے فکر پانڈے کے جانے کے بعد بھی لان پر بیٹھے رات تقریباً نو بجے تک گپ شپ کرتے رہے پھر احمد علی نے آ کر کھانے کی اطلاع دی تو مجھے وقت گزرنے کا بڑی شدت سے احساس ہوا۔ میں نے اٹھتے ہوئے سراج کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن اسے دس بجے کسی شادی میں شرکت کرنا تھی اس لیے معذرت کر کے چلا گیا اور تیزی سے اندر گیا جہاں امی کھانے کی میز پر بیٹھی میرا انتظار کر رہی تھیں۔

✚

صبح میں دفتر پہنچا تو سراج وہاں پہلے سے موجود تھا۔ ہم گزشتہ شام کو بھی ملے تھے لیکن سراج کے چہرے پر نظر آنے والے الجھن اور پریشانی کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ اس وقت مجھے کوئی اچھی خبر سنانے نہیں آیا۔ میں نے اس کے لیے چائے کا آرڈر دیا پھر آفس کے اس حصے میں آ کر بیٹھ گیا جہاں میں نے چار آرام کرسیوں اور گول میز سے ایک مختصر سا ریٹائرنگ روم بنا رکھا تھا۔

سراج نے گفتگو کی ابتدا نہیں کی۔ کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا پھر چائے کے دو تین گھونٹ لینے کے بعد ہی میں نے کریدا تھا۔

"میرا خیال اگر غلط نہیں ہے تو ہمارے درمیان کل رات کو بھی بڑی تفصیلی ملاقات ہو چکی ہے۔"

"آپ نے مجھے بتایا تھا کہ روپ نگر میں آپ کی ملاقات سفلی کا پاپک عمل کرنے والے ایک شخص شنکر سے ہوئی تھی۔" سراج نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور آپ کے بیان کے مطابق روپ نگری میں اس کی چتا کو آگ لگائی گئی تھی۔"

"جی ہاں۔"

"شنکر کی موت کی خبر کی تصدیق کس نے کی تھی؟"

"انکل دھرم داس نے جو والد صاحب کے پرانے واقف کار تھے اور ایس پی کے عہدے پر پہنچ کر ریٹائرڈ ہوئے تھے۔"

"کیا ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی شنکر کی موت کے چشم دید گواہ ہیں۔"

"کیوں۔" میں نے کہا۔ "شنکر کی موت کے بعد روپ نگر کے باسیوں کے درمیان خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ انکل دھرم داس کے علاوہ روپ نگر کے اور بھی ذمہ دار آفیسر اس وقت وہاں موجود تھے جب چمارزات کے ایک آدمی نے شنکر کی چتا کو آگ لگائی تھی۔"

"پھر تو یہ سب کچھ حیرت انگیزی کہا جا سکتا ہے۔"

"بات کیا ہے۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کل رات کے وقت آپ کے گھر واپسی کے بعد مجھے ایک کال موصول ہوئی تھی اور۔۔۔"

"اور کیا؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"جس شخص نے فون پر مجھ سے گفتگو کی تھی اس نے بھی مجھے اپنا نام شنکر ہی بتایا تھا۔" سراج نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اس مردود نے مجھے یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مر جانے کے باوجود وہ ابھی تک زندہ ہے اور پراسرار گندی قوتوں کا مالک ہے۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ کسی بھی انسانی روپ میں نظر آ سکتا ہے۔ اس کی بدروح ہو چاہے گی وہی ہو گا۔"

"ممکن ہے وہ فون کسی دوسرے شخص نے پولیس کو غلط ٹریک پر ڈالنے کی خاطر کیا ہو۔"

"پہلے میرا خیال بھی اسی طرف گیا تھا لیکن ایسا نہیں تھا۔"

"کیا مطلب۔"

"اس حرامزادے کی بدروح نے مجھے فون پر بے شنکر پانڈے کی کار کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی تھی اور اس ہسپتال کا نام بھی بتایا تھا جہاں پانڈے کو رکھا گیا تھا۔"

"تو کیا؟"

"نہیں۔" سراج نے تیزی سے کہا۔ "پانڈے ابھی تک زندہ ہے بلکہ اس کے جسم پر ایک معمولی سی خراش بھی موجود نہیں ہے البتہ اس کی گاڑی ضرور چکنا چور ہو گئی۔ میں نے خود گاڑی کی حالت دیکھی ہے۔ حیرت ہے کہ پانڈے زندہ کس طرح بچ گیا۔ اس کی لاش کو پس کر ناقابل شناخت ہو جانا چاہیے تھا۔"

"کیا آپ پانڈے سے مل چکے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"اس وقت بھی وہیں سے آ رہا ہوں۔"

"اس نے کیا بیان دیا ہے؟"

"اس کا کہنا ہے کہ وہ سامنے آ جانے والے ایک ٹرک کو دیکھ کر بری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس نے اسٹیرنگ کاٹنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ جیسے جام ہو گیا تھا پھر کسی نے کچھ کر بری پھرتی سے اسے باہر کھینچ لیا تھا۔ اس طرح وہ کام آنے سے بال بال بچ گیا۔"

"مگر شنکر کا نام درمیان میں کس طرح آ گیا۔"

"پانڈے کے بیان کے مطابق اس نے وہ غیبی ہاتھ نہیں دیکھے تھے جس نے اسے موت کے منہ میں جاتے جاتے عین وقت پر بچا لیا تھا البتہ فٹ پاتھ پر گرنے کے بعد کسی بھدیہ شخص نے اس سے یہی کہا تھا کہ وہ روپ نگر کا رہنے والا ہے۔ اس کا نام شنکر ہے اور یہ بھی کہ مرنے کے باوجود اس کی لازوال سفلی قوتیں ابھی تک برقرار ہیں۔ وہ کسی انسان کی شکل میں سامنے آ سکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔"

"پانڈے کی باتوں سے آپ نے کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ فرضی کہانی نہیں سنا رہا ہے البتہ حادثے سے لے کر ابھی تک وہ کچھ عجیب کیفیت سے دوچار ہے۔"

میرا ذہن ایک بار پھر کول درما کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ شنکر کی بدروح ہی ہو جو اس کے ذریعے مجھ سے اپنا انتقام لینا چاہتی ہو' لیکن بے شنکر پانڈے ہی کیوں اگر شنکر کی روح ابھی تک اپنے انتقام کی خاطر دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی تو سب سے پہلے اسے مجھے اپنا شکار کرنا چاہیے تھا لیکن شاید وہ اس نورانی چہرے والے سفید ریش بزرگ کی وجہ سے براہ راست مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

"ممکن ہے پانڈے نے آپ کو جو بیان دیا ہو وہ درست ہو لیکن میرا دل اس بات کی گواہی نہیں دے رہا کہ شنکر یا اس کی روح ابھی تک اس دنیا میں موجود ہے۔"

"پھر تو ہمیں یہی سوچنا چاہیے کہ پانڈے ہم سے جھوٹ بولنے کی کوشش کر رہا ہے مگر کیوں؟ اس طرح وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"مسٹر سراج۔ کیا ٹرک اور کار کے ایکسیڈنٹ کے کچھ چشم دید گواہ بھی ہیں۔" میں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ایک سے زیادہ گواہ ہیں اور ان کا بیان یہی ہے کہ ایکسیڈنٹ سے بس ایک لمحے پہلے پانڈے اپنی کار سے اڑتا ہوا نکلا تھا اور فٹ پاتھ پر جا گرا تھا۔"

"اس کے باوجود میری چھٹی حس شنکر یا اس کی بدروح کے وجود کے سلسلے میں نفی کرتی ہے۔"

"کوئی خاص وجہ۔" سراج نے مجھے غور سے گھورا۔

"فی الوقت میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"کیا آپ نے آواگون کے مسئلے کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا؟"

"میں سرے سے اسے مانتا ہی نہیں۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"پھر یہ جو حادثہ پیش آیا ہے اسے آپ کیا نام دیں گے۔"

"حادثہ ہر صورت میں حادثہ ہی کہلائے گا۔ رہا پانڈے کا حیرت انگیز طور پر بچ جانا تو قدرت انسان کی اصلاح کے لیے اس قسم کے معجزے اکثر دکھاتی رہتی ہے۔ کیا آپ معجزوں پر یقین نہیں رکھتے۔"

"رکھتا ہوں لیکن پھر پانڈے کے منہ سے شنکر ہی کا نام کیوں نکلا۔"

"ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ نام پہلے کہیں سن رکھا ہو اور اس کی مناسبت سے اس کے ذہن میں فوری طور پر شنکر کا نام ابھرا ہو اور پانڈے نے اس کی سفلی قوتوں کے بارے میں بھی سن رکھا ہو۔ عام طور پر کسی بھی حادثے یا مشکل حالات سے بچ نکلنے کے بعد انسان کے ذہن میں خدا کا نام ابھرتا ہے اور وہ اپنی زندگی بچ جانے کو معجزے کا نام دیتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ پانڈے کے ذہن میں بھی ایک جان لیوا حادثے سے بچ جانے کی صورت میں لاشعوری طور پر شنکر کا نام آ گیا ہو۔" میں نے سراج کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "آپ ان باتوں سے اس اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ "پانڈے بچ گیا کیا یہی آپ کے لیے کافی نہیں ہے۔"

"حیرت کی بات یہ ہے کہ چشم دید گواہوں میں سے بھی کسی ایک نے اس ٹرک کا نمبر دیکھنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔"

"شاید اس لیے کہ انسان کی زندگی کسی ٹرک کے نمبر سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔"

"مانے لیتا ہوں۔" سراج نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "لیکن پھر آپ اشوک' شیتل اور اپنے والد کی موت کو کیا نام دیں گے؟ کیا یہ سب بھی اتفاقی حادثے تھے یا اس کے پیچھے بھی کوئی مافوق قوت کام کر رہی تھی۔"

"فی الحال میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوں۔"

"آپ کا کیا مشورہ ہے؟ کیا میں کول درما کو حراست میں لے لوں۔"

"قاعدہ۔" میں نے کہا۔ "اس کے خلاف ابھی تک آپ کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت نہیں ہے جس کی بنا پر اسے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکے۔"

"پھر میں کیا کروں۔" سراج جھلا گیا۔

"پانڈے کا بیان لیجئے اور اسے داخل دفتر کر لیں۔"

سراج نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے دس منٹ

aazzamm@yahoo.com

بعد ہی میں بھی بے شنکر پانڈے کی خیریت دریافت کرنے ہسپتال پہنچ گیا۔

"آپ۔" پانڈے نے مجھے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اس کی مسکراہٹ میں مجھ کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں محسوس کر سکا۔ بہت دیر تک میں پانڈے کے قریب بیٹھا اس سے حادثے کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ اسی دوران ڈاکٹر بھی ایک نرس کے ساتھ معائنے کے لیے آیا اور اس نے پانڈے کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اگر چاہے تو گھر جا سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے ڈی۔ ایس۔ پی سراج نے بھی اس سلسلے میں آپ سے ضرور ملاقات کی ہوگی اور آپ کا بیان لیا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔"

"آپ جس انداز میں حادثے کا شکار ہونے سے بال بال بچے ہیں وہ یقیناً ایک حیرت انگیز بات ہے۔ شاید آپ کی کوئی نیکی آپ کے کام آ گئی۔"

"سب بھگوان کی کرپا ہے۔"

"کیا میں آپ سے ایک خاص بات دریافت کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔"

"آپ کے ذہن میں یہ شنکر کا نام کس طرح آیا؟"

"شنکر۔" پانڈے نے حیرت سے کہا۔ "میں یہ نام آج پہلی بار سن رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے یہ بات سراج سے نہیں کہی تھی کہ شنکر نامی روپ نگر کے ایک باسی نے جس کی چتا کی راکھ بھی اب پانی میں گم ہو چکی ہوگی شکتی کے علم کے زور پر آپ کی مدد کی تھی۔"

"نہیں۔" پانڈے نے پھر حیرت سے جواب دیا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ایسی کوئی بات مسٹر سراج سے نہیں کہی تھی۔ ایسی شکل میں جبکہ میں شنکر نامی کسی شخص سے واقف ہی نہیں ہوں تو بھلا اس کا نام کس طرح لے سکتا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے سراج کو نام سننے اور یاد رکھنے میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ ہے آپ کو ہسپتال سے جانے کے بعد بھی کچھ دنوں آرام ضرور کرنا چاہیے۔"

"میں نے بھی یہی سوچا ہے۔"

"کیا میں آپ کے کسی کام آ سکتا ہوں۔" میرے لہجے میں انکساری تھی۔

"اگر ضرورت پڑی تو آپ کو اپنا محسن سمجھتے ہوئے ضرور تکلیف دوں گا۔"

ہسپتال سے واپسی کے وقت میرا ذہن پھر بری طرح الجھ رہا تھا۔ سراج کی یادداشت اتنی کمزور نہیں تھی کہ اسے پانڈے کا بیان یاد نہ رہتا۔ اس نے خاص طور پر شنکر کے ساتھ ساتھ روپ نگر کا بھی نام لیا تھا جبکہ پانڈے نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ شنکر نامی کسی شخص سے سرے سے واقف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ناپاک قوت میرے والد کی موت کا سبب بنی تھی اور محض اس لیے اشوک اور شیتل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا کہ میں نے اشوک سے ایک ایسا پروف لکھوا لیا تھا جس کی بنا پر اس کی زبان کھلوا سکتا تھا۔ اسی نے پولیس کو الجھن کا شکار کرنے کی خاطر وقتی طور پر پانڈے کے جسم پر قبضہ کر کے شنکر کے سلسلے میں بیان دینے پر مجبور کر دیا ہو۔

مجھے حیرت صرف اس بات کی تھی اس بار وہ طاغوتی قوت کھل کر سامنے آنے سے گریز کر رہی تھی مگر کیوں؟ کیا اس میں کوئی مصلحت تھی یا پھر وہ میرے سامنے آنے سے کترا رہی تھی۔

میں نے اپنی انگلی میں پڑی ہوئی صندلی انگوٹھی کو دیکھا جس کی موجودگی میں نہ تو کوئی قوت میرے دل کے اندر جھانک سکتی تھی اور نہ ہی کوئی جان لیوا قسم کا نقصان پہنچا سکتی تھی پھر میرے ذہن میں اس نورانی بزرگ کا چہرہ ابھر آیا جس کا سایہ ابھی تک میرے سر پر قائم تھا یہ اور بات ہے کہ پیدا ہونے والے حالات نے وقتی طور پر میرا ذہن الجھن میں مبتلا کر دیا تھا۔ میرے ذہن میں بس ایک ہی نام صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ کول ورما۔۔۔ کول ورما۔۔۔"

✽

دفتر پہنچ کر میں ابھی کرسی پر پوری طرح بیٹھ بھی نہیں سکا تھا کہ سراج آ گیا۔ اس وقت اس کی کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بڑی دور سے بھاگتا ہوا آ رہا ہو لیکن اس کی سانس کسی دھونکنی کی مانند بھی نہیں چل رہی تھی۔ البتہ چہرے سے تھکان کا شدید احساس عیاں تھا۔ دفتر میں داخل ہو کر وہ اس طرح صوفے پر گرا تھا جیسے کسی ایک داؤ پر اپنی تمام پونجی لٹا بیٹھا ہو۔ اس کی آنکھیں میرے بجائے چھت کی طرف تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

میں چند لمحے تک اس کی کیفیت کو بغور دیکھتا رہا۔ کوئی واقعہ ایسا ضرور ظہور پذیر ہوا تھا جس نے اس کے سارے کس بل نکال دیے تھے۔ ورنہ پہلے وہ زندگی سے اس قدر مایوس نظر نہیں آیا تھا۔

میں اپنی کرسی سے اٹھ کر اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا لیکن وہ بدستور چھت کو گھورے جا رہا تھا۔ شاید وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت میرے آفس میں موجود ہے۔ میں کچھ دیر تک اسے سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"کہاں سے تشریف لا رہے ہو۔"

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی۔" اس نے اسی کیفیت میں میری طرف دیکھے بغیر کہا۔

میں نے ملازم کو بلا کر پانی لانے کو کہا پھر جب وہ گلاس پانی

حلق کے نیچے اتار چکا تو اس کے چہرے سے تھکان کے اثرات زائل ہونے لگے پھر صوفے پر سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو یا تو میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر کوئی باعزت کاروبار شروع کر دوں گا یا پھر کسی مینٹل ہسپتال میں داخل ہو کر اپنا باقاعدہ علاج کراؤں گا۔"

"خیریت؟"

"میں اس وقت کول ورما کے گھر سے سیدھا آپ کی طرف آ رہا ہوں۔"

"کول ورما۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ وہاں کیا کرنے گئے تھے؟"

"موہنی کے بارے میں پوچھنے گیا تھا لیکن۔۔۔"

"لیکن کیا؟"

"اس بوڑھی کھوسٹ عورت نے موہنی کا نام سن کر میری طرف اس طرح دیکھا جیسے میں دوسرے سیارے سے اتر کر وہاں پہنچا ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"اس کا بیان ہے کہ اس کے ہاں نہ تو کبھی جڑواں لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں نہ وہ موہنی نامی کسی لڑکی سے واقف ہے۔"

"پھر اس نے مجھ سے فون پر غلط بیانی سے کیوں کام لیا تھا۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ سے گفتگو کرتے وقت بھی اس کے جسم کے اندر کوئی بد روح چھپی بیٹھی ہو اور اسی نے موہنی کی فرضی کہانی سنانے پر اسے مجبور کر دیا ہو اور ہوش میں آنے کے بعد وہ سب کچھ بھول گئی ہو۔"

"آپ اس سے کس حیثیت میں ملے تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ کیا آپ نے اس پر یہ ظاہر کر دیا ہے کہ آپ ایک ذمہ دار پولیس آفیسر ہیں۔"

"اس سے میرے خیال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔" سراج جھلا کر بولا۔ "اگر کوئی پراسرار مخفی طاقت پس پردہ کام کر رہی ہے تو وہ میری حیثیت سے بھی ضرور واقف ہوگی۔ مجھے آپ کے بارے میں کہا گیا تھا کہ آپ بھیس بدل کر اور نیک سوٹ پہن کر اشوک سے ملنے گئے تھے۔"

"آپ کی دلیل بڑی معقول ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "میرے پاس بھی آپ کے لیے ایک خبر موجود ہے۔"

"وہ کیا۔"

"آپ کی زبانی بے شنکر پانڈے کو پیش آنے والے حادثے کے بارے میں سن کر میں بھی اس سے ملنے گیا تھا۔"

"پھر۔"

اعتبار ساجد کی ہنستی مسکراتی ہوئی شگفتہ تحریروں کا نیا انتخاب

قلم گاریاں

قیمت: -/75 روپے

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

"پانڈے کا بیان ہے کہ اس نے آپ سے شنکر نام کے کسی آدمی کا کوئی ذکر نہیں کیا اس لیے کہ وہ بھی اس نام کے کسی آدمی سے ناواقف ہے۔"

سراج میرا جواب سن کر حیرت سے اچھل پڑا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔

"حالات کے پیش نظر اب یہ بات سو فیصد درست ہے کہ کوئی نہ کوئی طاغوتی طاقت ہمارے خلاف کام کر رہی ہے۔"

"ہمارے نہیں بلکہ صرف میرے خلاف۔"

"میں سمجھا نہیں۔" سراج نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"کیا میری غیر موجودگی میں بھی آپ کو اس قسم کی پراسرار قوت سے دوچار ہونا پڑا تھا؟"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" سراج نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات آپ کی سمجھ میں جلدی آ گئی۔"

"لیکن اگر آپ کی بات کو تسلیم کر لیا جائے تو ایک اہم سوال اور پیدا ہوتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

aazzamm@yahoo.com

اشوک' شیتل اور آپ کے والد ہی کیوں؟ اگر وہ کوئی مافوق طاقت ہے تو براہ راست آپ کو (خدا نہ کرے) نقصان پہنچانے سے کیوں گریز کر رہی ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کا ہدف صرف آپ ہیں تو وہ دوسرے بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ کیوں رنگ رہی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ میرے خلاف کوئی جان لیوا قدم اٹھانے سے مجبور ہے۔" میں نے کن انکھیوں سے صندلی انگوٹھی کی طرف دیکھا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"گندی قوتیں مجھے موت کے گھاٹ اتار سکتیں تو بہت پہلے اتار چکی ہوتیں لیکن وہ ایسا کرنے سے قاصر ہیں۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ داور کو کیوں بھول رہے ہیں۔ جو شخص آپ کی نگاہوں کے سامنے لوہے کی موٹی موٹی زنجیروں کو کچے دھاگے کی طرح توڑ کر ہولناک قوت کا مظاہرہ کر سکتا تھا کیا وہ براہ راست میری گردن نہیں مروڑ سکتا تھا۔"

"لیکن آپ کی اور اس کی دشمنی کیا تھی؟"

"تھی کوئی بات جس نے شنکر کو بلاوجہ میرا دشمن بنا دیا تھا۔ اس کی کوئی قیمتی شے میرے قبضے میں آگئی تھی جسے وہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔" میں نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد دوبارہ کہنا شروع کیا۔ "پھر پنڈت لمبنی دھر کے درمیان میں آجانے سے مجھے وہ شے اس کے حوالے کر دینی پڑی۔ اس کے بعد شنکر یقیناً مجھے سفلی قوتوں کا شکار کر سکتا تھا لیکن اس وقت موقع اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔"

"میں اب بھی آپ کا مقصد نہیں سمجھا۔" سراج نے مجھے کریدتے ہوئے پوچھا۔ "آخر وہ کیا بات تھی جس نے آپ کے مقابلے میں شنکر اور بنسی دھر کی شیطانی قوتوں کو مجبور کر دیا تھا۔"

"وہ ایک بزرگ کا سایہ ہے جو آج بھی میرے سر پر قائم ہے اور جب تک وہ سایہ میری حفاظت کرتا رہے گا دنیا کی بڑی سے بڑی قوت بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتی ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور آپ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ رحمانی قوتوں کے سامنے شیطانی قوتیں سر اٹھانے سے ہمیشہ گریز کرتی ہیں۔"

"پھر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟"

"مجھے راستے سے ہٹانے کی خاطر وہ اوچھے ہتھکنڈے اختیار کر رہی ہیں۔"

"لیکن ان کا مقصد کیا ہے۔" سراج الجھتے ہوئے بولا۔ "اس کی الجھن کچھ بے جا بھی نہیں تھی۔ حالات ہی ایسے تھے جس نے اس کے دماغ کی چولیں تک ہلا کر رکھ دی تھی۔"

"میں اپنے بزنس اور تمام کاروبار سے دست کشی اختیار کر لوں گا۔"

"اس سے انہیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"اس کا جواب بھی وہی نادیدہ قوتیں دے سکتی ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ زنجن کے خاتمے کے بعد مجھے بھی اس میدان میں چلتا پھرتا نہیں دیکھنا چاہتیں۔ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی چنگاری بھی بھڑک کر ایسے خطرناک شعلوں کا روپ اختیار کر لیتی ہے جو آسانی سے نہیں بجھائی جا سکتی۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اس بات پر یقین کریں گے مسٹر سراج کہ ان مافوق قوتوں نے لندن تک بھی میرا تعاقب کیا تھا لیکن وہ خدا کے فضل و کرم سے خود ہی اپنے کیفر کردار تک پہنچ گئیں۔"

"لیکن ان معاملات کی چھان بین پولیس آخر کس طرح کر سکتی ہے۔"

"اس کا بھی ایک آسان طریقہ ہے۔"

"وہ کیا؟" سراج نے مجھے پر امید نظروں سے دیکھا۔

"جو شخص بھی پتلی گردن کا نظر آئے اسے پکڑ کر سارے الزام اس کے سر تھوپ دیجئے یا پھر کسی ایسے پنڈت پجاری کو محکمہ پولیس کے کسی بڑے عہدے پر فائز کر دیا جائے جو اپنے دفتر میں ہمہ وقت کسی منڈل میں دھونی رمائے اور کنڈلی مارے بیٹھا مالا جپتا رہے پھر ضرورت پڑنے پر مافوق قوتوں کو ان کی اصلی شکل میں یا تو قانون کے حوالے کرتا رہے یا پھر اپنی شکتی کے زور پر انہیں جلا کر اس طرح بھسم کر دے کہ وہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔"

"آپ شاید اس وقت قانون کا مذاق اڑا رہے ہیں۔" سراج نے قدرے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

اس کے علاوہ اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے۔" میں نے بے بسی کا مظاہرہ کیا۔

"کومل درما کے بارے میں اب آپ کی کیا رائے ہے۔" سراج نے دوبارہ سنجیدگی اختیار کی۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک پیش آنے والے حالات میں اس کی شخصیت محض ایک کھلونے جیسی ہے جس کو گندی قوتیں بڑی خوبصورتی سے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر رہی ہیں۔ ویسے ایک بات اس بار قدرے مختلف ہے۔"

"وہ کیا؟"

"پہلے مافوق قوتیں کھل کر اور سامنے آکر مجھے للکارتی تھیں۔ میرے آدمیوں کو نقصان پہنچاتی تھیں لیکن اس بار سوائے والد صاحب کی موت کے علاوہ ابھی تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔"

"آپ اسے صرف حادثہ سمجھ رہے ہیں۔"

"اور کیا سمجھوں مسٹر سراج۔" میں نے ایک لمبی سانس لے کر کہا۔ "میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں ہی حادثہ ہیں۔"

"آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ اپنا کاروبار کسی دوسرے

ملک میں جا کر سیٹ کر لیں تو یہ حادثے ختم ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ "جب تک میرا دم قائم ہے یہ ناقابل یقین واقعات رونما ہوتے رہیں گے خواہ میں دنیا کے کسی گوشے میں جا کر آباد ہو جاؤں۔"

"آپ شاید درست کہہ رہے ہیں۔" سراج بولا۔ "جب سے یہ خرافات ہو رہے ہیں میری اپنی عقل بھی خبط ہو کر رہ گئی ہے۔"

"صبر سے کام لینے کی عادت ڈالیں۔" میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "کبھی کبھی انسان جب صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے تو شاید ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قدرت کا نظام بھی یہی ہے کہ جو انسان بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ شاید مجھ سے بھی کچھ ایسی ہی غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے یہ تمام پریشانیاں لاحق ہو گئی ہیں۔ جب ملازمت کے بعد میری پہلی پوسٹنگ روپ نگر میں ہوئی تھی اسی وقت میرے والد نے اپنی پریشانی کا اظہار کر دیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ میری پوسٹنگ روپ نگر کے علاوہ کہیں اور ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہوا اور مجھے روپ نگر جانا پڑا۔"

"لیکن ان سب باتوں سے بھلا روپ نگر کا کیا تعلق ہے۔" سراج نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بہت گہرا تعلق ہے مسٹر سراج۔" میں نے کہا۔ "میری اور شنکر کی ملاقات اسی روپ نگر میں ہوئی تھی۔ دراصل میرے دفتر کی ایک اہم فائل گم ہو گئی تھی جو میری تحویل میں تھی۔ اس کے نہ ملنے کی صورت میں ساری ذمے داری میرے اوپر عائد ہوتی۔ اسی موقع پر میرے ایک ماتحت نے مجھے شنکر سے ملنے کا مشورہ دیا تھا اور شنکر نے جو سفلی کے گندے عمل کا مالک تھا مجھے اس گمشدہ فائل کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ یہاں میں ایک بات اور کہوں گا کہ دنیا کے اسی فیصد افراد ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ شاید میں بھی ان اسی فیصد افراد میں شامل ہوں جو شنکر کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اس کا گرویدہ ہو گیا جس کا خمیازہ مجھے آج تک کسی نہ کسی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک طویل داستان ہے مسٹر سراج' آپ چاہیں تو مجھے اس داستان کا جیتا جاگتا کردار بھی سمجھ سکتے ہیں اور کیا آپ کو یہ سن کر تعجب نہ ہوگا کہ اس داستان کا آغاز ایک پتھر کی بے جان مورتی سے ہوا تھا جو قد و قامت کے اعتبار سے کسی گڑیا سے زیادہ بڑی نہیں تھی۔"

"وہ مورتی کس قسم کی تھی؟"

"میں ابھی تک اس راز کو نہیں سمجھ سکا۔" میں نے جلدی سے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "شیطانی قوتوں نے ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑا۔ میرے والد کا سایہ میرے سر سے اٹھ گیا اور اب ہو سکتا ہے ان کا دوسرا شکار میری ماں ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔"

"میں بھی خدا سے یہی دعا کرتا ہوں کہ ماں کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم رہے لیکن نہ جانے کیوں یہ خیال بار بار خطرے کی گھنٹی بن کر میرے وجود میں گونجنے لگتا ہے۔"

سراج کے جواب دینے سے پہلے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔

"میں ٹونی بول رہا ہوں۔" دوسری جانب سے ٹونی کی آواز سنائی دی۔ "کیا آپ اس وقت دفتر میں تنہا ہیں؟"

"نہیں۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"پھر آپ صرف میری باتیں سنتے رہیں۔ ہم نے صبح دفتر جاتے ہوئے کومل ورما کو اغوا کر لیا ہے۔"

"مال کہاں اتروایا گیا ہے۔" میں نے اشارے کی زبان میں سوال کیا۔

"گودام نمبر چار کے تہ خانے میں۔" ٹونی نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہاں میں نے اپنے اعتماد کے آدمی کو تعینات کر دیا ہے کوئی پرندہ بھی وہاں پر نہیں مار سکتا۔"

"کوڈنگ ٹرک کا کیا رہا۔" میں نے اس بار بھی گھما پھرا کر پوچھا۔

"اس کی اسپورٹس کار ہم نے ایک ویران سڑک پر چھوڑ دی تھی۔" ٹونی نے کہا۔ "ہم اسے اپنی وین میں لائے ہیں باس۔"

"گڈ۔ میں تمہاری کارکردگی پر بہت خوش ہوں۔" میں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

"آج کل آپ کا بزنس کیسا چل رہا ہے۔" سراج نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"فرسٹ کلاس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر سراج مجھ سے رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا اور میرا ذہن کومل ورما کے بارے میں سوچنے لگا جسے ماسٹر ٹونی کے مطابق اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس وقت میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ پھیل کر گہری ہو رہی تھی۔

☆

میری گاڑی پوری رفتار سے نادر کنسٹرکشن کے گودام کی طرف فراٹے بھر رہی تھی جو میرے آفس سے تقریباً آٹھ میل دور تھا۔ میرے ذہن میں کومل ورما کا حسین تصور چکرا رہا تھا۔ میں اس سے ایک یا دو بار ہی ملا تھا۔ وہ بے شنکر پانڈے کی لیڈی سیکریٹری بننے سے پہلے ماڈلنگ کرتی رہی تھی اس لیے ہر وقت اپنے فیگر اور اس کی نوک پلک کا خیال رکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ ویسے بھی اسے بلاشبہ حسینوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ بے شنکر کمپنی میں ملازم ہوتے ہی اس نے وہاں کے لوگوں پر اپنی ذہانت کا اس طرح سکہ جما لیا تھا کہ ہر شخص اس کی ذہانت' کارکردگی اور حسن کا قائل ہو گیا تھا۔ خود بے شنکر پانڈے نے بھی اس کی کارکردگی سے خوش ہو کر اپنی اسپورٹس

aazzamm@yahoo.com

کار اسے بطور تحفہ دے ڈالی تھی۔ کول ورما کے کمپنی جوائن کرنے سے پہلے وہ بقول شخصے کنسٹرکشن کے میدان میں لنگڑا لنگڑا کر چل رہا تھا لیکن کول ورما کے آتے ہی جیسے اس کی کمپنی کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اب اس کی شناخت ہونے لگی تھی۔ وہ جہاں جاتا وہاں اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ بڑے بڑے ٹینڈر بھی اس کے نام کھلنے لگے تھے۔ شاید اسی لیے وہ کول ورما کو گھر آئی لکشمی کی طرح پوجنے لگا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ چونکہ ذاتی طور پر شریف اور نیک آدمی تھا اس لیے اس نے کول ورما کو کبھی بری نظروں سے نہیں دیکھا تھا لیکن دفتر کے بیشتر عملے کے افراد کول ورما کے دفتر میں قدم رکھتے ہی ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگتے تھے۔ جو لوگ وقت سے پہلے آفس پہنچ جاتے ان کی نگاہیں کام کے دوران بھی بار بار ان زینوں کی طرف اٹھتی رہتی تھیں جس سے گزر کر وہ اپنے کمرا خاص تک جاتی تھی۔ دو چار سر پھرے نوجوانوں نے باقاعدہ اس سے عشق کرنے کی کوشش بھی شروع کر دی تھی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ کردار کے معاملے میں وہ اتنی ہی سخت اور دلیر واقع ہوئی تھی کہ ایک روز اس نے بھرے دفتر میں ارجن نامی ایک بانکے چھبیلے نوجوان کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ بات جب شنکر پانڈے تک پہنچی تو اس نے کھڑے کھڑے ارجن کی چھٹی کر دی حالانکہ وہ بڑے کام کا آدمی تھا۔ اس واقع کے بعد سے عملے کے دوسرے تمام منچلے نوجوانوں نے کول ورما سے محبت کا اظہار کرنے سے توبہ ہی کر لی تھی۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ارجن کول ورما کو آسانی سے معاف نہیں کرے گا لیکن اس قسم کی کوئی نوبت نہیں آئی بلکہ اس کے برعکس وہ کول ورما کو جہاں بھی دیکھتا تھا ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنا نہیں بھولتا تھا۔ مجھے یہ تمام باتیں مسٹر ٹونی اور دیگر ذرائع سے ایک ایک کر کے معلوم ہوئی تھیں۔ کمپنی میں اس کی پوزیشن بری نہیں تھی۔ وہ بے حد نیک اور ملنسار قسم کی لڑکی واقع ہوئی تھی۔ ارجن والے واقعے کے تیسرے روز اس نے خود بے شنکر پانڈے سے بنتی کی تھی اسے ملازمت پر واپس بلا لیا جائے لیکن بے شنکر نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ ایک با اصول شخصیت کا مالک تھا اور ایک بار جو فیصلہ کر لیتا تھا اس پر سختی سے ڈٹا رہنے کا عادی تھا۔ ارجن کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کے بعد سے عملے کے افراد کول ورما سے خوفزدہ رہنے لگے تھے لیکن یہ فضا زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی۔ کول ورما نے شاید ان کے دور دور رہنے کی وجہ سمجھ لی تھی اس لیے وہ خود ان کے ساتھ جا کر اٹھنے بیٹھنے لگی پھر اسے عملے کے افراد میں ملنسار سمجھا جانے لگا البتہ یہ بات سب کو معلوم تھی کہ وہ کردار کے معاملے میں کسی آہنی چٹان سے کم نہیں تھی چنانچہ سب اس کے ساتھ کھل کر باتیں کرتے تھے لیکن ارجن والے واقعے کے بعد سے کسی نے بھی کول ورما کے سامنے اظہار عشق کرنے کی جسارت نہیں کی تھی۔

ٹونی نے کول ورما کے اغوا کی اطلاع گودام نمبر چار ہی سے فون سے دی تھی۔ میں نے اپنے گودام میں فون کا جال بچھا رکھا تھا کہ اگر ایمرجنسی آجانے کی صورت میں بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے۔ ہر گودام پر ہمہ وقت ایک گودام کیپر موجود رہتا تھا تاکہ وقت پڑنے پر اس سے بہ آسانی رابطہ قائم کیا جا سکے۔

میں آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتا ہوا گودام [...] علاقے میں داخل ہوا جسے چاروں طرف سے موٹے موٹے [...] کے جال اور خاردار قسم کی ایسی سلاخوں سے محفوظ کر دیا گیا تھا [...] وہاں کسی کا داخل ہونا ناممکنات ہی میں سے تھا۔ اس احاطے [...] دو پھاٹک تھے ایک داخلی اور ایک خارجی۔ میں اس وقت [...] دروازے سے اندر داخل ہوا۔ مسلح چوکیدار نے دور ہی سے [...] گاڑی پہچان کر بڑا پھاٹک کھول دیا تھا۔

حسب توقع ماسٹر ٹونی مجھے گودام نمبر چار کے باہری [...] مل گیا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تیزی سے میری جانب لپکا تھا۔

"مجھے پورا یقین تھا باس کہ آپ یہاں تک پہنچنے میں [...] نہیں لگائیں گے۔"

"کیا کول ورما کو یہاں تک لانے کی خبر کسی اور کو [...] ہوئی۔" میں نے گاڑی سے نیچے اترتے ہوئے مدھم آواز میں پوچھا۔

"میں اسے بند وین میں لایا تھا باس اس لیے کسی کے دیکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"کیا وہ آسانی سے تمہارے قابو میں آگئی تھی۔"

"جی ہاں۔" ٹونی مسکراتے ہوئے بولا۔ "ہمارے ایک [...] نے پوچھنے سے پہلے ہی اس کی گاڑی کے دو پہیوں کے [...] (VALYE) ڈھیلے کر دیے تھے اس کے بعد ویسا ہی ہوا [...] ہم نے سوچا تھا۔ گھر سے نکلنے کے ایک فرلانگ بعد ہی اس [...] گاڑی روک کر پہیوں کو دیکھا جن کی ہوا نکل چکی تھی [...] بری طرح جھنجلا رہی تھی جب ہم نے قریب پہنچ کر اسے [...] دینے کی پیشکش کی تو اس نے بڑی خوشی سے قبول کر لی۔ [...] اپنے دوسرے ساتھی کو اسپورٹس کار کے قریب ہی [...] اور ہدایت کر دی تھی کہ اس میں ہوا بھروا کر بے [...] چھوڑ آئے۔"

"کیا تمہیں یقین ہے اسے تمہارے اوپر کسی [...] شبہ نہیں ہوا تھا؟"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں باس' زندگی گزاری ہے اسی دشت کی باسی ہیں۔" وہ موڈ میں آکر بولا۔ [...] لفنگے آدمی سے کسی کو بھی کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔"

"کیا اس نے یہاں آنے کے بعد بھی کسی [...] نہیں کیا۔"

"یہ ٹونی امپائر ہے۔ باس پھر ایک سنسان سڑک سے ہٹ [کر] واقع ہے اس لیے یہاں پہنچ کر کسی کو اپنی بے بسی کا احساس ہو سکتا ہے لیکن اس کا شور غل مچانا سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔" ٹونی نے کہا۔ "میں نے گودام نمبر چار کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ وہ دوسرے گوداموں کے درمیان واقع [...] جہاں سے سڑک نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ ویسے بھی وہ [...] ناول گرل رہ چکی ہے اس لیے اس نے زیادہ غل مچانے [...] بجائے اسی میں اپنی عافیت سمجھی تھی کہ میرے کسی حکم سے [...] نہ کر سکے۔"

نہ جانے کیوں میرا دل ٹونی کی بات تسلیم کر لینے کو نہیں چاہ [...] تھا۔ لڑکی اگر باعزت ہو تو کسی بھی ایسی صورت میں جہاں اس [کی] عزت کو خطرہ لاحق ہو وہ موت کو ہمیشہ زندگی پر ترجیح دینا زیادہ [...] کرتی ہے۔ بہر حال میں ٹونی کے ساتھ دھڑکتے ہوئے دل کے [...] اندر داخل ہو گیا۔ گودام نمبر چار میں زیادہ تر لکڑیوں کے [...] لگے ہوئے تھے جو کھڑکی اور دروازے بنانے کے کام آتے [...] یہ ایک اچھا خاصا وسیع و عریض گودام تھا جس کے ایک [...] میں گودام کیپر کا وہ کمرا واقع تھا جہاں اس وقت کول ورما [...] کرسی کے ساتھ بندھی خاموش بیٹھی تھی۔ میں اس کے [...] نے گیا تو وہ مجھے دیکھ کر ایک لمحے کو ششدر رہ گئی۔

"مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" اس نے بڑی سنجیدگی سے [...] کیا اس کے لب و لہجے میں کوئی خوف نہیں تھا۔ بڑی [...] نظر آ رہی تھی۔

"صرف تمہاری اصلیت جاننے کے لیے۔" میں نے اسے [...] گھورتے ہوئے قدرے درشت آواز میں جواب [...]

"اوہ۔" اس کے لبوں پر ایک معنی خیز سا تبسم لہرایا۔ "تم [...] میری اصلیت جاننا چاہتے ہو تو سنو..... تمہارے آدمی بھی [...] کھا گئے۔ میں کول ورما نہیں۔ سوچتی ہوں' تمہیں میری بات [...] نہیں آتا تو کول ورما کو فون کر کے میرے بیان کی تصدیق [...]"

میں نے اسے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا ریسیور اٹھا کر بے [...] کے نمبر ڈائل کرنے لگا پھر اس وقت ریسیور میرے ہاتھ [...] چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا جب دوسری جانب سے بھی کول ورما [...] آواز سنائی دی۔ میں نے اسے اپنا نام بتایا تو وہ جلدی سے [...]

"پانڈے جی کا ایک ضروری پیغام ہے آپ کے لیے۔ میں آپ کو دفتر کے نمبروں پر رابطہ کرنے کی کوشش کر چکی [...]"

"کوئی خاص پیغام....." میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔ مسٹر پانڈے جی اپنے صحت مند ہونے کی [...] کل رات شیرٹن میں ڈنر دے رہے ہیں۔ آپ کو خاص طور پر انوائیٹ کرنے کو کہا ہے۔ پلیز آئیے گا ضرور۔ پانڈے جی نے دفتر سے جاتے جاتے مجھے دوبار آپ کے سلسلے میں ریمائنڈ کرایا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' ریسیور رکھ کر پھر کرسی سے بندھی لڑکی کو دیکھنے لگا جو ہو بہو کول ورما ہی نظر آ رہی تھی' میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں' اس کے چہرے کے نقوش' اس کا رنگ و روپ اس کی آواز اور بولنے کا انداز سب کچھ کول ورما ہی جیسا تھا' پھر اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا۔

"کہیں کول ورما' کالا اور لیڈی ملارنس ایک ہی شخصیت کے تین مختلف روپ تو نہیں ہیں؟"

اس کے بعد

"حصہ سوئم"

بانیِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح
کی سیاسی زندگی اور کارناموں پر مشتمل
حوالہ جاتی کتاب-----
عظیم مدبر عظیم قائد
★---- زاہد حسین انجم
قیمت: -/125 روپے
مکتبہ القریش اردو بازار لاہور 2

Shah... Library SAHIWAL.